کلید التوحید کلاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے لئے ہے تمام حمد و ثنا جو تمام جہانوں کا ربّ ہے اور درود و سلام ہو اُس کے رسول حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر، اُن کی آل پر، اُن کے اصحاب پر اور اُن کے اہل بیت پر۔

مصنف تصنیف بیان کرتا ہے کہ مراتبِ ہدایت اللہ، رحمت اللہ، فنا فی اللہ، بقا باللہ، عنایت اللہ، لطف اللہ اور بزرگ و لطیف ترین عنایاتِ خداوندی کے بے عیب و متبرک نکات آیاتِ نص و حدیث کے مطابق تسبیح و ذکر اللہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اِس کے بعد فقیر باھُو ولد بازیدؒ عرف اعوان ساکن قلعۂ شور بادشاہِ اسلام، محی الدین، صاحبِ شریعت، دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ثابت قدمی سے قائم، قاتلِ کفار، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باطنی صحابی اور بندگانِ خدا میں برگزیدہ شاہ اورنگ زیب غازی (اللہ تعالیٰ اُسے جمعیت و استحکام بخشے) کے دورِ حکومت میں بیان کرتا ہے کہ اِس کتاب کا نام "کلید التوحید" رکھا ہے اور اِسے ہر مشکل کے لئے "مشکل کشا اور مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف کرنے والی اور وحدانیتِ خدا میں غرق کرنے والی کتاب" کا خطاب دیا ہے، مقصد یہ ہے کہ کل و جز پر متصرف صاحبِ راز کامل مکمل اکمل جامع مرشد طالب اللہ کو پہلے ہی روز تعلیم و تلقین کے ذریعے غرق فنا فی اللہ کر کے ابتدا سے انتہا تک معرفتِ قرب مع اللہ کے راز کا وہ سبق دے دیتا ہے کہ جس کے لیے ریاضت بے حد ضروری ہے اور یہ ریاضت "تصورِ اسم اللہ ذات" کے ذریعے غرق فنا فی اللہ ہو کر جمعیتِ قربِ الٰہی کا راز

حاصل کرنا ہے۔" جو شخص برکتِ اسمِ اعظم و تاثیر کلمہ طیب اور غلباتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے جب کسی طالب اللہ پر استغراقِ فنا فی اللہ کا اِنعام کھولتا ہے تو اُس پر جمعیتِ قربِ الٰہی کامل ہو جاتی ہے۔ اہل راز کی ریاضت با جماعت نمازِ پنجگانہ ہے۔ رازِ با نماز بر حق ہے اور رازِ بے شریعت و بے نماز باطل ہے۔ صاحبِ راز ہمیشہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق رہنے والا اہل نظر عارف باللہ ہوتا ہے جو اپنے وجود سے خونِ جگر پیتا رہتا ہے، اس ریاضت سے بڑھ کر سخت اور بہتر ریاضت اور کوئی نہیں ہے۔ ریاضت بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) ریاضتِ عام:۔ بعض لوگوں کی ریاضت ریا پر مبنی ہوتی ہے جو سراسر تسکین ہوائے نفس، رجوعاتِ خلق اور ننگ و ناموس کی خاطر کی جاتی ہے۔(۲) ریاضتِ خاص جو ظاہر و باطن میں محض رضائے الٰہی کی خاطر کی جاتی ہے۔ یہ راز توحید کی ریاضت ہے جس کی چابی کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے۔ جو شخص کلمہ طیب کی چابی سے دل کا قفل کھول کر معرفتِ الٰہی کا راز پا لیتا ہے وہ بے نیاز و لا یحتاج طالب ہے۔ یہ ہے مقامِ فنا فی اللہ کے اِستغراق اور حضوری کی راہ، تجلیاتِ نورِ ذات کے مشاہدے کی راہ اور شرفِ حضوری مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے مسرور ہونے کی راہ۔ اِس راہ میں سر سے لے کر قدم تک تمام وجود تاثیرِ ذکر اللہ سے پُرنور اور باطن ذکر اللہ کے نور سے آباد رہتا ہے از رُوئے تحقیق یہ راہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اللہ تعالیٰ کا خاص اِنعام اور اُس کی رحمت و فیض و فضل ہے۔ اگر کوئی ناقص و حاسد و کور چشم منافق اس میں شک کرے وہ بے دین ہے۔ ایسا سلک سلوک بلا ریاضت راز اور بلا مجاہدہ مشاہدہ ہے یعنی اُس کا کھانا مجاہدہ اور اُس کا سونا مشاہدہ ہوتا ہے۔ فنا فی اللہ فقیر کا پیٹ تنور کی مثل ہوتا ہے کہ جب وہ کھاتا ہے تو مجاہدے اور آتشِ ذکر اللہ کے غلبہ سے سب کھایا پیا جل اُٹھتا ہے اور اُس

کے وجود میں نور بھر جاتا ہے اور یوں اُسے محنت کیے بغیر محبت و معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ اطاعتِ الٰہی میں محو رہتا ہے اور طلبِ خاص کی بدولت اُسے اللہ تعالیٰ کی معیت میں رفیقِ حق بنے رہنے کی توفیق حاصل رہتی ہے۔ یہ رجعت سے پاک وہ راہ ہے کہ جس میں ذات وصفات کے تمام مقاماتِ ابتدا و انتہا اُس کی نگاہ میں آجاتے ہیں اور اُس کا دل تصدیق پا جاتا ہے جس سے دل کا بھاری پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے، اُس کی زبان اللہ کی تلوار ہو جاتی ہے اور وہ مراتبِ ولی اللہ کا حامل ہو کر ایسا عامل بن جاتا ہے کہ جس کے اعمال میں اسمِ اعظم کی تاثیر ہوتی ہے اور وہ آیات قرآنی کی مدد سے ایسا صاحبِ ترک و توکل اور صاحبِ تجرید و تفرید[1] ہو جاتا ہے کہ اُس کا ہر فعل محض رضائے الٰہی کی خاطر ہوتا ہے اور تمام غیبی خزائن اللہ اُس کی نگاہ میں رہتے ہیں۔ موکل فرشتوں کو مسخر کرنا اور اُنہیں اِس طرح اپنے تصرف میں رکھنا کہ جب چاہے وہ حاضر ہو جایا کریں اور اُس کے ہر سوال کا مفصل جواب دیں، تمام اہلِ قبر روحانیوں، تمام انبیا و اولیا کی ارواح، تمام جن و انس اور وحوش و طیور بلکہ اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوقات کے احوال کو حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے جان لینا، ہر ایک اسمائے باری تعالیٰ کو جاننا اور اُسے اپنے زیرِ عمل لانا، حکمِ حضور سے قبروں پر دعائے سیفی جاری کرا لینا، علمِ نقش دائرہ جفر کے ذریعے

---

[1]:- تجرید و تفرید = تجرید یہ ہے کہ سالک ہر ایک مقام سے گزر کر تنہا ہو جائے اور نفس و شیطان سے خلاصی پا جائے، مقامِ حضور ہر وقت اُس کے مدنظر رہے اور بارگاہِ الٰہی میں منظور ہو کر صاحبِ نفسِ مطمئنہ ہو جائے۔ اِس مقام پر وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ تفرید یہ ہے کہ سالک فرد ہو جائے، بظاہر رات دن عام لوگوں کی طرح زندگی بسر کرے اور لوگوں سے میل جول رکھے لیکن بباطن فردیت اور مقامِ ربوبیت میں غرق رہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں:۔ ''تجرید میں اغیار کی نفی ہے اور تفرید میں اپنے نفس کی نفی ہے۔''

مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی سلطنتِ سلیمانیؑ کی سی حکومت قائم کر لینا اور سلطان سکندر کی بادشاہی سے بھی بہتر بادشاہی کو اپنے قبضے میں لے لینا وغیرہ سب فقیر کے تصرف میں ہوتا ہے۔ ایسے مراتب کا حامل فقیر دنیا میں بہت عظیم اور سر بلند ہوتا ہے، وہ خلقِ خدا سے دُکھ اُٹھاتا ہے مگر خلق کو ستاتا نہیں۔ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کے حامل فقیروں کو اِس قدر قوت بخش رکھی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو مؤکلات اُنہیں علمِ کیمیا سکھا دیں یا برکتِ اسمِ اللہ ذات سے وہ سنگِ پارس لا دیں کہ جسے اگر لوہے سے مس کر دیا جائے تو لوہا فوراً سونا بن جاتا ہے لیکن اہل اللہ فقیروں کا دل قربِ الٰہی کے دائمی استغراق اور باطن میں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری کے باعث اِتنا مستغنی ہوتا ہے کہ وہ مراتبِ مؤکل، مراتبِ دنیا، اور مراتبِ کیمیا اور سنگِ پارس کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتے چاہے فقر و فاقہ سے خونِ جگر ہی کیوں نہ پی رہے ہوں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور اِس دنیا میں ہم نے اُن کے پیچھے لعنت لگا دی ہے۔'' درمِ دنیا کی محبت وجود میں جراثیم کی مثل ہوتی ہے جن سے مرضِ خطرات [1] لاحق ہو جاتا ہے اور سکون و قرار مٹ جاتا ہے۔ یہ بھی جان لے کہ طالب اللہ جب تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہوتا ہے تو تمام انبیا و اولیا و شہدا مومن مسلمان اور تمام اہلِ مراتب کی ارواح اُس کے پاس آ جاتی ہیں اور وہ ہر ایک سے مصافحہ اور ملاقات کرتا ہے۔ اولیا اللہ عارف باللہ فقرا ہمیشہ معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ'' میں غرق رہتے ہیں اور حضوری مجلس سے مشرف ہو کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں ہمیشہ حاضر رہتے ہیں۔ اِس قسم کے فقرا دنیا و آخرت میں لا یحتاج رہتے

---

[1]:۔ خطرات = خطرہ کی جمع ہے اور خطرہ دو قسم کا ہوتا ہے، (۱) خطرۂ نفسانی یعنی ممنوعہ لذات کا شوق، (۲) خطرۂ شیطانی یعنی کسی بھی گناہ و معصیت کا شوق۔

ہیں۔ فقیر کے پاس سات چابیاں ہوتی ہیں جن کی مدد سے وہ ایک طے سے دوسری طے تک ۱؎ اور ایک زندگی سے دوسری زندگی تک ۲؎ توحید کے سات مراتب طے کرتا ہے (جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:۔ ''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔'') اور سات تصور مع سات تصرف اور سات آیات مع سات حاضرات حاصل کرتا ہے جن سے ہر دو روشن رہتا ہے اور اُن سے وہ ہر دو جہان کا تماشا دیکھتا رہتا ہے۔ یہ مراتب اُس اہل شریعت کو حاصل ہوتے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حلقہ بگوش ہو کر غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور رازِ الٰہی پا کر ایسا عارف باللہ ہو جاتا ہے جس کو حسن پرستی، شراب نوشی اور آوازِ سرود ہرگز پسند نہیں آتی۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور انہیں قریب آنے والی اُس آفت کے دن سے ڈراؤ کہ جس دن غم زدہ دل گلوں تک آ جائیں گے، اس دن ظالموں کا کوئی ایسا دوست اور سفارشی نہ ہوگا جس کی سفارش مانی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے آنکھوں کی خیانت و چوری کو اور سینوں کے اندر مخفی رازوں کو۔'' سرود و حسن پرستی زنا کا بیج ہے اور شراب نوشی خیانت کا بیج ہے۔ الغرض! جو شخص علم کو پہچانتا ہے اور اُس پر باعزت طریقے سے عمل بھی کرتا ہے تو علم اُسے ''اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' ۳؎ کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ جو شخص کنہ و ماہیت اِسم اللہ ذات کو پہچان لیتا ہے اور اُسے حاصل بھی کر لیتا ہے تو اِسم

۱؎:۔ ایک طے سے دوسری طے تک = یعنی عالمِ ناسوت کی طیر سیر و مشاہدے کے بعد عالمِ ملکوت کی طیر سیر و مشاہدہ، اِس کے بعد عالمِ جبروت کی طیر سیر و مشاہدہ، پھر عالمِ لاہوت کی طیر سیر و مشاہدہ۔

۲؎:۔ ایک زندگی سے دوسری زندگی تک = یعنی تن کی زندگی سے من کی زندگی تک، من کی زندگی سے روح کی زندگی تک اور روح کی زندگی سے سِرّ کی زندگی تک......

۳؎:۔ ترجمہ = اہلِ علم کے بڑے درجے ہیں۔

اللہ ذات اُسے معرفتِ وحدانیتِ ذات تک پہنچا دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مرتبہ ''اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ'' ربوبیتِ معرفتِ وحدانیتِ اللہ ذات کی خاطر ہے۔ فقر و معرفت کی بنیاد اور ابتدائی مرتبہ یہ ہے کہ فقیر سب سے پہلے علمِ اکسیر[1] اور علمِ تکسیر[2] کو اپنے عمل میں لے آئے۔ جب ان دونوں علوم کو زیرِ عمل لانے سے اُس کا دل غنی ہو جائے تو ان کو چھوڑ دے۔ حضورِ حق سے ایسے فقیر کی پشت پناہی اہتمامِ جمعیت سے کی جاتی ہے۔

جو شخص ان سات مراتبِ حاضرات اور سات تصور و تصرفِ ذات کو نہیں جانتا اُس کی فقیری مثلِ پیغام[3] ہے اور وہ ناقص و ادھورا ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اِستغراقِ ربوبیتِ نورِ الٰہی کھلتا ہے۔ طالب اللہ کو اس کا ہر مطلب نورِ حضور سے دکھائی دینے لگتا ہے اور ظاہر باطن میں لوحِ محفوظ لوحِ ضمیر میں دکھائی دینے لگتی ہے۔ حاضراتِ تصورِ کلمہ طیب ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰـهِ'' سے ذکرِ پاک عنبر کھلتا ہے جو طالب اللہ کو دونوں جہان کی خوش بختی عطا کر کے ہر مطلب بہم پہنچاتا ہے۔ مرشدِ کامل طالبِ صادق کو ان سات چابیوں سے حاضرات کے سات تالے کھول دیتا ہے اور ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر طالبوں کو دونوں جہان کے جملہ مقصود و مطالب مثلاً تصرفِ ظاہری، تصرفِ باطنی، تصرفِ ازلی، تصرفِ ابدی، تصرفِ دنیا، تصرفِ عقبیٰ، تصرفِ غرق فنا فی اللہ، تصرفِ توحید اور

---

[1] :- علمِ اکسیر = حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا علم کہ جس سے طالب اللہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب و وصال اور مشاہدہ جمال حاصل ہوتا ہے۔

[2] :- علمِ تکسیر = علمِ دعوتِ قبور یعنی آیاتِ قرآن کے ذریعے اہلِ قبور کی ارواح اور جملہ ملائکہ اور جملہ غیبی لطیف مخلوق سے ملاقات و فیض یابی کا علم۔

[3] :- پیغام = فقیری کا زبانی دعویٰ۔

قربِ اعلیٰ واولیٰ کے ہر مرتبے کی معرفت کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ ایسے بے ریاضت و بے رنج راز و خزانے اُس سروری قادری مرشد سے حاصل ہوتے ہیں جو کامل ومکمل و اکمل و جامع اور مجموعۃ الفضل ومجموعۃ القرب ومجموعۃ الفقر ومجموعۃ المعرفت ومجموعۃ التوحید اور غرقِ نور ہو۔ایسا مرشدِ کامل لائق ارشاد ہوتا ہے ورنہ ناقص وخام مرشد طالبوں کے لیے راہزن ہوتا ہے۔

بیت:۔ ''اے باھوؒ! مردِ مرشد طالب اللہ کو ہر مقام پر پہنچاتا ہے لیکن ناقص مرشد صرف مال وزر کی طلب میں غرق رہتا ہے۔''

مرشدِ کامل سے طالب اللہ پر علمِ دعوت کھلتا ہے تو ایک ہی دم کے ذکرِ دعوت سے طالب اللہ انبیا واولیا اور اہلِ قبور کی ارواح کو قبض کر کے اپنے زیرِ عمل لے آتا ہے۔ دعوتِ اہلِ قبور کے عامل کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے رخصت و اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنا ہر کام ذکرِ دعوت سے سرانجام دیا کرے کیوں کہ ذکرِ دعوت وہ لازوال ذکر ہے کہ جو طالب اللہ کو دم بھر میں معرفت اللہ وصال تک پہنچا دیتا ہے، چنانچہ زبان سے متعلقہ امور اُس کی زبان سے ہونے لگتے ہیں یعنی وہ عاملِ قال اور عالمِ قال بن جاتا ہے، دل سے متعلقہ امور اُس کے دل سے ہونے لگتے ہیں یعنی اُسے معرفتِ احوال حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ عاملِ احوال بن جاتا ہے۔ اِسی طرح سِرّ کے کام سِرّ سے ،معرفت کے کام معرفت سے ،توحید کے کام توحید سے ،مشاہدے کے کام مشاہدے سے، نور کے کام نور سے، تجرید کے کام تجرید سے، تفرید کے کام تفرید سے اور حضوری کے کام حضوری سے ہونے لگتے ہیں۔اِس قسم کا عالم فاضل وفیض بخش عارف فقیر مرتبہ ''اِذَا تَمَّ

اَلْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ" [1] کا حامل اہل توحید فقیر ہوتا ہے یعنی قرب ذاتِ الٰہی تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ جو مرشد مقام پر مقام طے کراتا ہوا ہر ایک مقام طالب اللہ پر نہیں کھولتا اور طے پر طے کراتا ہوا ہر ایک مقام طے نہیں کرا دیتا تو سمجھ لو کہ وہ مرشد صاحب تقلید و صاحب طبقات ہے اور ہوائے نفس تک پہنچانے والا ہے، وہ فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بے خبر و دُور اور ہوائے نفس کا اسیر ہے۔

بیت:۔ "طالبانِ حق کے لئے یہی ایک نصیحت ہی کافی ہے کہ مردانِ خدا کی راہ حضوری و ہوشمندی کی راہ ہے۔"

طالبی و مرشدی کا مرتبہ حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ مرشدی و طالبی در اصل مشاہدہِ تجلیاتِ ذاتِ الٰہی کا مرتبہ ہے، اللہ کی نگاہ میں منظور ہونے اور حضوری مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اسرارِ عظیم تک پہنچنے کا مرتبہ ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس ۔ ہر وہ باطن جو ظاہر کے خلاف ہو باطل ہے۔

بیت:۔ "ذکر بھی دُوری کا نام ہے لہٰذا غرقِ نور ہو کر نگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں دائم منظور و حضور ہو جا۔"

اگر عارف باللہ ولی اللہ فقیروں کو باطن میں توفیقِ معرفت و یگانگی کی بدولت معرفت و رفاقتِ الٰہی کے عظیم مراتب اور شرفِ حضوری مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

---

[1]:۔ ترجمہ = " فقر جب کامل ہوتا ہے تو وہی اللہ ہوتا ہے۔" یعنی فقر کا کمال ہی استغراق فی اللہ ہے، اس مرتبہ پر صاحب فقر کی اپنی ہستی مٹ جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے یکتائی کے اُس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جہاں دوئی نہیں ہوتی اس لیے اُس کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اُس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، اُس کا سننا اللہ کا سننا، اُس کا چلنا اللہ کا چلنا اور اُس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔

سعادتِ کبریٰ حاصل نہ ہوتی تو راہِ باطن کے تمام راہی گمراہ ہو چکے ہوتے۔ اعمالِ ظاہری کی غرض و غایت باطن کی تکمیل و نکھار ہے نہ کہ پیٹ و نفس کو آسائش و لذاتِ دنیا کی بہم رسائی۔

بیت:۔ ''جس شخص کے دل کی نوری آنکھ کھل جاتی ہے اُسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور وہ غرور و تکبر سے پاک ہو جاتا ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''ہم تمہارے دوست ہیں حیاتِ دنیا میں بھی اور حیاتِ اُخروی میں بھی۔ اِس میں سے جو تمہارا جی چاہے اور جو تم طلب کرو وہ تمہارے لیے ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور تمہارا ہے اس میں سے جو تمہارا جی چاہے اور جس سے تمہاری آنکھوں کو لذت پہنچے اور تم اِس میں ہمیشہ رہو گے۔'' ظاہر و باطن کی راہ کا تعلق علم سے ہے۔ علم کے بغیر آدمی اللہ کی راہ میں نہیں چل سکتا کیونکہ جاہل آدمی خواہشاتِ نفس کا طالب اور شیطان کا مرید ہوتا ہے۔ جاہل نام ہے انجان کا جو اپنے افعال کی بدولت پریشان حال رہتا ہے کیونکہ جاہل آدمی گوبر خور کیڑے کی مانند ہوتا ہے۔ جہان بھر میں جاہل سے بدتر و خوار تر شخص اور کوئی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ علم و شریعت کی پیروی میں علما کا حلقہ بگوش ہو کر اُن کی متابعت اختیار نہیں کر لیتا۔ اَلغرض! ایمان کا سرمایہ علم ہے، علما کا راہنما علم ہے، دونوں جہان کی نعمت علم ہے، شیطان کا قاتل علم ہے، نفس امارہ کو مسلمان کرنے والا علم ہے، علم صحتِ جان ہے، علم آتشِ دوزخ کی ڈھال ہے اور علم سے ہی ظاہر و باطن میں اسرارِ قدرتِ سبحان کھلتے ہیں۔ ایک باعمل عالم کے نزدیک دولتِ علم سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی سے بہتر شے ہے۔ جو شخص علم شناس ہو کر اُس کی قدر جان لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے جس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ علم حق ہے کہ یہ حق تک پہنچاتا ہے۔ جسے

علم مقامِ روحانیت میں لے جاتا ہے وہ مرتبہ '' قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ '' لے کا عالم روحانی ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''علما انبیاؑ کے وارث ہیں۔'' ایسے علماء دمِ عیسیٰ کے مالک ہوتے ہیں جو جسدِ مردہ میں نئی زندگی ڈال دینے پر قادر ہوتے ہیں۔ یہ وہ صاحبِ قوت و باطن صفا عارف باللہ اولیا اللہ فقراء ہیں جنھیں مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ نہ میں غلط بیانی نہیں کرتا کہ اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اولیا اللہ فقیروں کو دمِ عیسیٰ سے بہتر مراتب حاصل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو جب '' قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ '' فرما کر مردے کو قبر سے اُٹھاتے تھے اور وہ زندہ ہو کر بولنے لگتا تھا تو اڑھائی گھڑی زندہ رہ کر پھر مر جاتا تھا لیکن اُمتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اولیا اللہ فقراء جب '' قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ '' کہہ کر قبرِ قالب سے مردہ دل کو زندہ کرتے ہیں تو دل تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہو جاتا ہے اور قلبی زبان سے اَللّٰہُ اَللّٰہُ پکارنے لگتا ہے، پھر قلب و قالب ہرگز نہیں مرتے حتیٰ کہ صاحبِ زندہ دل آدمی تمام مراتب سے گزر کر بہشت میں داخل ہو کر حیاتِ ابدی و سعادت دائمی سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ مرشد '' یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ '' یعنی دل کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا ہوتا ہے۔

ابیات :- (۱) ''اے باھُو! زندہ دل ذاکر اگر فوت ہو کر زیرِ خاک بھی چلا جائے تو ذکر اللہ کے باعث اُس کے جسم کی مٹی بھی زندہ رہتی ہے۔'' (۲) ''زندہ دل ذاکر کی قبر اُس کے لیے بہترین خلوت گاہ ہوتی ہے جہاں وہ وحدتِ حق میں غرق ہو کر مرتبہ حق الیقین پر فائز رہتا ہے۔''

لے :- ترجمہ = اُٹھ اللہ کے حکم سے

اگر تمام علما باعمل ہو کر سچ بولیں، روئے زمین کی تمام چیزوں میں سے صرف حلال چیزیں کھائیں، علم کو محض رضائے الٰہی ہی کی خاطر پڑھیں اور رضائے الٰہی ہی کی خاطر شاگردوں کو تعلیم دیں تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص زمین کو اپنے اڑھائی قدموں کی طے میں لے آئے اور ہمیشہ نمازِ پنجگانہ خانہ کعبہ میں سنت طریقے سے با جماعت ادا کرے تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص ہمیشہ حضرت خضر علیہ السلام کا ہم صحبت رہے اور ان سے علم کے دَور کرتا رہے تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص دورانِ بارش فرشتوں کو پانی کا ہر قطرہ ہتھیلی پر اُٹھا کر زمین پر رکھتے ہوئے دیکھے اور ہر فرشتے کا نام جانے اور توجہ باطنی سے اُسے پہچانے بھی تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اور اُن سے لے کر روزِ قیامت تک جملہ انبیا و اولیا اللہ صاحبِ مراتب مومن مسلمانوں کی ارواح سے ملاقات و مجلس و مصافحہ کرے اور تمام ارواح کے نام جانے اور ہر ایک کو پہچانے تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر روئے زمین پر موجود تمام اہلِ وِرد و وظائف، تمام اہلِ علمِ دعوتِ قبور اور تمام حفاظِ قرآن دن رات پوری پاکیزگی و طہارت کے ساتھ تلاوت قرآن کیا کریں تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص ذکر فکر و محاسبۂ نفس و جملہ مکاشفے کرتا رہے اور خَلقِ خدا کے ساتھ حسنِ خُلق سے پیش آتا رہے تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص عمر بھر طوافِ خانہ کعبہ کرتا رہے، اس سے کوئی حج نہ چھوٹے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں کبھی کوتاہی نہ کرے، نوافل پڑھنے سے کبھی فارغ نہ ہو، ہمیشہ قائم اللیل و صائم الدھر رہے، ہمیشہ صاحبِ ریاضت و صاحبِ تقویٰ رہے اور مسائل فقہ و تفسیر قرآن پڑھتا رہے تو اِس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص عمر بھر اللہ کی راہ میں جنگ کرتا رہے اور دارِ حرب میں

کافروں کو قتل کرتا رہے تو اس سے بہتر اور کیا چیز ہے۔ اگر کوئی شخص ساری دنیا کو اپنے قبضے میں لے کر دن رات راہِ خدا میں خرچ کرتا رہے اور سخاوت سے مسلمانوں کو نفع پہنچاتا رہے تو اس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص ظل اللہ بادشاہ بن کر مشرق سے مغرب تک تمام لوگوں کو عدل و انصاف مہیا کرتا رہے تو اس سے بہتر اور کیا چیز ہے؟ اگر کوئی شخص تماشائے ابد و احوالِ ہر دو جہان پشتِ ناخن یا کفِ دست پر دیکھا کرے تو اس سے بہتر اور کی چیز ہے؟ اگر کوئی شخص اوتاد و ابدال یا غوث و قطب بن کر عرش سے بالاتر ہزار مراتب یا تحت الثریٰ تک پھیلے ہوئے ہوائے نفس کے تمام مراتب طے کر لے تو اس سے بہتر اور کیا چیز ہے۔ یہ جملہ فتوحات درجات ہیں اور ان میں سے ہر ایک درجہ محض ایک سیڑھی ہے، البتہ تصورِ اسم اللہ ذات اور تصرف کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے ذریعے وحدانیت تک پہنچنا، معرفتِ الٰہیہ حاصل کرنا، نورانیتِ فنا فی اللہ میں غرق ہونا، منظورِ الٰہی ہونا اور مجلس سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری سے مشرف ہونا ان تمام درجات سے بہتر ہے۔ بیت:-

''ابتدا توحید ہو تو انتہا نور ہوتی ہے اور ذکر تصورِ مذکور سے ہو تو مغفور ہوتا ہے۔''

الغرض جو شخص فنا فی اللہ ہو کر مشاہدۂ نور میں غرق ہو جاتا ہے اُسے صاحبِ نور کہتے ہیں، ایسے صاحبِ نور کا بولنا نور، دیکھنا نور اور سننا نور ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحبِ نور کو تزکیہ نفس حاصل ہو جاتا ہے اور وہ نفسِ مطمئنہ بن کر نور ہو جاتا ہے، اُس کا قلب تصفیہ حاصل کر کے نور ہو جاتا ہے، اُس کی روح متجلی ہو کر نور ہو جاتی ہے اور اُس کا سِرّ اسرارِ ربانی کا مشاہدہ نما ہو جاتا ہے۔ قربِ خدا کی بدولت اُس کا تجلیہ ہو جاتا ہے۔ سر سے لے کر قدم تک وہ شخص صاحبِ نور ہوتا ہے کہ جس سے کارِ ناشائستہ سرزد نہیں ہوتے، جو

ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے اور جسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ صاحبِ نور کا نفس ہوتا ہے نہ قلب نہ رُوح نہ سِرّ نہ جسد الاجساد، بلکہ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مدِ نظر اور قیدِ مخلوق سے آزاد۔ یہ مراتب ہیں اُس صاحبِ نور کے کہ جس کا باطن ہے آباد۔ اہلِ نور ہے ایک نوادر ۱؎ جو ہر وجود پر ہے قادر۔

بیت:۔ ''اُس کے نفس و قلب و رُوح کا نام و نشان ہی مٹ گیا، وہ نور تھا اور غرق فنا فی اللہ ہو کر نور ہو گیا۔''

نورِ ذات کے یہ مراتب تصورِ اسمِ اللہ ذات و برکت و خاصیتِ اسمِ اعظم و نص و حدیث و آیاتِ قرآن و ذکر مذکور و کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی حاضرات سے حاصل ہوتے ہیں۔ آدمی ہرگز قیدِ نفس سے خلاصی نہیں پا سکتا اور نہ ہی شیطان پر غلبہ پا سکتا ہے جب تک کہ ترک و توکل اختیار کر کے دل کو دنیا سے سرد نہیں کر لیتا، نہ وہ مراتبِ طالبی پا سکتا ہے اور نہ ہی طلب میں مرد ہو سکتا ہے جب تک کہ کسی قادری جامع مرشد سے دست بیعت نہیں کر لیتا۔

ابیات:۔ (۱) ''رُخِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی زیارت سے تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور حضوریٔ غرق فنا فی اللہ بھی نصیب ہو جاتی ہے۔'' (۲) ''ذکر میں رجعت اور دعوت میں دیوانگی پائی جاتی ہے اور سکر و مستی خام خیالی و بیگانگی ہے۔'' (۳) ''اگر تو دائمی حضوری چاہتا ہے تو کسی زندہ دل اہلِ قبر کی ہم نشینی اختیار کر لے۔'' (۴) ''اے باھُو! خدارا تصورِ اسمِ اللہ ذات میں فنا ہونا سکھاوے۔''

۱؎:۔ اہلِ نور ایک عجوبہ ہے جو ہر قسم کی صورت و وجود سے بے نیاز ہوتا ہے تاہم اُسے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ جو چاہے اور جیسی چاہے صورت و جسم اختیار کر لیتا ہے۔

فقر میں معرفتِ الٰہی کے دو مراتب ہیں جنھیں اکبر و کبیر کہا جاتا ہے۔ اُن کی ابتدا و انتہا کا تعلق ظاہری اعمال اور وِرد و وظائف سے نہیں کہ اُن کی حقیقت بیان سے باہر ہے بلکہ اُن کا تعلق مشاہدۂ حضور اور توحید نور سے ہے جس کا انکشاف تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ہوتا ہے۔ یہ مراتبِ غرق فنافی اللہ ہیں جو تصورِ اسمِ اللہ ذات کی ظے میں آتے ہیں۔ اس قسم کے مراتب کو مراتبِ ناظر و مراتب حاضر کہا جاتا ہے۔ جو شخص اپنے مرشد کی کرم نوازی سے اِن مراتب کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اُنہیں اپنے تصرف میں لے آتا ہے تو باقی تمام مراتب اسمِ اللہ ذات کی حاضرات سے پل بھر میں ان دو مراتب سے کھل جاتے ہیں اور حاضراتِ اسمِ اللہ ذات محض اللہ تعالیٰ کے حکم، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور حضوریٔ توحید کے استغراق سے کھلتی ہیں۔ حضوری کا حصول بارگاہِ حضور سے ہوتا ہے۔ حکم و حضوری کے بغیر حاضراتِ اسمِ اللہ ذات نہ تو وجود میں تاثیر کرتی ہیں، نہ نفع دیتی ہیں، نہ باطن کھولتی ہیں، نہ نفس تابع ہوتا ہے، نہ دل ذوق پکڑتا ہے، نہ رُوح فرحت پاتی ہے، نہ سِر فیض بخش ہوتا ہے اور نہ وجود گلشن بہار دکھلاتا ہے۔ اور اگر سروری قادری مرشد کامل طالب اللہ کو حضوری بخش دے تو اُس کی آنکھ عین (حقیقتِ ذات) کو پا لیتی ہے اور پھر وجود میں غلطی و غلاظت و غصہ و غیبت و غمِ دنیا کی غین (غیریت) باقی نہیں رہتی۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس! اور وہ دونوں جہان سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت مشاہدۂ معرفت اور قربِ الٰہی میں غرق رہتے تھے اور مشاہدۂ توحید و نورِ حضور میں اُن کی محویت اس قدر تھی کہ دم بھر کے لیے بھی مشاہدۂ حضورِ ربانی سے فارغ نہیں ہوتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی لامحدود و بے انداز محبت کا درد اور آتشِ عشقِ توحید کی تپش انہیں ایک پل کے لیے بھی آسودہ نہیں ہونے

دیتی تھی اور گرانیٔ اِسمِ اللہ ذات کی تپش کے باعث فرمایا کرتے تھے کہ کاش! محمد کا رب محمد کو پیدا ہی نہ فرماتا! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)۔''

بیت:- ''یہ حقیقت مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں کہ اِسمِ اللہ ذات انتہائی قیمتی وانمول دولت ہے۔''

جو وجود اِسمِ اللہ ذات کے دریائے توحید میں غوطہ لگاتا ہے وہ اِس طرح غرق فنافی اللہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ مچھلی غوطہ زن ہو کر پانی میں گم ہو جاتی ہے۔

بیت:- '' اپنے جسم کو اِسمِ اللہ ذات میں اِس طرح گم کر دے کہ جس طرح بسم اللہ کے بسم میں الف گم ہے۔''

معرفتِ فقر وفنا و بقا و صفائے باطن کی حقیقت اور حقائق حق کو وہ شخص جان سکتا ہے جو باطل کو چھوڑ کر حق رسیدہ ہو چکا ہو مگر ہزاراں ہزار طالبوں اور مرشدوں میں سے کوئی ایک ہی جامع سروری قادری نکلتا ہے جو اللہ جل شانہٗ کی وحدت میں غرق ہو کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ملازم اور حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا غلام بنتا ہے۔

مدحتِ حضرت پیر دستگیر (رحمتہ اللہ علیہ)

شہنشاہِ جیلان شاہ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اُمتِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے شفیع ہیں۔ سبحان اللہ! اُن کے ربّ نے اُنہیں کیسی شاندار قدرت عطا کر رکھی ہے کہ سکندر بھی اُن کی غلامی کا دم بھرتا ہے۔ اے شاہِ جیلانؒ! افلاطون کو آپ کے علم کے سامنے اپنی لاعلمی کا اعتراف ہے، جہان بھر کے تاجدار آپ کے در کے گداؤں کے بھی گدا ہیں، یہ تاجداری اور یہ سلطانی آپ ہی کو زیبا ہے، اگر آپ چاہیں تو دم بھر میں شاہوں کو گدا کر دیں اور گداؤں کو شاہ کر دیں۔ اے غوثِ ربانی! کیسی عالیشان سلطانی ہے آپ کی کہ قیصر بھی آپ کا غلام ہے اور خاقان بھی آپ کے در کا بھکاری ہے۔ ایسی حشمت، ایسی شوکت، ایسی قدرت اور ایسی عظمت والا کوئی ہوا ہے نہ کوئی ہوگا۔ خدا کی قسم! آپ کا ثانی کوئی نہیں۔ کیا ناسوتی، کیا ملکوتی، کیا جبروتی اور کیا لاہوتی، سب آپ کے زیرِ قدم ہیں، آہا! کیسی عالیشان سلطانی ہے آپ کی۔ حقیقت آپ سے روشن ہوئی، طریقت آپ سے گلشن بنی، آپ آسمانِ شریعت کے چاند اور نورانی خورشید ہیں، گلشنِ صوفیا کے سرو ہیں، بزمِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع ہیں، حضرت علیؓ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے محبوب ہیں۔ اے دل! تُو اُن کا مرید ہو جا تاکہ تجھ پر اُن کا لطف و کرم مزید بڑھے اور تُو دیکھے کہ وہ کتنے اوصافِ حمیدہ کے مالک ہیں۔ پہلے اپنی زبان کو آبِ کوثر سے دھو کر پاک کر لے اور پھر محی الدین قدس سرّہ العزیز کا نام لے۔ اے شاہِ جیلان! جہان بھر کے بوڑھے، بچے، عورتیں اور مرد آپ کے مرید ہیں، خطاپوشی، عطاپاشی، دین بخشی اور جہانبانی آپ کا وصفِ خاص ہے۔ آپ شاہِ اولیا ہیں اور اولیا آپ کے در کے سوالی ہیں۔ مشائخ آپ کے

در پر سر جھکاتے ہیں اور آپ کی دربانی پر فخر کرتے ہیں۔ تمام دیو و ملائک و پریاں اور جن آپ کے تابع ہیں، آپ شہنشاہوں کے شہنشاہ اور اِنسانوں اور روحانیوں کے اِمام ہیں۔ آپ عبدالقادر ہیں اور ایسی قدرت کے مالک ہیں کہ کرم نوازی فرماتے ہیں تو پنہانی حاجات بھی دم بھر میں پوری فرما دیتے ہیں، دنیا میں دُرِ عدن بخشتے ہیں تو عقبیٰ میں جنت الماویٰ اِنعام فرماتے ہیں، رحمت فرمائیں تو بحرِ الطاف ہیں اور شفقت فرمائیں تو کانِ احسان ہیں۔ آپ کی دستگیری و دل پذیری میری جائے پناہ ہے، براہِ لطف و کرم مجھے گردابِ پریشانی سے رہائی دلا دیں، میرا جگر زخمی ہے، اندرون خستہ حال ہے، دل آپ کے لطف و کرم کا منتظر ہے، اِنتہائی احسان فرما کر میرا علاج فرمائیں اور دوا دیں۔ آپ کے مجھ جیسے ہزاروں غلام دنیا میں موجود ہیں لیکن میرے لئے آپ کے آستان کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں، آپ کی مرضی ہے کہ پناہ دے دیں یا دھتکار دیں۔ میرے پاس درد و غم وشدت کے سوا کچھ بھی نہیں، مجھے سینکڑوں قسم کی پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے، براہِ کرم مجھے اِن مصائب سے نجات دلا دیں۔ مَیں آپ کے در کا سوالی ہوں، آپ کے سوا میری دستگیری کرنے والا کوئی غم خوار نہیں ہے، مجھ پر نگاہِ رحمت فرمائیں کہ آپ مختارِ سبحانی ہیں۔ یہ عاجز بندہ آپ کے کوچہ میں آن گرا ہے، عجب نہیں کہ اِس ذرے کو خورشید بنا دیا جائے۔ اگر تُو قربِ ربانی چاہتا ہے تو درگاہِ میراںؒ کا کتا بن جا کہ درگاہِ جیلانی کے کتے کو شیروں پر شرف حاصل ہے۔"

جوابِ مصنف:۔"اُن کا ہر مرید انوارِ اِلٰہی کا فیض بخش آفتاب ہے جو طالبانِ مولیٰ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری بخش کر رازِ رحمت کا فیض عطا کرتا ہے۔ باطن صفا باھُو کہتا ہے کہ اُن کی بارگاہ میں پہنچ کر کوئی شخص بے نصیب نہیں رہتا۔" آپ کے مرید مرد ہیں، پُر درد ہیں اور اہلِ تجرید ہیں۔

ابیات:- (۱) ''عرش و کرسی اور لوح و قلم دل کے اندر سمائے ہوئے ہیں، جس نے دل کی حقیقت کو پالیا وہ غم و الم سے محفوظ ہوگیا۔ ''(۲) ''یہ مراتب و درجات محض ہوائے نفس اور بچوں کا کھیل تماشا ہیں، اِس کے برعکس راہِ وحدت واصل باللہ اور غرق فنا فی اللہ ہونے کی راہ ہے۔ ''(۳) ''وحدتِ نورِ حق غیر مخلوق ہے جب کہ طبقات کی طیر سیر کا تعلق مخلوق سے ہے۔'' (۴) ''جب تک کوئی شخص نورِ وحدتِ ذات میں غرق نہیں ہو جاتا، اہلِ حضور عارف کس طرح بن سکتا ہے؟'' (۵) ''بندے اور اللہ کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں مگر مردہ دل آدمی دیدارِ الٰہی کے لائق نہیں ہوتا۔'' (۶) ''حجابات اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی حاصل کرتا کہ تجھے امرِ کن کی حقیقت معلوم ہو جائے۔'' (۷) ''عارف باللہ فقرا کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اُن کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں اور اُن کا دل اللہ کا دل ہوتا ہے۔'' (۸) ''اُس صورتِ بے مثال کا تصور کوئی کس طرح کر سکتا ہے؟ البتہ جو اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے وہ اُس کے جمال کا دیدار کرتا رہتا ہے۔'' (۹) ''یہ فقیر باھُو محض رضائے الٰہی کی خاطر وحدتِ حق کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور طالبانِ حق کو بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچاتا ہے۔ ''(۱۰) ''جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضری کا اِنکار کرتا ہے، اُس بدبخت کی عاقبت مردُود ہے۔''

محض ظاہری اعمال اختیار کرنے سے آدمی کے دل سے نہ تو نفاق جاتا ہے اور نہ ہی دل کی سیاہی اور زنگار ختم ہوتا ہے جب تک کہ دل تصورِ اسمِ اللہ ذات اور عشق و محبت و معرفتِ الٰہی کی آگ میں نہ جلے اور ذکرِ خاص اختیار کر کے اخلاص قبول نہ کرے۔ ذکر کے بغیر دل کو نہ تو زندگی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی نفس مرتا ہے چاہے زندگی بھر قرآن کی تلاوت کی جائے یا مسائل فقہ کا مطالعہ کیا جائے کیونکہ دل کی صفائی صرف دائمی ذکر اللہ

ہی سے ممکن ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے:۔ ''اپنے رب کو پکارو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے۔'' جو شخص خطراتِ حواس خمسہ کے کاٹھ کباڑ کو تصورِ اسم اللہ ذات کی آگ میں نہیں جلا لیتا اور اپنے دل کو شوقِ الٰہی سے بھر نہیں لیتا، وہ طالب مردار ہے اور طالب مردار کے لئے دیدارِ الٰہی محال ہے۔ ایسے خام خیال آدمی کے لئے معرفت وصال ناممکن ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''الٰہی! میرا جام اپنے عرفان سے پُر کر دے اور مجھے چشمِ بینا و جانِ آگاہ [1] اور دلِ بیدار عطا فرما دے۔'' (۲) ''میرے حواس کے ہر ایک رونگٹے نے اپنی الگ راہ نکال رکھی ہے، براہِ کرم نوازی اس پریشان حال کو بزمِ وحدت میں پناہ دے دے۔'' (۳) ''ایک مدت سے تو نے مجھے گفتار کا غازی بنا رکھا ہے، اب مجھے روزگار کے علاوہ بے گفتار کردار بھی عطا کر دے۔'' (۴) ''ادھوری سخاوت اربابِ ہمت کا شیوہ نہیں، رخصتِ دیدار عطا کی ہے تو طاقتِ دیدار بھی عطا فرما دے۔'' (۵) ''جو شخص دنیائے مردار کی طلب میں غرق ہو جائے وہ دیدارِ الٰہی کا طلبگار کہاں ہو سکتا ہے؟ پس تو اپنے دفترِ دل سے غیر اللہ کا ہر نقش مٹا دے۔'' (۶) ''جب تک تو اپنی ہستی کو مٹا کر غرق فنا فی اللہ نہیں ہو جاتا اور خود کو اپنی خودی کے خول سے باہر نہیں نکال لاتا تو راہِ خدا کا راہنما نہیں بن سکتا۔''

جان لے کہ اہلِ توحید مرشدِ کامل مکمل اکمل دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک صاحبِ نظر جو طالبانِ حق کو ایک ہی نظر سے وحدانیتِ حق میں پہنچا کر نظرِ رحمت میں منظور کروا دیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو طالبانِ حق کو دعوتِ اہلِ قبور کی مدد سے یا حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات کی مدد سے یا سرورِ غلباتِ شوق سے بذریعہ باطنی توجہ مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں پہنچا دیتے ہیں۔

[1]:۔ جانِ آگاہ= ''روح'' جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے حقیقی تعلق سے باخبر ہو جاتی ہے۔

اِس قسم کے سلک سلوکِ حضوری کا تعلق رازِ عین ۱ سے ہے کیونکہ عین ۲ عین ۳ سے کھلتا ہے اور عین ۴ عین ۵ سے دکھائی دیتا ہے۔

بیت:۔ ''اے باھُو! جو شخص عین ۶ کو دیکھ لیتا ہے وہ عفوالعباد ۷ ہو جاتا ہے کہ عارفوں کا باطن عفو ۸ ہی سے آباد رہتا ہے۔ '' اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

یہ آیتِ کریمہ اُس وسیع دل کے طبقات کے بارے میں ہے جو فنا فی اللہ ذات ہو چکا ہو۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اَللّٰہ'' (اسمِ اللہ ذات) نور ہے آسمانوں اور زمین کا، اُس کے نور کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک طاق ہے، طاق میں چراغ رکھا ہوا ہے، چراغ ایک فانوس کے اندر ہے، فانوس گویا ایک ستارہ ہے چمکدار موتی جیسا، روشن ہے اُس بابرکت زیتون کے تیل سے جو شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے چاہے اُسے آگ نہ بھی چھوئے، نور پر نور چڑھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اُس نور سے فیض یاب ہونے کی توفیق اُسی کو دیتا ہے جسے وہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اور اللہ مثالیں دیتا ہے لوگوں کو سمجھانے کے لیے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔'' یہ آیات اولیاؒ کے بارے میں ہیں، ولی اللہ اُس شخص کو کہتے ہیں جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر رہے اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہے، جس کا دل ذکر اللہ کی بدولت صاف ہو چکا ہو اور جسے

۱:۔ رازِ ذاتِ حق تعالیٰ۔ ۲:۔ رازِ حقیقتِ ذات۔ ۳:۔ اسمِ اللہ ذات۔

۴:۔ جمالِ ذاتِ خداوندی۔ ۵:۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات۔ ۶:۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔

۷:۔ عفوالعباد = لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کر کے معاف کرنے والا۔

۸:۔ عفو = ایسی معافی جو انہیں حق تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی جو وہ دوسروں کے ساتھ روا رکھتے ہیں۔

تمام انبیا و اولیا اللہ سے مجلس و ملاقات نصیب ہو۔ وہ آیاتِ کریمہ یہ ہیں:- (۱) فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور اللہ کافی ہے ولی اور اللہ کافی ہے مددگار۔'' (۲) فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''تو اُن میں سے کسی کو اپنا ولی (دوست) نہ بناؤ جب تک کہ وہ راہِ خدا میں اپنا گھر بار نہ چھوڑ دیں۔'' (۳) فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور اگر تمہیں کسی قوم کی طرف سے فریب و دغابازی کا خوف ہو تو اُن کے عہد و پیمان اُن کی طرف اُلٹا دو برابری کی سطح پر، بے شک اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔'' تصورِ اسم اللہ ذات کی وجہ سے اولیا اللہ کے دلوں میں خوفِ خدا موجزن رہتا ہے۔

بیت:- ''اس ہیبت سے میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے کہ ان دو راہوں میں سے کون سی راہ پر میری منزلِ مقصود ہے؟''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''ایک گروہ اہلِ جنت کا ہے اور ایک گروہ اہلِ جہنم کا ہے۔'' آدمی کو چاہیے کہ دل کی آنکھ کھولے، ظاہری آنکھ کسی کام کی نہیں۔ عارف باللہ اولیا اللہ دل کی آنکھ سے دیکھا کرتے ہیں، ظاہری آنکھ تو بیل گدھے بھی رکھتے ہیں۔ چشمِ باطن کے مالک صرف مقربانِ حق، طالبانِ حق، طالبانِ مولیٰ، صاحبِ دیدارِ حق تعالیٰ اور صاحبِ مراتبِ حق الیقین ہی ہوتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے، ایک دائیں طرف والے، اُن کا تو کیا ہی کہنا؟ ایک بائیں طرف والے، وہ تو بڑے ہی خسارے میں چلے گئے اور ایک آگے والے، وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوئے ، اُنہیں آرام و آسائش کے باغوں والی جنت میں جگہ دی جائے گی۔ اُس گروہ میں زیادہ تر تو اولین ہی ہوں گے اور تھوڑے سے آخرین بھی ہوں گے، وہ جڑاؤ تختوں پر تکیے لگائے ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، اُن کے

گرد پھرتے ہوں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے، ہاتھوں میں کوزے و آفتابے و جام لئے ہوئے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے شراب بہتی ہوگی جس سے نہ تو اُنہیں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ مدہوش ہوں گے، اور اُن کے لئے اُن کی پسند کے میوے ہوں گے، پسندیدہ پرندوں کا گوشت ہوگا اور بڑی بڑی آنکھوں والی نایاب موتیوں جیسی حوریں ہوں گی، اور یہ صلہ ہوگا اُن کے نیک اعمال کا۔ اُس جنت میں وہ کوئی بے کار اور گناہ کی بات نہ سنیں گے بلکہ وہ ایک دوسرے کو سلام سلام کہتے ہوں گے۔ ’’صاحبِ ذکرِ روحانیت و غرقِ تصورِ اسم اللہ ذات نورِ ایمان سے مزین ہوتا ہے، وہ بظاہر صاحبِ شریعت اور بباطن عارف باللہ ہوتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:۔ (۱) ’’اور اِسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے آپ کی طرف اپنے امر کی جان (قرآن) کو وحی کیا۔ اِس سے پہلے آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور احکامِ شرع کیا ہیں؟ مگر ہم نے قرآن کی صورت میں ایک نور بھیجا تا کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں دین کا راستہ دکھا دیں۔ بے شک اے نبیؐ آپ صراطِ مستقیم کی طرف لوگوں کی راہنمائی فرماتے ہیں یعنی اُس اللہ کی طرف کہ جس کے قبضے میں ہے زمینوں اور آسمانوں کی ہر چیز۔ خبردار! سب امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔‘‘ (۲) ’’بلکہ جو کتابیں نزولِ قرآن سے پہلے موجود ہیں قرآن اُن سب کی تصدیق کرتا ہے اور اہلِ ایمان کے لئے قرآن میں ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت و رحمت ہے۔‘‘ (۳) ’’یہ لوگ اللہ کے علاوہ جن چیزوں کو کارساز سمجھ کر پکارتے ہیں وہ تو خود مخلوق ہیں۔‘‘

بیت:۔ ’’ اے بت پرست! شرک و کفر سے باز آ جا تا کہ تجھے وحدتِ الست تک رسائی حاصل ہو۔‘‘

جو شخص چاہتا ہے کہ مجھے دریائے وحدتِ الٰہی تک رسائی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل رہے اور سلطان الفقر (سلطان الفقر نورِ حق کی ایک فنا فی اللہ صورت ہے جسے اللہ تعالیٰ کا دائمی قرب ووصال اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے) کے ساتھ مجلس وملاقات نصیب رہے تو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ کم وبیش تیس کروڑ تیس لاکھ بال آدمی کے جسم پر موجود ہوتے ہیں اور ہر بال کے اندر شیطان کا ایک گھر، ہوائے نفس کا ایک قلعہ اور حواسِ نفس کی جڑ موجود ہوتی ہے اور دنیا ہر ایک بال کے اندر نفس و شیطان کی پرورش کرتی ہے اور لذتِ دنیا ہوائے نفس کو پانی کی طرح سیراب کرتی ہے۔ جو شخص اپنے دل سے دنیا کی محبت کو باہر نہیں نکال دیتا وہ نہ تو اللہ تعالیٰ کا قرب اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری پا سکتا ہے، نہ اُس کے ہر ایک بال اور قلب وقالب سے ذکر اللہ جاری ہو سکتا ہے، نہ اُسے فقر و معرفتِ الٰہی کی اصل فتح حاصل ہو سکتی ہے اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ووصال تک پہنچ سکتا ہے چاہے عمر بھر سنگِ ریاضت سے سر ٹکراتا پھرے یا کثرتِ تقویٰ ومجاہدہ سے پیٹھ کبڑی کر بیٹھے یا سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے، ترکِ دنیا کے بغیر وہ خدا سے جدائی وحجاب و تفریق کا شکار رہے گا اور دشمنِ خدا و دوستِ دنیا بنا رہے گا۔

ابیات :- (۱) ’’حصولِ مال وزر کی خاطر تُو کیوں درویشانہ لباس پہنتا ہے اور حصولِ زر ہی کی خاطر تُو کیوں ’’ چپ شاہ‘‘ بنا پھرتا ہے؟‘‘ (۲) ’’حصولِ زر کی خاطر تُو کیوں مخلِ عرفان بنا ہوا ہے اور حصولِ زر ہی کی خاطر تُو کیوں درویش کہلاتا ہے؟‘‘ (۳) ’’حصولِ زر کی خاطر یہ تیرا رونا دھونا کیسا اور حصولِ زر ہی کی خاطر یہ تیری صورت گری کیسی؟‘‘ (۴) ’’حصولِ زر کی خاطر یہ تیری خلوت نشینی کیسی اور حصولِ زر ہی کی خاطر یہ تیری خوش خیالی کیوں؟‘‘ (۵) ’’حصولِ زر کی خاطر تُو خدا فروشی کیوں کرتا ہے اور حصولِ

زر ہی کی خاطر تُو اِتنا واویلا کیوں کرتا ہے؟'' (۶) ''کیوں تُو حصولِ زر کی خاطر تعویذ گنڈا کرتا ہے اور کیوں تُو حصولِ زر کی خاطر تسبیح کرتا ہے؟'' (۷) ''حصولِ زر کی خاطر تُو کیوں علم حاصل کرتا ہے اور حصولِ زر ہی کی خاطر تُو کیوں دنیا کا وسیلہ پکڑتا ہے؟'' (۸) ''حصولِ زر کی خاطر تُو کیوں حکمرانی چاہتا ہے اور حصولِ زر ہی کی خاطر تُو کیوں ذکرِ قلبی اختیار کرتا ہے؟'' (۹) ''حصولِ زر کا تُو کیوں اِتنا منتظر رہتا ہے اور حصولِ زر ہی کی خاطر تُو کیوں ہر در کی خواری اُٹھاتا ہے؟'' (۱۰) ''باھُو کو ہرجائی زر کی ہرگز خواہش نہیں کہ وہ تو معرفت و وصالِ الٰہی میں غرق ہے۔''

یاد رکھ کہ دنیا چند روزہ متاع ہے اور آخر کار تجھے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونا ہے۔ یہ بھی یاد رکھ کہ دنیا متاعِ شیطان ہے اور اُس کا تارک صاحبِ مرتبۂ عرفان ہے۔ دم بھر کے لئے ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا دنیا کی ہزار بادشاہتوں سے افضل و بہتر ہے یاد رکھ کہ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم! وہ کون سی چیز ہے جو دنیا و آخرت میں قربِ حق تعالیٰ سے ہمکنار کرتی ہے اور وہ کون سی چیز ہے جو دنیا و آخرت میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ سے دُور کر کے ذلت و رسوائی سے دو چار کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا:- ''معرفتِ الٰہی اور فقر سے دوستی اختیار کرو کہ اس سے ہر دو جہان میں سرفرازی و فخر نصیب ہوتا ہے۔ اور دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھو کہ دنیا متاعِ شیطان ہے۔''

ابیات:- (۱) ''بدنسل، کینہ ور اور بے خبر کتے کے سوا اور کون ہے جو مردار کی طرف مائل ہوتا ہے؟'' (۲) ''طالبِ دنیا آدمی بظاہر کتنی ہی شان و شوکت اور عزت و عظمت کا مالک کیوں نہ ہو، بباطن کتے سے بھی کمتر و کمینہ ہوتا ہے۔'' (۳) ''اُس کتے کا

باطن غرور سے آلودہ رہتا ہے اور کمینگی اُس کے اخلاق سے ٹپکتی رہتی ہے۔ ’’(۴)‘‘سیرت کے لحاظ سے وہ ایک آدم نما درندہ ہے جو ہر وقت غضب و شہوت اور حرص و ہوا سے بھرا رہتا ہے۔ ’’(۵)‘‘سیم وزر اُس کے آرام و آسائش کا قبلہ ہے اور جانوروں کی طرح محض کھانا پینا اور سونا ہی اُس کا کام ہے۔ ’’(۶)‘‘ اُس کے رات دن غفلت میں گزرتے ہیں اور اُس کا دل بیوی بچوں میں بہلتا ہے۔ ’’(۷)‘‘نزع و موت کے غم کو وہ بھلا چکا ہے اور راہِ نجات سے غافل و بے پرواہ ہو چکا ہے۔ ’’(۸) ‘‘عام لوگوں کی طرح وہ ’’عالمِ من و تُو‘‘ میں غرق ہو کر دو بینی و دوئی کا شکار بنا ہوا ہے۔ ’’(۹)‘‘صاف دلی کی بات نہ وہ سنتا ہے اور نہ اس کی طرف دھیان دیتا ہے، تیرہ دِلی ہر وقت اُس کے چہرے پر چھائی رہتی ہے۔ ’’(۱۰)‘‘تیری زندگی ایک ہی دم پر استوار ہے اور تو ہے کہ اِس ایک دم کی خاطر جہان بھر کا طالب بن رہا ہے؟‘‘ (۱۱)‘‘ایک دم کی خاطر یہ کینہ و کبر و ریا؟ اور ایک دم ہی کی خاطر یہ حرص و ہوا؟‘‘ (۱۲)‘‘ایک دم کی خاطر یہ تمام شر و فساد؟ اور ایک دم ہی کی خاطر یہ تیری بے تکی خیال آرائی اور اجتہاد؟‘‘ (۱۳)‘‘حیف و افسوس ہے تیری دانش و طرزِ عمل پر کہ جس نے تیری چشمِ حق بین کو اندھا کر رکھا ہے۔ ’’(۱۴)‘‘دنیا خوار چیز ہے اور اُس کا انجام خوار تر ہے، صاحبِ نظر عارفوں کی نظر میں دنیا ملعون ہے۔ ’’(۱۵)‘‘حرصِ دنیا اور ریا کی وجہ ہی سے اِنسان دل گرفتہ ہوتا ہے لیکن جب حُبِ دنیا دل سے نکل جاتی ہے تو اِنسان محرمِ خدا بن جاتا ہے۔‘‘

جان لے کہ حصولِ دنیا کا خواہش مند بے حیا و منافق و بے ادب و ظالم کے سوا اور کوئی نہیں ہوتا کیونکہ دنیا ایسے ہی کمینوں کی پرورش کرتی ہے۔ دنیا کی اصل ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کا طالب ہمیشہ وہ آدمی بنتا ہے جو نفس کا مرید اور شیطان کا ساتھی ہو۔ یہی

وجہ ہے کہ طالبِ دنیا آدمی ہمیشہ حرص وحسد کی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔ فقیری ومفلسی و غنایتِ دل و ہدایتِ معرفتِ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کا خاصہ ہے جبکہ مال و دولت جمع کرنا اور اس پر فخر کرنا کافروں، ہندوؤں اور فرعون علیہم اللعنت کا کام ہے۔ جو آدمی فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے شرمائے اور اُس سے احتراز کرے لیکن مال و دولت جمع کرے اور اُس پر اترائے تو وہ مومن مسلمان کس طرح ہوسکتا ہے؟ دنیا اپنے چاہنے والے کا پیچھا اُس وقت تک نہیں چھوڑتی جب تک کہ اُسے دوزخ میں نہ پہنچادے ۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ‘‘مزید فرمایا گیا ہے :۔’’جو شخص روزمرہ کی ضروریات سے زیادہ کی طلب کرتا ہے اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔‘‘ معرفت وفقر طالب اللہ کو ہرگز نہیں چھوڑتے جب تک کہ اُسے لقائے الٰہی سے مشرف کر کے جنت میں نہ پہنچادیں۔پس ہر آدمی پر فرضِ عین اور سنتِ عظیم ہے کہ فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنائے اور حُبِ دنیا کو دل سے نکال دے۔

شرحِ مجلسِ محمدی

(صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

مراقبہ، ذکر فکر، مکاشفہ، محاسبہ، مقامات اور درجات کا بیان۔

جان لے کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے کھلنے والا اِستغراق معرفتِ توحید اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری دراصل نص واحادیث کی رُو سے تجلیاتِ نورِ ربانی ہیں جن کی تاثیر سے باطن سے باطل مٹ جاتا ہے، چنانچہ خطراتِ شیطانی و وسوسہ و وہماتِ نفسانی اور حوادثِ دنیا ئے پریشانی جیسا باطل دل سے ایسا غائب ہوتا ہے کہ دوبارہ سر نہیں اُٹھاتا۔ اللہ تعالیٰ کے کرم وکلماتِ شہادت وصدقِ ارادت سے بھرپور راہِ راستی کا سلک سلوک یہ ہے کہ جب طالب اللہ اشتغال اللہ شروع کرنے کا ارادہ کرے تو دونوں آنکھیں بند کرکے تفکرِ اسم اللہ ذات کا مراقبہ کرے لیکن اِس موقع پر اُسے چاہیے کہ تصورِ اسم اللہ ذات شروع کرنے سے پہلے مداخلتِ شیطانی وخطراتِ نفسانی کی راہ بند کرنے کے لئے پہلے تین مرتبہ "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھے، پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھے، پھر تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھے، پھر تین مرتبہ "سَلٰمٌ قَوْلًا مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ" پڑھے، پھر تین تین مرتبہ چاروں قل شریف پڑھے، پھر تین مرتبہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِا للّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" پڑھے، پھر تین مرتبہ " اَسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ" پڑھے، پھر تین مرتبہ کلمہ شہادت پڑھے، پھر تین مرتبہ کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھے اور اپنے آپ پر دَم کرے۔ اِس کے بعد اِسم اللہ

ذات (اَللّٰہُ) اور اسمِ سرورِ کائنات (مُحَمَّدٌ) صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تصور میں لائے، اِن دونوں اَسماء پر نظر مرکوز رکھتے ہوئے دریائے توحید معرفتِ الٰہی میں غوطہ لگائے اور غلباتِ ذکر اللہ میں غرق ہو کر اس آیتِ مبارکہ کے مطابق خود سے بے خود ہو جائے، کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور اپنے رب کا ذکر اتنے اِنہماک سے کر کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔'' اَلغرض جب تک طالب اللہ کا وجود چار ذکروں، چار مراقبوں اور چار فکروں سے برتن کی طرح پک نہیں جاتا وہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے قابل نہیں ہوتا پہلا ذکر ذکرِ زوال ہے جس کو شروع کرتے ہی جملہ اعلیٰ و ادنیٰ مخلوق ذاکر کی طرف رجوع کرتی ہے۔ بے شمار طالب مرید اِس ذکر کو اختیار کرتے ہیں لیکن آخر کار جب یہ ذکر اختتام کو پہنچتا ہے تو تمام طالب مرید رجعت کھا کر اِس ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور بیزار ہو کر پکار اُٹھتے ہیں کہ ایسے ذکر فکر سے ہماری ہزار بار توبہ ۔ صرف وہ طالبِ صادق اپنے حال پر قائم رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اِنتہائی معرفت و وصال میں غرق ہو۔ دوسرا ذکر ذکرِ کمال ہے جس کو شروع کرتے ہی فرشتے ذاکر کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں اور کراماً کاتبین کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے لشکر ذاکر کے اِرد گرد جمع ہو جاتے ہیں جو اُسے نیک و بد کے اِلہامات دیتے ہیں اور اُسے گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔ جب یہ ذکر مکمل ہو جاتا ہے تو تیسرا ذکر ذکرِ وصال کھل جاتا ہے جو ذاکر کو مجلسِ انبیاو اولیا میں پہنچا دیتا ہے۔اور جب یہ تیسرا ذکر ذکرِ وصال مکمل ہو جاتا ہے تو چوتھا ذکر ذکرِ احوال کھل جاتا ہے جس سے ذاکر تجلیاتِ نورِ ذات سے فیض یاب ہو کر مراتبِ فنا و بقا تک پہنچ جاتا ہے۔ اِن اذکار سے گزرنے کے بعد ذاکر کا وجود مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے لائق ہو جاتا ہے۔ لائق ارشاد سروری قادری جامع مرشد وہ ہے جو پہلے ہی روز طالب اللہ پر اِسم

اللہ ذات کے ذریعے اِنتہائے ذکرِ روحانی کھول دے اور طالب کو اُس کی خواہش کے مطابق ہر مقام و ہر مرتبہ و ہر انبیاؑ و اَولیا کی مجلس اور ہر مقصود تک پہنچا دے اور اگر غلباتِ ذکر کے ذریعے فنا فی اللہ بقا باللہ کے اِنتہائی مرتب پر پہنچائے تو اُس میں ایسا محو کرے کہ اُسے اپنی خبر رہے نہ مقامات کی۔ یہ وہ مراتب ہیں جو معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ ذات کی بے مثل و بے مثال ولازوال توحید میں پائے جاتے ہیں جہاں تجلیاتِ نورِ ذات کی مثال نہیں دی جا سکتی اَلغرض جب طالب اللہ کمالیت کی اِس اِنتہا کو پہنچتا ہے تو ذکر فکر و مراقبہ و کشف القلوب و کشف القبور اور تصور و تصرف پر قادر ہو جاتا ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری میں پختہ و قوی ہو جاتا ہے، تمام صحابہ کرام و تمام اصحابِ کبار و تمام انبیاؑ و تمام اَولیا کی ارواح سے ہم کلام ہو کر اُن سے نص و حدیث اور علمِ کلام کے بارے میں باہمی گفتگو کرتا ہے اور اُن سے واقف ہو کر اُن کی محافل میں آتا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھتا ہے کہ اِس مقام پر اُس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی قسم کا شیطانی حجاب باقی نہیں رہتا۔ وہ مراتبِ علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین طے کر کے صاحبِ حصول الوصول عارف باللہ فقیر بن جاتا ہے۔ ایسے صاحبِ باطن عارف باللہ فقیر کو پڑھنے پڑھانے کی حاجت نہیں رہتی اور نہ ہی اُسے کوئی آرزو ستاتی ہے کیونکہ وہ ظاہر باطن میں حق کو پا لیتا ہے، حق رسیدہ ہو جاتا، غرق بحق ہو جاتا ہے اور باطل سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ عارف باللہ فقیر آنکھوں کا اندھا نہیں ہوتا اور نہ ہی اُس سے معرفتِ الٰہی کی راہ پوشیدہ رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ’’جو شخص اللہ کو پہچان لیتا ہے اُس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔‘‘ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص مجلس نو (۹) مقامات پر ہوتی ہے، ہر مقام کی مجلس اپنے مرتبے کے لحاظ سے ایک کامل مجلس ہوتی ہے۔ پہلی مجلس مقامِ ازل میں ہوتی

ہے، دوسری مقامِ ابد میں، تیسری مدینہ شریف میں روضہ مبارک کے حرم میں، چوتھی خانہ کعبہ کے اندر یا حرم کعبہ یا جبلِ عرفات میں کہ جہاں لبیک اور دعائے حج قبول ہوتی ہے، پانچویں عرش پر، چھٹی مقامِ قابَ قوسین میں، ساتویں بہشت میں کہ جہاں سے اگر کچھ کھا پی لیا جائے تو عمر بھر بھوک پیاس نہیں لگتی اور نہ ہی نیند آتی ہے، آٹھویں حوضِ کوثر پر کہ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ مبارک سے شرابا طہورا پلاتے ہیں جس سے وجود پاک ہو جاتا ہے اور مقامِ ترک وتوکل وتوحید وتجرید وتفرید وتوفیق ورفاقتِ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے اور نویں مجلس اُس مقام پر ہوتی ہے جہاں طالب مولیٰ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو کر انوارِ ربوبیت میں غرق ہوتا ہے۔ جو شخص مقامِ معرفتِ فقر میں اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے وہ بقاباللہ کے اِنتہائی مقام کو پالیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔'' جو شخص اِن نو (۹) مجلسوں میں سے کسی ایک مجلس میں پہنچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طلبِ دنیا یا اہلِ دنیا کا سوال کر بیٹھے تو وہ اِس مرتبہ محمود سے گر کر مردود ہو جاتا ہے۔

بیت:۔ ''میرا جسم یہاں ہے مگر جان حضورِ حق میں ہے، عارفوں کو یہ مرتبہ خاص نور کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔''

اَلغرض! جب عارف باللہ اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کی روح فرحت یاب ہو جاتی ہے اور نفس مردہ ہو کر نیست ونابود ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ سالکوں، کاملوں اور حق شناس عارفوں کی راہ یہ ہے کہ کاملین کے نزدیک اِبتدا اور اِنتہا ایک ہو جاتی ہے، بھوک اور سیری ایک ہو جاتی ہے، اُن کا کھانا مجاہدہ ہوتا ہے اور اُن کا سونا حضوریٔ خاص کا مشاہدہ ہوتا ہے، اُن کی مستی ہوشیاری ہوتی ہے اور ان کی نیند بیداری ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے خواب

خیالات کی پیداوار ہوتے ہیں اس لئے اُن کے خواب محض خیالات ہی ہوتے ہیں اور بعض کے خواب وصال پر مبنی ہوتے ہیں اِس لئے اُن کے خواب مکمل وصال ہوتے ہیں۔ اِن مراتب کو بدخصال و مردہ دِل لوگ کیا جانیں؟ معرفتِ اِلٰہی کی راہ میں مستی خام مرتبہ ہے اور بندگی و عبادت سعادت و کمال کا مرتبہ ہے۔ مردوہ ہے جو مستی و خواب میں باشعور رہتے ہوئے ذکرِ مذکور میں مشغول رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''میری آنکھ سوتی ہے لیکن میرا دِل نہیں سوتا۔'' صاحبِ تصور و تصرف مرشد کامل طالب اللہ کو ذکر فکر بخشتا ہے اور حاضراتِ اِسم اللہ ذات و کلید کلمہ طیبات اور اسمِ اعظم کی برکت سے حضوریٔ معرفتِ اِلاَّ اللّٰہُ اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے جملہ نو (۹) مقامات اور قرآن مجید کی ہر ایک آیت کی برکات کھول دیتا ہے اور اُسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ اعمالِ ظاہری کا ہر ایک سلک سلوک چراغ کی مثل ہے جبکہ حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات سے حضوری کا سلک سلوک آفتاب کی مثل ہے۔ جب نورِ توحیدِ ذات کا آفتابِ تجلیٰ طلوع ہوتا ہے تو دِل روشن ہو جاتا ہے اور جب اِسم اللہ ذات کا نور لوحِ ضمیر پر نازل ہوتا ہے تو صاحبِ لوحِ ضمیر علمِ معرفتِ اِلٰہی اور مقامِ حیّ قیوم کے تمام علوم کا حافظ ہو جاتا ہے اور اُس پر معرفتِ توحید کا ہر ایک مقام منکشف ہو جاتا ہے اور وہ لوحِ محفوظ پر مرقوم تمام علوم کا عالم ہو جاتا ہے کیونکہ لوحِ ضمیر جب اِسم اللہ ذات کے نور سے روشن ہوتی ہے تو آئینہ بن جاتی ہے اور حضوری مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی برکت سے لوحِ محفوظ پر مرقوم ہر علم و ہر حقیقت لوحِ ضمیر کے آئینے میں نظر آنے لگتی ہے اور لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا تمام کلامِ اِلٰہی لوحِ ضمیر پر دکھائی دینے لگتا ہے اور وہ لوحِ محفوظ اور لوحِ ضمیر پر نظر آنے والے علوم و کلامِ اِلٰہی کا باہمی مقابلہ کرتا ہے، اگر مقابلے میں کلامِ اِلٰہی

ظاہر و باطن میں ایک جیسا ہو اور اُس کا ہر ایک حرف اللہ تعالیٰ کی نظر میں عظمت و کرم و شرف کا حامل ہو تو ٹھیک اور درست، ورنہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر عرش و کرسی و لوحِ محفوظ پر نہیں بلکہ اُس شخص کی لوحِ ضمیر پر ہوتی ہے جو اپنے نفس پر امیر اور صاحبِ طاعت و بندگی ہو کیونکہ زندگی بے بندگی شرمندگی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- '' مَیں نے اِنسانوں اور جنوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ '' یعنی اپنی معرفت و وصال کے لئے پیدا کیا ہے۔ جو دل ذکر اللہ میں جنبش کرتے ہوئے نورِ الٰہی کے مشاہدہ و حضوری میں آجاتا ہے اُس پر معرفتِ الٰہی کھل جاتی ہے اور وہ خانہ کعبہ یا عرشِ اکبر کے گرد طواف کرتا ہے یا خانہ کعبہ و عرشِ اکبر اُس کا طواف کرتے ہیں اور یہ اس آیت کریمہ کے مطابق ہے :- ''یہ قرآن اُس ذات پاک کا نازل کردہ ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے، وہ بڑا مہر والا ہے، اُس نے اپنی شان کے مطابق عرش پر استوا فرمایا ہے، اُسی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ زمین و آسمان کے بیچ میں ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ اگر تو بات کو پکار کر کہے تو وہ بھید کو بھی جانتا ہے جو اُس سے بھی پوشیدہ تر ہے، اللہ وہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی جائز نہیں اور اُسی کے ہیں سب اچھے نام۔ '' اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی بھی اِسم مبارک کو اپنے تصور و تصرف میں لاتا ہے تو اُس کی تاثیر اُس کے دل سے سیاہی و زنگار کی کدورت کو دُور کر دیتی ہے اور اُس کا دل پاکیزہ ہو کر معرفتِ الٰہی کے نور سے موصوف و مکشوف ہو جاتا ہے، اِس طرح کا بے زنگار اور ذکرِ پروردگار سے پُر نور دل نگاہِ الٰہی کے لائق ہوتا ہے اور ایسا پُر نور صاحبِ دل آدمی '' اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ '' [1] کے مرتبے کا روشن ضمیر فقیر ہوتا

[1] :- ترجمہ = جب فقر اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

ہے جسے بارگاہِ رب العزت سے الہام آتے ہیں اور جسے ہر سوال کا جواب اپنے دل سے ملجاتا ہے لیکن اس مقام پر بھی مغرور نہ ہو جانا اے طالب ِخام کہ یہ بھی مبتدی طالب کا مقام ہے ۔مصنف کہتا ہے :۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو دعویٰ تو کرتے ہیں فنافی الشیخ ہونے کا مگر ہوتے ہیں فنافی الشیطان، یعنی اپنے شیخ کی صورت پرستی میں مست ہوتے ہیں اور حسن وسرود کے سہارے دم بستہ ہو کر بطورِ تقلید دم کشی کرتے ہیں۔ (یاد رکھیے کہ) اسی ذکر، اسی حبس اور اسی دم سے وحدتِ ذات کی حضوری کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے جو ذکر اللہ سے آتا جاتا ہے۔ یہ اہل سرود مقلدین ہرگز غرقِ توحید نہیں ہو سکتے چاہے یہ ذکرِ دم کریں یا ذکرِ قلب، ذکرِ رُوح کریں یا ذکرِ سرّ، ذکرِ حق کریں یا ذکرِ انا، ذکرِ سلطانی کریں یا ذکر قربانی، ذکرِ حامل کریں یا ذکرِ جہر، ذکرِ منور کریں یا ذکرِ وجد، ذکرِ غرق کریں یا ذکرِ شوق، ذکرِ جلالی کریں یا ذکرِ جمالی، ذکرِ مشاہدہ کریں یا ذکرِ حضوری و ذکرِ قرب، ذکرِ فنا کریں یا ذکرِ بقا، ذکرِ حیّ کریں یا ذکرِ قیوم۔ ان جملہ اذکار میں سے کوئی ذکر بھی قابل اعتبار نہیں جب تک کہ ذاکر کو معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کی حضوری، قربِ اللہ کی حضوری اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں نہ پہنچا دے۔ ذکر اللہ ذاکر کے وجود کو خاص پاکیزگی عطا کرتا ہے اور اُسے نفس وشیطان اور حوادثِ دنیا کی پلیدی سے پاک رکھتا ہے اور مشاہدۂ حضوری بخش کر بے انداز لذتِ ربانی مہیا کرتا ہے۔ جو ذاکر ان صفات سے متصف نہیں وہ جھوٹا، مقلد اور ریا کارِ مطلق ہے۔ ذاکر کا بھلا سرود وریا سے کیا کام؟ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا پاک نام سرود کے ساتھ بلند آواز میں گا گا کر اور تالیاں بجا بجا کر لیتے ہیں وہ مطلق کافر ہیں۔ مرشد کو صاحبِ شریعت ہونا چاہیے کہ مرشد ہوتا ہی وہی ہے جو شریعت کو زندہ کرے اور بدعت کو مٹائے، دل کو زندہ کرے اور نفس کو مارے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو دعویٰ کرتے

ہیں کہ ہم ہیں فنا فی اِسم مُحَمَّد محمود صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مگر ہوتے ہیں مردہ دل مردے، طالب شرب وجیفہ مردود۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ہیں فنا فی اِسم اللہ ذات آزادمگر ہوتے ہیں اہل بدعت فتنہ پرور مایہ فساد مقامِ فنا فی الشیخ یہ ہے کہ جوں ہی طالب اللہ اپنے شیخ کی صورت کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو اُسی وقت صورتِ شیخ حاضر ہو کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور اُسے معرفتِ الٰہی عطا کر دیتی ہے یا اُسے مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں پہنچا دیتی ہے۔ ایسے شیخ کو ''یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ'' (یعنی دل کو زندہ کرنے والا اور نفس کو مارنے والا) کہتے ہیں۔ مقامِ فنا فی اِسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ ہے کہ جب کوئی شخص اِسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تصور و تصرف میں لاتا ہے تو بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک لطف و کرم فرماتے ہوئے ارواحِ اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں حاضر ہو جاتی ہے اور صاحبِ تصور سے فرماتی ہے کہ ''میرا ہاتھ پکڑ لو۔'' صاحبِ تصور جونہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ پکڑتا ہے اُس کی چشمِ دل نورِ معرفت سے روشن ہو جاتی ہے اور وہ لائق ارشاد بن جاتا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے فرماتے ہیں کہ اب تم خلقِ خدا کی امداد و راہنمائی کرو۔ لہٰذا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے مطابق طالبانِ مولیٰ کو دست بیعت کرتا ہے اور تعلیم و تلقین سے اُن کی تربیت کرتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' مجھے حیرت ہوتی ہے اُن احمق لوگوں پر کہ جنھوں نے نورِ معرفت حاصل کر کے لذتِ باطن نہیں چکھی اور '' فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ '' ۱؎ کی بجائے '' فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ '' ۲؎ کا رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ مقامِ فنا فی اِسم اللہ ذات یہ ہے کہ جب کوئی شخص اِسم اللہ ذات کو

۱؎:۔ ترجمہ = دوڑو اللہ کی طرف۔ ۲؎:۔ ترجمہ = دوڑو اللہ سے دور۔

اپنے تصور میں لاتا ہے تو اسم اللہ ذات کی تاثیر اُسے معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" بخش دیتی ہے اور اُس کا دل غیر ماسویٰ اللہ کے ہر نقش سے پاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص اِس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ دریائے توحید سے معرفتِ الٰہی کا جام پی لیتا ہے اور سر سے قدم تک لباسِ شریعت پہن لیتا ہے اور ہمیشہ شریعت کے متعین کردہ اعمالِ صالحہ کی بجا آوری میں کوشاں رہتا ہے اور معرفتِ الٰہی کے جو رموز اُس پر منکشف ہوتے ہیں اُنہیں جاہل و احمق لوگوں پر ہرگز ظاہر نہیں کرتا اور نہ ہی اُن کی تشہیر کر کے خود فروشی کرتا ہے۔

بیت:- " جب تک تو خود کو خَلقِ خدا سے پوشیدہ نہیں رکھے گا، عارف باللہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ خود فروشی کرنے والے ہرگز عارف نہیں ہو سکتے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- "جس شخص کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اُسے خَلقِ خدا سے میل جول اچھا نہیں لگتا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- " فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا سرمایہ ہے۔" اکثر اوقات کافر و کاذب و منافق لوگ بآوازِ بلند کہہ دیا کرتے تھے کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا آپ فقیر ہو گئے ہیں؟ آپ اُن کے جواب میں فرما دیا کرتے تھے کہ ہاں! فقر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے باعثِ فخر ہے کہ فقر اللہ سے یگانہ اور خَلقِ خدا واہل ہوا سے بیگانہ کرتا ہے۔

ابیات:- (۱) "جسے خالق پسند کرے اُسے مخلوق ناپسند بھی کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔" (۲) "جسے خداوند تعالیٰ جانتا ہے اُسے انبیاً و ملائکہ بھی جانتے ہیں اور باطن صفا اولیا و علماً بھی جانتے ہیں۔" (۳) "ہوائے نفس کی وجہ سے اگر جاہل لوگ اُسے نہیں پہچانتے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں کہ رشوت خور و ریا کار اندھے بھلا اُسے کہاں پہچان سکتے ہیں؟" (۴) "اللہ تعالیٰ نے فقر کو اپنے قرب و وصال کی عزت سے نواز رکھا ہے اِس لئے

عاشقانِ الٰہی رات دن دولتِ فقر سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ '' فقر کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز سے غرض نہیں۔ ''

بیت :۔ '' فقر کو اہل دنیا اور سیم و زر سے رغبت رکھنے سے حیا آتی ہے کیونکہ اہل دنیا محض ریچھ و کتے ہیں جنہیں دولت فقر کی خبر ہی نہیں۔''

اولیا اللہ فقرا کی جان چاہے بھوک اور فقر و فاقہ سے لبوں پر ہی کیوں نہ آجائے وہ لایحتاج ہی رہتے ہیں اور اپنے خلوت کدہ میں بھوک و افلاس سے مر ہی کیوں نہ جائیں اہل دنیا کے دروازے پر ہرگز نہیں جاتے اور اگر اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے محض رضائے الٰہی کی خاطر مسلمانوں کے فائدے کے لیے اہل دینا کے دروازے پر جاتے بھی ہیں تو انہیں جمعیت بخشتے ہیں اور مقام ظلم سے نکال کر مقامِ خوف میں لے آتے ہیں۔ فقیر کا کوئی کام بھی حکمتِ الٰہی سے خالی نہیں ہوتا کیونکہ فقیر حکیم ہوتا ہے اور حکیم اُسے کہتے ہیں جو پہلے علم حاصل کر کے عالم بنتا ہے اور عالم اُسے کہتے ہیں جو علم کی ہر اچھائی کو قبول کرتا ہے اور برائی کو رد کرتا ہے۔ اچھائی حق ہے اور برائی باطل ہے۔ پس فقر حق ہے اور دنیا باطل ہے۔ جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حضوری کی نماز پڑھتا ہے اِس لیے اُسے ظاہری نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں تو وہ جھوٹ بکتا ہے کیونکہ جب بھی فرض نماز کی ادائیگی کا وقت قریب آتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی مجلس میں حاضر عارفوں کو حکم فرماتے ہیں کہ جاؤ اپنے علاقے میں جا کر اپنے وقت کی نماز باجماعت ادا کرو۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو اُن سے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کا مرتبہ سلب کر لیا جاتا ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''میں دل کے اندر کے کعبہ کو دیکھ دیکھ کر اُس پر فدا ہوتا رہتا ہوں اور دل کے مدینہ میں ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مجلس رہتا ہوں۔'' (۲) ''خلقِ خدا میرے ظاہر کو دیکھ کر مجھے اپنا ہم مجلس سمجھتی ہے جبکہ باطن میں میں ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مجلس ہوتا ہوں کہ عارفوں کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے یعنی وہ ہمیشہ صاحبِ وصال رہتے ہیں۔''

طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ وہ عالم فاضل ہو اور ظاہر باطن میں ہوشیار رہتے ہوئے ہر علم سے باخبر رہے کہ ایسا ہی طالب مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور معرفتِ پروردگار کے لائق ہوتا ہے ورنہ ہزاراں ہزار جاہلوں کو بیک نظر دیوانہ کر دینا کون سا مشکل کام ہے؟ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ظاہر باطن میں امتحان کے بغیر طالب مرشد کا فرمانبردار ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ طالبِ مولیٰ بنتا ہے اور اگر وہ باطن میں مرشد سے مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری، اِستغراقِ نورِ معرفت اور مشاہدۂ قربِ اللہ حضور حاصل کر لیتا ہے تو بے شک وہ صاحبِ یقین طالبوں میں سے اعلیٰ و اولیٰ درجے کا طالب ہے۔

شرحِ مجلسِ صحیح

جان لے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہر خاص و عام اُمتی کو فیض معرفت الٰہی کے خزانے بخشنے والے ہیں اور اپنے خاص لطف وکرم سے ہر دو جہان پر مہربانی فرمانے والے ہیں۔ اُس شفیع الامم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت بہت بڑی خوش بختی اور شادمانیٔ ایمان ہے۔ یاد رکھیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیدا فرمایا ہے، شیطانِ لعین کی کیا مجال کہ وہ خود کو ہادی کہلوائے؟ شیطان تو اسم اللہ ذات، اِسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، تلاوتِ قرآن، بیان مسائل فقہ، تفسیر قرآن، رحمتِ الٰہی کہ نگاہِ عارفاں رحمتِ الٰہی کی نگاہ ہوتی ہے اور وِردِ لاحول سے اس طرح دُور بھاگتا ہے جس طرح کہ کافر دینِ اسلام سے۔ پس معلوم ہوا کہ بے دین لعین منافق بے یقین ہوتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام سن کر خوش اور شادمان نہیں ہوتا اور پورے یقین کے ساتھ حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نہیں مانتا۔ معلوم ہوا کہ اُس خبیث کا یقین دینِ ابلیس پر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ’’مجھے اگر کوئی خوف ہے تو اپنی اُمت کے ضعفِ یقین کا ہے۔ ‘‘پس جو شخص حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کا مومن مسلمان ہوسکتا ہے؟ وہ جو بھی ہے جھوٹا و بے دین ومنافق ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ’’جھوٹا آدمی میرا اُمتی نہیں ہے۔‘‘ یعنی وہ بدبخت بے یقین آدمی ابلیس لعین کے تابع ہے۔ حیاث النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اعتقاد کا سبق اہل عرب سے سیکھو کہ وہ حرمِ پاک میں روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے دروازہ پر آکر اِلتماس کرتے ہیں:۔ ’’اے سید الابرار نبی اللہ صلی اللہ علیک و

آلہٖ وسلم بارگاہِ الٰہی سے ہمارا فلاں کام کروا دیں۔'' اور اُن کے سوال کا جواب اُنہیں مشرو حاصل جاتا ہے اور اُن کے یقین و اعتبار کے باعث اُن کا کام بھی ہو جاتا ہے۔ جسے حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا اعتبار نہیں وہ ہر دو جہان میں ذلیل و خوار ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ شخص مردہ سمجھتا ہے جس کا دل مردہ ہو اور اُس کا سرمایہ ایمان و یقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی پرکھ اور آپ کی خاص الخاص صحبت کی سات نشانیاں ہیں۔ اول یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود مبارک سے مشک سے بڑھ کر معطر خوشبو آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بھیدوں میں سے یہ ایک بھید ہے کہ آپ کے وجود مبارک میں نفس امارہ نہیں تھا اور نہ ہی آپ کے وجود میں حسد و حرص و طمع و ہوا پائی جاتی تھی۔ دوم یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غرق فنا فی اللہ تھے۔ آپ کو آپ کے والد صاحب کے آب منی سے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جبرائیل علیہ السلام نے جنت سے ایک درخت کا میوہ لا کر کھلایا تھا جس کا نام شجرۃ النور ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود پاک سے اُسی شجرۃ النور کی خوشبو آتی ہے، یہ خوشبو آپ کے سر سے لے کر قدم تک تمام وجود سے آتی ہے اور جہان بھر میں مشہور ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور شخص کے وجود کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ آپ کے وجودِ پاک جیسی خوشبو دے سکے چاہے عمر بھر ظاہر باطن میں وہ آپ کا ہم مجلس و ہم صحبت ہی کیوں نہ رہے۔ آپ کی صحبت کی تاثیر یہ ہے کہ جو شخص ہمیشہ باطن میں آپ کی مجلس میں حاضر رہتا ہے اُس کا دل ظاہر میں بھی ہمیشہ غنی رہتا ہے۔ اِس کے علاوہ آپ کی مجلس کی حضوری کے حالات یوں ہیں کہ جب آپ ظاہر میں نفسانی لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے نفسانی وجود کے ساتھ اُن سے گفتگو فرماتے ہیں اور جب آپ باطن میں روحانیوں سے ملاقات کرتے ہیں تو

اپنے روحانی وجود کے ساتھ اُن سے ہم کلام ہوتے ہیں اور جب آپ اپنے لب مبارک ہلاتے ہیں تو اہلِ تحقیق عبرت وحیرت میں ڈوب جاتے ہیں کیونکہ نفسانی بندہ سمجھتا ہے کہ آپ اُس سے مخاطب ہیں اور روحانی سمجھتا ہے کہ آپ اُس سے ہم کلام ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں کیونکہ آپ نے اپنے وجود میں نفس کو فنا کر رکھا ہے جس سے نفس کا یار شیطان بہت پریشان ہے، جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :- ''مَیں تیس سال سے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوں لیکن نفسانی لوگ سمجھتے ہیں کہ مَیں اُن سے ہم کلام ہوں اور روحانی سمجھتے ہیں کہ مَیں اُن سے مخاطب ہوں۔''

بیت :- ''اے باھُو! ہر جسم کے اندر ایک اور جسم پایا جاتا ہے اور ہر جسم ایک الگ راز، الگ حقیقت اور الگ آواز رکھتا ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ عارفوں کے مراتب سانپ سے کمتر نہیں ہوتے کہ سانپ اپنی جلد کے نیچے ایک اور جلد تیار کرتا ہے اور پھر اپنی جلد سے باہر نکل آتا ہے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عارف اولیا اللہ کو جو تو ہر منزل و ہر مقام پر موجود پاتا ہے تو یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے نوری وجود کی بدولت ہر جگہ و ہر مقام پر حاضر ہو جاتے ہیں، یہ محض جنونیت و شیطانیت و جہولیت کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ جمعیتِ جمالیت کی بنا پر ہوتا ہے اور جمعیتِ جمالیت کی راہ کرم و اخلاص و توفیق و رفاقت و برکتِ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات اور نص و حدیث و اسمِ اعظم و آیاتِ قرآن کی برکت اور کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی چابی سے دل کا قفل کھل جانے پر کھلتی ہے اور بے شک یہی راہ صراطِ مستقیم ہے۔ اور یہ صراطِ مستقیم ایک عطا ہے جو اُس سروری قادری کامل مکمل اکمل جامع مرشد سے حاصل ہوتی ہے جو یومِ الست اور یومِ کُنْ فَیَکُوْن

سے ذکر وفکر کے جواہر لٹاتا چلا آرہا ہو۔ (اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے) چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جیسے پہلے تھا ویسا ہی اب ہے۔''

سن اے ناقص پریشان اہل نفس! یہ مراتب اُس شخص کے ہیں جسے مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں جمعیت حاصل ہو چکی ہو۔

شمائل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عین مطابق کامل یقین و اعتماد کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجودی صورت کا حلیہ مبارک اس طرح ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

آپ کا رنگ گورا گندم گوں ، پیشانی و دندان کشادہ ، کان متوازن ، بینی بلند، آنکھیں سیاہ، چہرہ ملیح ،داڑھی گھنی ، ہاتھ لمبے، انگلیاں باریک اور قد درمیانہ تھا۔ آپ کے بدن پر بال نہ تھے ،صرف چھاتی سے لے کر ناف تک ایک خط سا بنا ہوا تھا اور پشت پر دونوں کندھوں کے درمیان نبوت کی یہ مہر لگی ہوئی تھی:-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''جس نے مجھے دیکھا، بے شک اُس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری مثل ہرگز نہیں بن سکتا اور نہ ہی وہ خانہ کعبہ کی مثل بن سکتا ہے۔'' یعنی ''جس نے خواب میں مجھے دیکھا، بے شک اُس نے سچ مچ مجھے ہی دیکھا۔'' کیونکہ

شیطان کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت اختیار کر سکے یا شیخ کامل کی صورت اختیار کر سکے۔ جس نے مندرجہ بالا حلیہ کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کا اِنکار کیا اُس نے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کا اِنکار کیا اور جس نے آپ کی حدیث مبارک کا اِنکار کیا اُس نے گویا آپ کا اِنکار کیا اور جس نے آپ کا اِنکار کیا، بے شک وہ کافر ہے۔ اِس عطائے اِلٰہی کا شرف بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس سے حاصل ہوتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''عارفانِ اِلٰہی نورِ وحدت میں غرق رہتے ہیں اور اِستغراق کے باوجود ہوشیار رہتے ہیں کہ واصلانِ خدا کو ہر وقت مجلس مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل رہتی ہے۔'' (۲) ''آخر اُس مقام پر پہنچ کر فقر کامل ہو جاتا ہے اور جو شخص اُس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ عارفِ کامل بن جاتا ہے۔'' (۳) ''طالبوں کو کوئی کامل مرشد ہی خدا تک پہنچاتا ہے اور کامل مرشد ہی اُنہیں مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچاتا ہے۔'' (۴) ''لائق ارشاد مرشد ہی طالبوں کو غرقِ نور کرتا ہے کہ وہ صاحبِ حضور ہوتا ہے۔'' (۵) ''اُس مرشد پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فخر فرماتے ہیں جو اپنے طالبوں کو کامیابی کی سرفرازی بخشتا ہے۔'' (۶) ''جس مرشد میں اِس قدر قوت نہیں وہ اہل بدعت و ناقص و گمراہ ہے۔'' (۷) ''مرشد کامل بارگاہِ حق تعالیٰ کی حضوری سے باخبر ہوتا ہے اِس لئے وہ اپنے طالبوں کو ایک ہی نظر میں خدا رسیدہ کر دیتا ہے۔'' (۸) ''پورے یقین کے ساتھ کاملین کی خاکِ پا بن جا ورنہ اہل بدعت مرشد تو پورا شیطانِ لعین ہوتا ہے۔''

طالب اللہ کو سب سے پہلے دانش و شعور کا علم حاصل کرنا چاہیے کیونکہ دانش و شعور کے علم سے قربِ حضوری کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

بیت:- ''زمین درویش کی پشتِ ناخن پر رہتی ہے اس لئے وہ زمین بھر کا تماشا پشتِ ناخن پر دیکھتا ہے۔''

اِس مرتبے کا تعلق طبقات کے علم سے ہے جبکہ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ذات کا علم حاصل کیا جائے۔

ابیات:- (۱) ''بارگاہِ الٰہی سے وہ علم حاصل کرنا چاہیے جو بندے کو صاحبِ نظر اور روشن ضمیر بنا دے اور وہ علم اِسمِ اعظم یعنی اِسمِ اللہ ذات کا علم ہے۔'' (۲) ''بارگاہِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقامِ سِرّ کا علم حاصل کر کہ یہ علم وحدتِ الٰہی کا راز ہے۔'' (۳) ''جہاں علم و حلم کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے ایسی تعلیم کا آغاز ہوتا ہے کہ جس سے بندہ عارفِ کامل بن جاتا ہے۔''

اَلغرض! مرشدِ ناقص طالبِ ناقص کی مثل ہوتا ہے اور طالبِ ناقص مرشدِ ناقص کی مثل، جب طالب و مرشد دونوں ناقص و بے شعور اور معرفتِ الٰہی سے بے خبر ہوں تو گویا مرشد بیل اور طالب گدھا ہے۔

ابیات:- (۱) ''مرشدِ خام بیوہ عورت کی طرح ہوتا ہے کہ وہ بات بات پر مال و دولت طلب کرتا رہتا ہے۔'' (۲) ''اُس کی نظر نقد اور مال و جنس پر لگی رہتی ہے اور وہ ہر وقت درمِ دنیا کا منتظر رہتا ہے۔'' (۳) ''طالبوں کو تو تعلیم و تلقین اور وعظ و نصیحت کرتا ہے لیکن اپنے گھر میں مال و دولت جمع کرتا رہتا ہے۔'' (۴) ''خام مرشد ایسے ہے جیسے کہ قصاب کہ طالبوں کی ہڈیوں سے مغز نکال کر بیچ کھاتا ہے۔'' (۵) ''ایسے قصاب مرشد سے مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ یہ آدمی کا گوشت کھانا عین ثواب سمجھتا ہے۔'' (۶) ''مَیں نے ہر طریقہ کے پیروں کو خوب پرکھا ہے، یہ لوگ محض زر کی خاطر طالبوں سے پیار بڑھاتے

ہیں۔'' (۷) ''اپنی زبانوں کو ذکرِ احادیث سے تر رکھتے ہیں لیکن دل کے پکے خبیث ہوتے ہیں، ایسے خام و نامرد لوگ بھلا ہم جلیسِ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟'' (۸) ''اے باھُو! صرف قادری مرشد ہی سچا مرشد ہے کہ وہ طالب کو خدا تک پہنچاتا ہے ورنہ راہِ حق سے بے خبر مرشد تو ہوائے نفس کا غلام ہوتا ہے۔''

مراتبِ مرشدی و طالبی عظیم ہیں کہ اُن میں انتہائی درجے کے اسرارِ عظیم پائے جاتے ہیں۔ جان لے کہ مندرجہ ذیل مراتب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، اگر کوئی اُن مراتب تک پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کاذب و ساحر و کافر و صاحبِ استدراج مرتد ہے۔ وہ خاص الخاص چھ مراتب یہ ہیں:۔ (۱) ''یہ کہ آیاتِ قرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوا کسی اور پر نازل نہیں ہوئیں۔'' (۲) ''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں، اُن کے بعد کسی اور پر وحی نازل نہیں ہو سکتی۔'' (۳) ''یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کوئی شخص معرفتِ الٰہیہ لے کے انتہائی مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔'' (۴) ''یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی اور شخص مراتبِ قابَ قوسین پر پہنچ کر ظاہری آنکھوں سے معراج نہیں کر سکتا۔'' (۵) ''یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحابِ پاک کے سوا کوئی اور شخص اصحابِ صفہ، اصحابِ بدر، اصحابِ کبار اور جملہ صحابۂ کرامؓ کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا۔'' (۶) ''یہ کہ روایت کے علم میں چار اجتہادی مذاہب کے مجتہد اماموں کے مرتبۂ اجتہاد پر سوائے اِن چار اماموں کے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ کہ وہ چاروں اجتہادی مذاہب برحق ہیں۔'' اور مَیں امامِ اعظم حضرت نعمان کوفیؒ کے مذہب پر قائم ہوں۔

لے :- مطلب یہ ہے کہ معرفتِ الٰہیہ کے وہ انتہائی مراتب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مخصوص ہیں اُن مراتب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت امامِ اعظمؒ شرک وکفر و بدعت و سرود سے پاک باطن صفا صوفی تھے۔ ان چھ مراتب کے علاوہ دیگر تمام مراتب ولایت، ہدایت، غنایت، ذکر فکر، ورد وظائف، تلاوت، استغراقِ معرفتِ الٰہی، قرب و وصال، مشاہدۂ تجلیاتِ نورِ حضور، شوق اشتیاق، دعوت، علم فضیلت، درویشی، فقیری، ابدالی، اوتادی، فنا، بقا اور غوثی قطبی قیامت تک درجہ بدرجہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے چلے جائیں گے اور کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جان لے کہ مراتب غوث وقطب تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک غوث وقطب دہقانی کہ جن کے تصرف کی حد بارہ کوس تک ہوتی ہے، دوسرے غوث وقطب روحانی کہ جو صاحبِ استغراق ہوتے ہیں، اُن کا نفس مردہ اور رُوح زندہ ہوتی ہے، وہ روزِ الست سے مست چلے آ رہے ہیں کہ اُنہوں نے روزِ اوّل ہی سے ساقیٔ توحید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک سے ساغرِ شوق پی رکھا ہے اور ہر وقت مستی و سوزشِ ازل سے آہیں بھرتے رہتے ہیں، نہ اُنہیں طالب بنانے کا شوق اور نہ مرید بنانے کی طلب کہ وہ ہر دم غرقِ توحید رہتے ہیں۔ اِس مرتبے کے غوث وقطب صاحبِ تجرید وتفرید ہوتے ہیں ۔ تیسرے وہ غوث و قطب کہ جنھیں غوث وقطبِ وحدت کہا جاتا ہے جیسے کہ قدرتِ سِرِّ سبحانی، معشوقِ ربانی، غوث الجن والانس وملائکہ شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ہیں۔ یہ مرتبہ اُن طالبوں مریدوں اور اہل نظر عارفوں کا ہے جو مشتاقِ دیدارِ الٰہی ہیں اور تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے استغراقِ معرفتِ پروردگار میں مسرور رہتے ہیں۔ سروری قادری طریقے کے اِن طالبانِ حق کو معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری مبارک ہو ۔اَلغرض کامل قادری مرشد وہ ہے جو معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ اور حضوریٔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علاوہ اور کسی راہ کا طالب نہیں کیونکہ ذکر فکر اور ورد وظائف کی راہ میں

رجعتِ نفسانی و معصیتِ انائے شیطانی اور رجوعاتِ خلق اور دنیوی پریشانی جیسے بے شمار حادثات پائے جاتے ہیں جن کی راہزنی سے سلبِ قلب و قبض و بسط اور صحو و سکر جیسے خسارے پیش آتے رہتے ہیں لیکن اہلِ حضور کے نزدیک مستی و ہوشیاری اور خواب و بیداری ایک جیسی ہوتی ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت، مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) کی حضوری اور مشاہدۂ حضور کا استغراق حاصل نہیں وہ مراتبِ وصال سے بے خبر ومحروم ہے، وہ ایسا طالب ہے جو ابھی تک اپنے مقصود کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ ایسا مادرزاد اندھا لبِ گور تک چشمِ بینا سے محروم رہتا ہے -فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔''

WWW.ALFAQR.NET

شرحِ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

نیز مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کی شرح یہ ہے کہ جب طالب اللہ تصور کے ذریعے اپنے دل پر اسمِ اللہ ذات کو نقش کر لیتا ہے اور اُس کا قرار و سکون درست ہو جاتا ہے اور باطن میں اسمِ اللہ ذات دکھائی دینے لگتا ہے تو اسمِ اللہ ذات روشن ہو کر سورج کی طرح چمک اُٹھتا ہے اور اُس سے نورِ معرفت کی تجلیات کا شعلہ نمودار ہو کر صبحِ صادق پیدا کر دیتا ہے جس سے دل پر چھائی ہوئی ظلمتِ نفسانی و ظلمتِ شیطانی کی شبِ کاذب مٹ جاتی ہے، ایسے میں مرشدِ کامل کو چاہیے کہ وہ طالب اللہ سے کہے کہ وہ بذریعہ تفکر و تصور اپنے دل اور اسمِ اللہ ذات کے اِرد گرد کا معائنہ کرے اور دیکھے کہ اُسے وہاں کیا نظر آتا ہے؟ اگر وہ دل اور اسمِ اللہ ذات کے مشاہدے میں غرق ہو کر حضورِ مذکور کا شعور بھی کھو بیٹھے تو جان لے کہ وہ نورِ معرفت کے مشاہدے میں غرق ہے اور اگر باطن میں اُس کا شعور قائم رہے اور بتائے کہ اُسے دل اور اسمِ اللہ ذات کے اِرد گرد بے حد وسیع و عظیم میدان دکھائی دیتا ہے تو پھر وہ دل اور اسمِ اللہ ذات کی طرف متوجہ رہے۔ اُس کے بعد جب وہ مراقبہ سے باہر آئے گا تو بتائے گا کہ اُس میدان میں روضے کی طرح کا ایک گنبد ہے جس کے دروازہ پر کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " لکھا ہوا ہے، اُس کلمہ کو پڑھتے ہی روضے کا دروازہ کھل جاتا ہے اور جب طالب اللہ روضے کے اندر داخل ہوتا ہے تو اُسے خاص الخاص مجلس نظر آتی ہے جس میں قرآن و حدیث کا ذکر ہو رہا ہوتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس ہے۔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے طالب اللہ کو سات مقامات میسر آتے ہیں:- (۱) مقامِ ازل (۲) مقامِ ابد (۳) مقامِ دنیا اور مقامِ دنیا میں بھی چار مقامات میسر آتے ہیں یعنی (i) حرم مدینہ میں

روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اندر مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری، (ii) حرمِ کعبۃ اللہ میں مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری۔ دو مقامات بالائے آسمان ہیں یعنی (i) عرشِ اکبر پر مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری۔ (ii) توحیدِ مطلق کے دریائے ژرف پر مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری، وہ دریائے ژرف کہ جس کی ہر موج معرفتِ الٰہی کے نور کی بے مثل موج ہے۔ ان مقامات کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک مجلس لامکان میں بھی ہوتی ہے جس کی مثال نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی اُسے بیان کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا ہر مقام کی مجلس میں کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''اپنے دل سے خطرات کے کاٹھ کباڑ کو باہر نکال دے تا کہ تجھے وحدتِ ذاتِ حق نصیب ہو۔'' (۲) ''اسرارِ خدائے تعالیٰ سے غافل دل کو دل نہیں کہتے کہ وہ تو محض ایک مشتِ خاک ہے۔''

ایسا صاحبِ تصور طالب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس مجلس میں بھی پہنچتا ہے اُسے ذکر و مراقبہ اس شان سے باطن میں غرق حضور کرتا ہے کہ اُس کا ظاہر مردے کی طرح بے جان نظر آتا ہے، اس طرح مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضوری پانے والا شخص بھی ابتدائی درجے کا طالب ہوتا ہے لیکن جب اُس کا ظاہر باطن ایک ہو جاتا ہے تو اُس وقت وہ انتہائی کامل عارف باللہ ہوتا ہے۔ جان لے کہ کاملین کے نزدیک ہر مقام کی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آفتاب کی مثل ہوتی ہے اور اُس میں حضوری پانے والا طالب اُس ذرے کی مثل ہوتا ہے جو کبھی بھی آفتاب سے جدا نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت فیضِ آفتاب سے روشن رہتا ہے۔ اَلغرض! ظاہری اعمال و وِرد و وظائف سے طالب اللہ باطن میں ہرگز

مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری نہیں پا سکتا چاہے عمر بھر ریاضت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے کیونکہ راہِ باطن صرف صاحبِ باطن مرشد کی مدد سے ہی کھلتی ہے جس پر گامزن ہو کر طالب اللہ لمحہ بھر میں مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری سے مشرف ہو کر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ اُمتی پیروکار کو کہتے ہیں اور پیروکار وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چلتا ہوا خود کو مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں پہنچا دے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو راہِ حضوری کی خبر نہیں رکھتے اور کبر و ہوا کا شکار ہو کر خود نمائی و نفس پرستی میں مبتلا رہتے ہیں لیکن عارفانِ الٰہی سے راہ حضوری کا پتہ نہیں پوچھتے۔ جس شخص کو مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے حاسد لوگ اُس سے حسد کرنے لگتے ہیں اور حسد کے مارے اُسے دیکھ نہیں سکتے، ایسے لوگ مطلق احمق اور حیوان ہوتے ہیں۔ بھلا جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں حضور و منظور نہیں وہ اُن کا اُمتی و پیروکار یا مومن و مسلمان یا فقیر و درویش یا فقیہہ و عالم کس طرح ہو سکتا ہے؟ جان لے کہ مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری عین ہدایت ہے اور یہ ہدایت بدایت (ابتدا کی طرف لوٹ جانے[1]) میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''انتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''جس نے مجھے دیکھا، بے شک اُس نے مجھے ہی دیکھا کہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔'' جان لے کہ جب کوئی شخص باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ و

---

[1]:- ظہورِ حق کی ابتدا چونکہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوئی اور تمام مخلوق نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور پذیر ہوئی اس لیے ''ابتدا'' نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے، لہٰذا ابتدا نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا ہی انتہا ہے۔ یہی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہے اور یہی سرِّ ہدایت ہے۔ جو شخص اس کا قائل و طالب نہیں وہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اُمتی و پیروکار ہی نہیں۔

السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کسی دینی یا دنیوی کام کے لیے سوال کرے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کام کے لیے حکم صادر فرما دیں اور ساتھ ہی آپ اور آپ کی مجلس میں موجود اصحاب کبارؓ اُس کام کے لیے دعائے خیر بھی فرما دیں لیکن اس کے باوجود بظاہر اُس کا کام نہ ہو سکے تو اِس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت یہ ہے کہ وہ طالب اللہ ابھی سلک میں کمال کو نہیں پہنچا اور وہ اپنے مراتب میں ترقی کر رہا ہے اِس لیے مشکل ہے کہ وہ اپنی طلب اور سوال کے مطابق اجر و ثواب کی خوشی و شادمانی سے ہمکنار ہو سکے، اُسے یہ مرتبہ و ترقی قرب مبارک ہو لیکن اگر طالب جاہل ہو اور جہالت کی بنا پر دنیائے مردار کا سوال کر بیٹھے تو اُس نالائق کو اُس خاص مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خارج کر دیا جاتا ہے یا اُس کا وہ اعلیٰ مرتبہ سلب کر لیا جاتا ہے۔ جس شخص کا ظاہر باطن ایک ہو جائے اور اُس کا قدم اور مقام بھی ایک ہو جائے تو اُس کے مراتب میں ترقی رک جاتی ہے۔ اِسی طرح جو شخص توحید میں آ جاتا ہے وہ اہل توحید ہو جاتا ہے اور اُس پر توحید الٰہی اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کھل جاتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اسم اللہ ذات کے تصور و تصرف و حضوری کے ذریعے یا باطنی توجہ اور ذکر فکر مذکور کے ذریعے یا اہل قبور میں سے اولیا اللہ کے مزارات پر دعوتِ قبور پڑھنے کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری حاصل کر لینا کوئی مشکل کام نہیں بلکہ آسان کام ہے لیکن علم و حلم و خُلق و رضائے اِلٰہی حاصل کرنا، باطن صفا ہونا، جود و کرم سے کام لینا، احکامِ شریعت پر ثابت قدم رہنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جملہ سنتوں کو اختیار کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ عارف باللہ وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری اور آپ کی سنت کو دل و جان سے اختیار کرے اور ذرہ برابر بھی آپ کے فرمان کے خلاف نہ چلے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری

ایک کسوٹی ہے۔ جس شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے اور اُس کا اعتقاد درست رہتا ہے اور وہ حضوری سے مشرف ہونے پر شکر بجالاتا ہے تو اُس کا نفس پاک ہو جاتا ہے، دل زندہ ہو جاتا ہے اور اُس کی روح ذکرِ محمود میں محو ہو جاتی ہے۔ اِس کے برعکس جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے لیکن اُس کا اعتقاد درست نہیں رہتا تو وہ مرتد و مردود ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ سات آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت اور اُن کی مجلس کی حضوری سے محروم رہتے ہیں، ایک تارکِ نماز، دوسرا تارکِ جماعت، تیسرا شرابی، چوتھا اہل بدعت، پانچواں علمائے عامل کا دشمن، چھٹا فقیر کامل کا دشمن اور ساتواں اہل سرود اور بیگانے مرد و زن کے حسن کا پجاری۔ جو شخص کسی عامل شریعت صاحبِ باطن فقیر کو خالی و بے برکت و بے حکمت سمجھتا ہے وہ احمق و نادان ہے کہ مشرق سے مغرب تک تمام زمین اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے اِن صاف دل و باطن آباد درویشوں کے حوالے ہوتی ہے۔ فقرا کے منہ سے جو بات بھی نکلتی ہے وہ حکمتِ اِلٰہی سے خالی نہیں ہوتی کہ فقیر بذاتِ خود حکمتِ اِلٰہی ہوتا ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔ ''فقرا کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہوتی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تلوار وہ فقیر ہوتا ہے جو ہر دم ذکر فکر و تلاوتِ قرآن میں مشغول رہتا ہے۔ فقیر لایحتاج ہوتا ہے اور اُسے وصالِ معرفتِ حق تعالیٰ حاصل ہوتا ہے، وہ سوالی نہیں ہوتا، اگر وہ کسی سے کوئی چیز لیتا بھی ہے تو اُس کے بدلے اللہ تعالیٰ سے دس گنا دِلوا دیتا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''فقیر طامع ہوتا ہے نہ مانع ہوتا ہے اور نہ ہی جامع ہوتا ہے۔'' مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہونے والا کامل فقیر بھلا کس بات سے پہچانا جا سکتا ہے؟ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہونے والے کامل فقیر کی نشانی یہ

ہے کہ اُس کے منہ سے جو بات بھی نکلتی ہے وہ معرفتِ الٰہی ہی کی بات ہوتی ہے جو فقہ و قرآن و حدیث و تفسیر کے عین مطابق ہوتی ہے کیونکہ فقیر کے نزدیک ''اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس'' ہوتا ہے۔ اُسے نقش پر کرنے اور دائرے کھینچنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اُسے کیا ضرورت ہے کہ دعوتِ قبور پڑھتا پھرے؟ یہ تو فنا فی الشیخ کا مرتبہ ہے جو طالب کا ابتدائی مرتبہ ہے۔اِس سے آگے دوسرا مرتبہ حضوریٔ فنا فی اللہ کا مرتبہ ہے جو اِسم اللہ ذات کے تصور وتصرف سے کھلتا ہے۔ اِسم اللہ ذات کے مشاہدے سے تجلیاتِ نور کا ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ جس سے طالب اللہ کا قلب وقالب سر سے لے کر قدم تک نور ہی نور ہو جاتا ہے اور اِسم اللہ ذات کی تپش اُسے دن رات اِس طرح جلائے رکھتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑیوں کو جلاتی ہے اور یہ آگ اُس وقت تک سرد نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو کر دیدارِ الٰہی نہیں کر لیتا۔ حدیث قدسی ہے:- ''جب وہ دیدارِ الٰہی کریں گے تو باقی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''(محبوب) اور وہ خاک جو آپ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تاکہ مومنوں پر اپنا اِنعام کامل فرمادے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''بے شک بندہ روزے اور نماز کی کثرت سے جنت میں داخل نہ ہوگا بلکہ وہ اِن چار خصائل کی بدولت جنت میں داخل ہوگا، (۱) ہاتھوں کی سخاوت، (۲) دل کی اِصلاح، (۳) احکامِ اِلٰہی کی تعظیم اور (۴) خلقِ خدا پر شفقت۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی نہ بول سکے گا، اُن میں سے کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی خوش بخت۔'' جو شخص کسی مومن مسلمان

کی غیبت کرتا ہے وہ گویا زانی و فاسق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :-
''غیبت زنا سے بڑھ کر بُرا فعل ہے اور زانی گویا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔''
تصورِ اسم اللہ ذات کی ریاضت سے بڑھ کر سخت اور بہتر اور کوئی ایسی ریاضت نہیں جو سر سے لے کر پاؤں تک سارے وجود کو ہمیشہ کے لیے پاک کر دے کیونکہ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے وجود میں وہ آگ پیدا ہوتی ہے کہ جس کے ایک ہی ذرے سے دوزخ کی آگ بھڑکائی گئی ہے۔ اگر وجود کے اندر اِسم اللہ ذات کی ایسی آگ رکھنے والا فنا فی اللہ فقیر قہرِ جلالیت کی ایک نظر سے دیکھ لے تو مشرق سے مغرب تک سب کچھ جل کر راکھ ہو جائے لیکن آفرین ہے ایسے وجود پر جو اتنی شدید آگ اپنے اندر چھپائے رکھتا ہے لیکن خلقِ خدا کو ستاتا نہیں۔ اگر کوئی شخص دینی یا دنیوی مہمات سر کرنے کی خاطر چالیس سال تک لگاتار چلہ کشی کرتا ہے تو اُس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے دم کو تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق کر دے کیونکہ تصورِ اسم اللہ ذات کرنے والے شخص کی ایک ہی توجہ سے ہر مشکل دم بھر میں حل ہو جاتی ہے۔ جو شخص باطن میں دم بھر میں ہر ایک روحانی سے ملاقات کر لیتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہو سکتا ہے تو اُسے کیا ضرورت ہے کہ نمازِ استخارہ پڑھتا پھرے؟ وہ تو ایسی چشمِ بینا کا مالک ہوتا ہے کہ ہر دو جہان کا تماشا اپنے ناخن کی پشت پر دیکھ سکتا ہے اور جو کچھ وہ چشمِ دل سے دیکھتا ہے وہ دوسروں کو دکھا بھی سکتا ہے لیکن یہ مرتبہ بھی فقیر کے نزدیک بچوں کی تعلیم کے اِبتدائی قاعدے کی الف ب کی طرح ایک ابتدائی مرتبہ ہے۔ مَیں حیران ہوتا ہوں اُن لوگوں پر جو خدا کی خاطر فقیر سے اخلاص رکھنے کی بجائے اُسے منافقت کے پتھر مارتے ہیں۔

ابیات :- (1) ''صلۂ اعمالِ جہاں سے غافل نہ ہو کہ گندم سے گندم اور جو سے

جو ہی پیدا ہوتے ہیں۔'' (۲) ''اے باھُو! سچ سچ بتا کہ فقر کیا چیز ہے؟ سن! فقر عقل و فکر و تمیز سے ماورئی چیز ہے۔''

اور وہ اِس لئے کہ بر سرِ فقر اللہ کا نام ہے اور فقر سِرِّ اسرارِ الٰہی ہے۔ جو شخص فقر اختیار کرتا ہے وہ ماسویٰ اللہ کو ترک کر دیتا ہے، فقر مقامِ فردوس ہے جہاں جمعیتِ دیدارِ اِلٰہی ہے، وہاں دنیا اور اہلِ دنیا کی بُو تک نہیں پہنچتی۔ فقر میں معرفتِ اِلٰہی کی بہار ہے، نگاہِ فقر میں دنیا کی زیب و زینت خوار ہے، فقر اِس خوار سے ہوشیار ہے اور فقر کی نظر میں غافل اہلِ دنیا خوار ہے۔

نہیں میں غلط نہیں کہتا کہ فقرا اللہ کے نام پر جان فدا کرنے والے لوگ ہیں جو مرکبِ نفس پر سوار رہتے ہیں، اُن کے دیدہ دل ازل سے اَبد تک بیدار ہیں، اہلِ مراتبِ فقر اہلِ حق الیقین و با اعتبار لوگ ہیں۔ فقیر کی زبان مثلِ دو دھاری تلوار ہے اگر یہ منہ کی نیام میں بند رہے تو بہتر ہے ورنہ نیام سے باہر آ جائے تو خدا کا قہر ہے، فقرا کا قہر خدا کے قہر کا نمونہ ہے جو تمام جہان کو قتل کر کے رکھ دیتا ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔ ''فقرا کی زبان اللہ کی تلوار ہے۔'' کہ اُن کی زبان پر ازل کی سیاہی لگی ہوئی ہے۔ فقرا کا منکر ہر دو جہان میں خوار و پریشان رہتا ہے [۱]۔

بیت:۔ ''اصلی یقین اصل تک پہنچنے ہی کا نام ہے، جو اصل تک پہنچ گیا وہ واصل باللہ ہو گیا۔''

وصل و وصال بھی دُوری کا مرتبہ ہے، جو شخص غرقِ توحید ہو کر یکتائی کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ ریا سے پاک ہو کر شوقِ اِلٰہی میں مست و مسرور رہتا ہے اور یہی مرتبہ ہے

---

[۱] :۔ فقرا کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور رہنمائی کے لیے پیدا فرمایا ہے اس لیے فقرا کا منکر ہدایت اور رہنمائی سے محروم رہ کر نفس و شیطان اور حُبِ دنیا کے ہاتھوں خوار و پریشان رہتا ہے اور معرفت و قربِ اِلٰہی سے محروم رہتا ہے۔

مردانِ خدا کا۔ تکلفات میں مت پڑ کہ تکلف کرنا عورتوں کا کام ہے، تکلفاتِ زرو زیور سے بھلا مردوں کا کیا واسطہ؟

بیت:۔ ''تُو عورت نہیں ہے اِس لیے مردانہ وار دستِ سخا کو کشادہ رکھ کہ سونا مرد کے پاس سخاوت کے لیے ہوتا ہے اور عورت کے پاس زیورات کے لیے۔''

سن اے اہل محبت طالب اللہ دوست کہ یہ مراتب اُس ذکر سے حاصل ہوتے ہیں جو مغز و پوست میں جاری وساری ہو جائے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اِس شان سے اپنے رب کے ذکر میں محو ہو جا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔'' حضوری کی بدولت اہل حضور کے ہر عمل و ہر فعل و ہر قول سے قربِ الٰہی و معرفتِ الٰہی اور وصالِ الٰہی کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ وہ صاحبِ اِستغراق ہوتا ہے اور قربِ حضور میں مشاہدۂ نور کے باعث اُس کا باطن معمور اور وجود مغفور ہوتا ہے اور وہ دائمی طور پر اللہ کی نظر میں منظور ہوتا ہے۔ الغرض! صاحبِ مراتبِ فنافی اللہ فقیر ذکر اللہ کے باعث ہمیشہ حضوری میں غرق رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (1) ''دائم ذکر اللہ میں مشغول رہنا تلوار سے جہادِ فی سبیل اللہ کرنے سے افضل ہے۔'' (2) ''اللہ کے بندوں کو کوئی چیز بھی اللہ کے ذکر سے ہٹا کر اپنی طرف پل بھر کے لیے بھی متوجہ نہیں کر سکتی۔'' اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس شخص پر اسم اللہ ذات یا ذکرِ اسم اللہ ذات وارد ہو جاتا ہے تو اسم اللہ ذات کی تاثیر سے وہ ظاہر باطن میں جہان بھر کے علوم کا عالم فاضل ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اسم اللہ ذات کا ذکر ہی حضوری ہے۔ جس شخص کے وجود میں اسم اللہ ذات کا ذکر تاثیر کرتا ہے اُسے معرفتِ اِلّا اللہُ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے اور اُسے خطرات و وہمات کی نجاستِ باطل سے پاک کر دیتا ہے۔ ذاکر وہ ہے جسے مشاہدۂ حضوری حاصل ہو،

جسے مشاہدہ حضوری حاصل نہیں اُسے ذاکر نہیں کہا جا سکتا۔ مقلد اہل رجعت لوگ خود پسندی و مغروری میں مبتلا رہتے ہیں۔ ذکر غرق کا نام ہے اور غرق اُس علم کے مطالعے کو کہتے ہیں جو لوحِ ضمیر کے دفاترِ وحدانیت کے اوراق پر درج ہے، یہ وارداتِ غیبی و فتوحاتِ لاریبی کا وہ علم ہے جو تصورِ اسم اللہ ذات سے کھلتا ہے اور کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سے دکھائی دیتا ہے۔ اس قسم کا غرق فنافی اللہ ذاکر عیسیٰ دم اور خضر قدم ہوتا ہے جو دنیا و عقبیٰ ہر دو سے بے غم ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو بطورِ تقلید سرود کی مدد سے ذکر اللہ کرتے ہیں اور تالیاں بجا بجا کر اللہ کا نام لیتے ہیں اور کافر مطلق بنتے ہیں، درحقیقت یہ لوگ مراتبِ دنیا کے حصول کی خاطر ریاضت کرتے ہیں اور دکھ و پریشانیاں اُٹھاتے ہیں۔ ایک مقولہ ہے:۔ ''مکارہ اس لیے پارسا ہے کہ اُس کا ہاتھ برائی تک نہیں پہنچ سکا۔'' اہل تقلید کا ذکر ایک بے سود مشقت ہے، اُس پر لاحول پڑھنا چاہیے، اِسی طرح مستیٔ حال خام خیالی ہے، سردی و گرمی نامرد مخنثوں کا مرتبہ ہے، آوازِ سرود سے کانپنا اور رونا احوالِ شیطانی اور مرتبۂ دجال ہے، دیوانگی و بے شعوری اہل جنونیت کا مرتبہ ہے، یہ لوگ معرفتِ الٰہی اور حضوریٔ باطن سے محروم ہوتے ہیں، صرف اہل توحید مرشد ہی حق پر ہوتا ہے کہ وہ حق تک پہنچاتا ہے۔ پس انسان کو طالبِ حق ہونا چاہیے۔ تقلید و باطل کی راہ کو چھوڑ اور اپنی توجہ توحید پر رکھ، قربِ الٰہی اور معرفتِ اِلَّا اللّٰـهُ حاصل کرکے ہوشیاری سے راہِ شریعت کو اپنائے رکھ کہ یہی مسلک سلوکِ توحید ہے۔ جان لے کہ معرفتِ توحید کی اساس، تجرید و تفرید کی اساس اور مجاہدے کی اساس مشاہدہ ہے، عمیق مشاہدہ، اساسِ ذکر فکر و اساسِ استغراق مکاشفہ حیاتِ قلب ہے، کشف القلوب کا مرتبہ احمق دیوانے اور جذب خوردہ مجذوب کا مرتبہ ہے، محاسبۂ نفس کی اساس مراقبہ ہے،

کشف القبور کا مرتبہ خام و نامنظور مرتبہ ہے، قبض و بسط کی اِساس اور الہام کی اِساس وہم و خیال و ہجر و فراق وصال ہے اور علم علومِ مراتبِ حیٔ قیوم کی اِساس ہی اِساس معرفت ہے، مراتبِ غوث و قطب طبقاتِ خَلق کی طیر سیر کے مراتب ہیں جو حرص و ہوا کی پیداوار ہیں۔ اِن کا تعلق ہوائے نفس سے ہے۔ یہ لامکان کے مراتبِ غرق فنا فی اللہ خدا سے بے خبر ہیں۔ آخر تصوفِ توحید کا علم کسے کہتے ہیں؟ تصوف دل کو صاف کرنے والی چیز کو کہتے ہیں ۔جس شخص کا دل صاف ہو جاتا ہے وہ معرفتِ دیدار و لقائے الٰہی کے قابل ہو جاتا ہے اور منظورِ الٰہی ہو کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتا ہے اور وہ غوثی و قطبی کے مراتب کو چھوڑ دیتا ہے کہ اُن کا تعلق طیر سیرِ طبقات و ہوائے نفس سے ہے۔ اُسے صاحب مراتبِ ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ''[1] فقیر کہتے ہیں۔ فقیر باطن صفا و عالمِ تصوف ہوتا ہے۔ جو شخص کسی اہلِ تصوف فقیر کے سامنے دم مارتا ہے وہ ہر دو جہان میں خراب ہوتا ہے کیونکہ فقیر درگاہِ راستی کا برگزیدہ و ہر حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی فقیر کے سامنے دم مارتا ہے وہ بیماری و رجعت کا شکار ہو جاتا ہے، فقیر کے سامنے وہ شخص دم مارتا ہے جو بے پیر و سنگ دل ہو یا بے مرشد و بے شرم و فقرا کا دشمن اور شفاعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے محروم و بے نصیب ہو۔ فقیر نہ تو خدا ہوتا ہے اور نہ ہی خدا سے جدا ہوتا ہے۔ اے طالب! اپنی ہر طلب فقیر سے پوری کرلے کہ فقیر ہر مطلب کی چابی ہوتا ہے۔ فقیر کا دشمن دنیادار کُتے کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوتا۔

رباعی:- ''میری آزاد طبیعت کسی کی غلامی گوارا نہیں کرتی اور نہ ہی میرا ہاتھ کسی چیز کی طلب میں کسی کا احسان قبول کرتا ہے، گو میں خاکسار ہوں لیکن مرتبہ بہت بلند رکھتا

[1]:- ترجمہ = جب فقر کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

ہوں، میرا اُڑایا ہوا پرندہ ہمیشہ شاخِ گل پر بیٹھتا ہے۔''

جان لے کہ زمین و آسمان اور تحت الثریٰ سے بالائے عرش تک طبق در طبق اور تہہ در تہہ تہتر کروڑ تراسی لاکھ اکتیس مقامات پائے جاتے ہیں، سب سے بالائی مقام کا نام سرِّ الاّئی ہے، تمام مقامات سے اوپر لامکان ہے جس کی تشبیہ کونین کی چھ سمتوں میں کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی لیکن فقیر کی نظر میں کونین کے اِن تمام مقامات کی قدر مچھر کے پر جتنی بھی نہیں۔ سبحان اللہ! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لطف و کرم سے فقیروں کو کیسی شاندار توفیق بخش رکھی ہے۔ جو مرشد اپنے طالب کو پہلے ہی روز توحیدِ لامکاں کا سبق نہیں دیتا اور اُسے توحیدِ لامکان تک نہیں پہنچاتا، بے شک وہ مرشدی و فقیری کی راہ نہیں جانتا۔ جان لے کہ جب قلب و رُوح کو زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور نفس مر جاتا ہے تو جسم یہاں ہوتا ہے اور جان لامکان میں ہوتی ہے جہاں اسرارِ نورِ وحدانیت کا مشاہدہ اور حضوری قدرتِ سبحان کا اِستغراق حاصل رہتا ہے۔ مراتبِ عظمیٰ و سعادتِ کبریٰ کی یہ عطا پہلے ہی روز حاضراتِ اِسم اللہ ذات و برکتِ شریعت اور اِسمِ اعظم و نص و حدیث اور آیاتِ قرآن و کلید کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' سے کھل جاتی ہے۔ تحقیق کی رُو سے طریقت یہی ہے، جو اِس میں شک کرے وہ منافق و زندیق ہے۔

بیت:۔ ''مَیں لامکان کا پرندہ ہوں، لامکان کے علاوہ میرا کہیں اور بسیرا نہیں، اِس لیے کہ مَیں فنا فی اللہ فقیر ہوں۔''

الغرض جس شخص کا نفس اِبتدا میں سرکش و امارہ ہو تو تصورِ اِسم اللہ ذات کی مشق کرنے سے پہلے ملہمہ بنتا ہے، پھر لوامہ اور آخر میں مطمئنہ بن جاتا ہے۔ یوں اگر تصورِ اِسم اللہ ذات کی مشق سے نفس مطمئنہ بن جائے تو سر سے پاؤں تک سارا وجود اِسم اللہ ذات

کے نور سے روشن ہو کر غرق فی التوحید ہو جاتا ہے۔ یہ مرتبہ حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات اور کلید کلمہ طیبات " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " سے کھلتا ہے اور اس میں جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں پل بھر میں ظاہر و باطن کی جملہ مخلوقِ خداوندی کا تماشا دیکھنے اور کل و جز کے ہر ایک مقام کی طیر سیر کرنے کا مرتبہ بھی حاضراتِ اسم اللہ ذات سے منکشف ہوتا ہے۔ یہ ہے حاضراتِ اسم اللہ ذات کا وہ مرتبہ کہ جس میں انسان بہت جلد اپنے مقصود کو پا لیتا ہے اور یہی وہ باترتیب سلک سلوک ہے کہ جس میں مشاہدہِ حضوری اور تجلیاتِ نورِ ذات کا استغراق حاصل ہوتا ہے لیکن اسے سمجھ وہ شخص سکتا ہے جو خواب یا مراقبہ کے ذریعے باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا سبق پڑھتا ہے۔ ہر ایک مقام اور ہر ایک علم حاضراتِ اسم اللہ ذات سے کھلتا ہے۔ الغرض تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق سے آدمی کے وجود میں نفس بیمار ہو جاتا ہے، گویا کہ اسے خسرے کی بیماری لاحق ہو گئی ہو۔ تصورِ اسم اللہ ذات کی مشق سے نفس کو ایسی بے قراری لاحق ہو جاتی ہے کہ اسے کسی پل آرام نہیں آتا بلکہ اس کی ہستی ہی مٹ جاتی ہے اور یہ نافرمان نفس فرمانبردار بن جاتا ہے اور ایک غلام کی طرح ہمیشہ زیرِ فرمان رہتا ہے۔ کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " اور تصورِ اسم اللہ ذات کی تاثیر نفس کو اس طرح کھاتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑی کو کھاتی ہے۔ اور ہاں یہ بھی درست ہے کہ اگر مرشد تو مشاہدہِ حضور میں غرق صاحبِ قرب ہو لیکن طالب جاہل و بے شعور ہو تو کوئی فائدہ نہیں اور اگر طالب تو عالم فاضل و صاحبِ فراست و باشعور ہو لیکن مرشد ناقص و بے حضور ہو تو بھی کوئی فائدہ نہیں اور اگر طالب باشعور ہو اور مرشد اہلِ حضور ہو اور دونوں میں اتفاق ہو اور دونوں اسم اللہ ذات پڑھتے ہوں اور حاضراتِ اسم اللہ ذات بھی جانتے ہوں

تو کوئی چیز اور کوئی مقامِ ذات بھی اُن کی نظروں سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا۔

بیت:- ''مَیں دریائے وحدت میں اِس طرح غرق ہوا ہوں کہ مجھے ازل واَبد کی بھی خبر نہیں رہی۔''

جس شخص کو لامکان کے اندر کا اِستغراق حاصل ہو جاتا ہے اُسے حق تعالیٰ کے سوا ہر چیز بھول جاتی ہے۔ اِس قسم کا غرق فنا فی اللہ فقیر توحید میں اِس طرح غرق ہوتا ہے جس طرح کہ مچھلی پانی میں یا چنگاری آگ میں یا پانی دودھ میں۔ فقیر اِس طرح غرق فنا فی اللہ ہوتا ہے کہ نہ وہ خدا ہوتا ہے اور نہ خدا سے جدا۔ اللہ بس ماسوئی اللہ ہوس۔ ایسا فقیر اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھتا ہے اِس لیے وہ حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔ اِس مرتبے کو اہلِ بدعت و بے دین لعین کیا جانے؟ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور مَیں تمہاری جان کے اندر ہوں، کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟'' دل کی آنکھ کھول کر دیکھ، کینہ و نفاق جیسی ہر چیز کو دل سے باہر نکال دے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور ہم بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔''

ابیات:-(۱) ''اگر تو صاحبِ نظر عارف واصل بن جائے تو تو اللہ تعالیٰ کو اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب دیکھے گا۔'' (۲) ''شہ رگ سے بھی نزدیک تر قربِ وحدت کی حضوری میں نورِ ذات سے اِلہامِ قدرت دم بدم آتے رہتے ہیں۔'' (۳) ''دل کی آنکھ کھول اور جی بھر کے اُس کا دیدار کر، اللہ کے سوا تجھے جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ محض بت کدہ ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''تم ہرگز اپنی مراد کو نہیں پہنچو گے جب تک کہ اپنی پیاری چیزوں کو اللہ کی راہ میں قربان نہیں کرو گے۔''

ابیات:- (۱) ''اپنی جان و مال اور ہر پیاری چیز اللہ کی راہ میں قربان کردے تاکہ تجھ پر حقیقتِ الست کھل جائے۔'' (۲) ''جو شخص غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ یکتا بخدا ہو جاتا ہے اور جو شخص اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے وہ خدا کو پالیتا ہے۔'' (۳) ''جو شخص یادِ حق کا منکر ہو جاتا ہے وہ مردود ہو جاتا ہے اور جو شخص یادِ حق میں غرق ہو جاتا ہے وہ محمود ہو جاتا ہے۔'' (۴) ''باھُو نے استغراقِ فنا فی اللہ کا یہ مرتبہ شریعت کی پیروی سے پایا ہے اور اُس نے شریعت کو ہی اپنا پیشوا بنایا ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''جو شخص یہاں (معرفتِ حق تعالیٰ سے) اندھا رہا وہ آخرت میں بھی (معرفتِ حق تعالیٰ سے) اندھا رہے گا۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''پس تم جدھر بھی نظر اُٹھا کر دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ دکھائی دے گا۔''

ابیات:- (۱) ''اے باھُو! گھاس کا پتا پتا اُس وحدہٗ لاشریک ذات کے ذکر میں محو ہے اور ہر چیز کا قلب و قالب اور ہر ہر بال اُسی کے ذکر میں مشغول ہے۔'' (۲) ''اے باھُو! مَیں نے جس چیز کو بھی دیکھا اُسے ذکرِ ذات ہی میں محو پایا کہ ذکرِ ذات ہی سے قربِ ذات نصیب ہوتا ہے اور اُسی سے ہی سکون و قرار حاصل ہوتا ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا کہ جس نے ہوائے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔''

ابیات:- (۱) ''تیرے وجود میں دو خدا موجود ہیں، اُن کو پہچان اور دوئی کو ختم کر کے ایک خدا تک رسائی حاصل کر'' (۲) ''نفس و شہوت و ہوا کا خاتمہ کر تا کہ تجھے خدائے وحدہٗ لاشریک کا قرب نصیب ہو۔''

یہ ہے مرتبہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں باطن صفا فقیر

کا۔ ''سلام ہو اُس پر کہ جسے ہدایت کی اِس راہ پر چلنا نصیب ہو گیا۔'' آہا! کتنے بلند مراتب ہیں فنا فی اللہ بقاباللہ فقیر کے؟

الغرض! مراتب تین ہیں جنہیں تین قسم کے ''تصور'' سے موسوم کیا جاتا ہے۔(۱) تصورِ فنا فی الشیخ ، (۲) تصورِ فنا فی اِسم اللہ ذات اور (۳) تصورِ اِسم محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔'' جان لے کہ تمام مخلوق کا ظہور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کا ظہور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب کی صورتِ نور کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورتِ نور تک نہیں پہنچاتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورتِ نور کو طالب اللہ کی صورتِ نور سے ملا کر نورِ وحدانیت کے دریائے ربوبیت میں غرق نہیں کرتا اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا کیونکہ مرشد پہلے ہی روز تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے طالب کے نفس کا تزکیہ، قلب کا تصفیہ اور رُوح و سِرّ کا تجلیہ کر کے نفس و قلب و رُوح و سِرّ کو نورہی نور کر دیتا ہے اور جب یہ چاروں نور باہم ملتے ہیں تو ایک ہی نور کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ نور اپنے اصل کی طرف رجوع کر لیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔'' اِیمان اللہ تعالیٰ کا نور ہے، اِسی طرح صورتِ رُوح بھی نور ہے اور مجلسِ ارواحِ اہلِ قبور بھی نور ہے جو نارِ ناسوت اور نارِ نفسانیت اربعہ عناصر سے قطعاً پاک ہے۔ اہلِ ارواح نور کو اہلِ نفس نار کی مجلس راس نہیں آتی۔ جو شخص حضوری وحدانیتِ پاک کے نور کا طالب ہے اور نورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں غرق ہو کر مجلس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہمیشہ حاضر رہتا ہے اُس کا مرتبہ ''اِنتہا'' ہے جب کہ غرق فنا فی اللہ کا مرتبہ ''اِبتدا'' ہے۔

حدیث مبارک ہے:۔ ''اِنتہا ابتدا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔''

بیت:۔ '' جو دل شوقِ حق میں مبتلا ہو جائے اُس پر موت ہرگز وارد نہیں ہوسکتی''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''مرنے سے پہلے مر جاؤ۔'' بلکہ عارفوں کے لیے تو زندگی ایک حجاب ہے اور وہ دنیا میں محض قیدی کی حیثیت سے رہتے ہیں، اُن کے نزدیک دنیا ایک دوزخ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''دنیا مومنوں کے لیے قید خانہ اور کافروں کے لیے جنت ہے۔''

بیت:۔ ''اگر دل میں تُو ہے تو دل ایک مسجد ہے اور تُو نہیں تو دل بت خانہ ہے، دل میں تُو نہ ہو تو دل ایک دوزخ ہے اور دل میں تُو ہو تو دل ایک بہشت ہے۔''

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن نفس پرست و بے عمل علماٗ پر جو معرفتِ الٰہی سے بے خبر رہتے ہیں، جن کا نفس بادشاہ اور شیطان وزیر ہوتا ہے۔ نفس پرست آدمی کو شیطان ریا و ننگ و ناموس و ظاہر پرستی اور ہوا و ہوس میں مبتلا کر کے معرفتِ الٰہی سے دُور رکھتا ہے اِس لیے اکثر علماٗ کہتے رہتے کہ اِس دور میں لائقِ ارشاد و صاحبِ توفیق پیر و مرشد ناپید ہے لہٰذا اُنہوں نے فقہ و کتاب کے علم کو وسیلہ مرشد بنا رکھا ہے، وہ غلط بیانی کرتے ہیں۔ علم ایک روشن راہ ہے مگر وسیلۂ مرشد طالب اللہ کو ذکر فکر کے توشہ اور جمعیت کے لشکر کے ذریعے نفس و شیطان و حوادث دنیا سے محفوظ رکھتا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان بہت بڑا عالم ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے ظاہری علم نہیں پڑھا تھا، شیطان کے پاس قیل و قال کا ظاہری علم تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس باطن کو روشن رکھنے والا معرفتِ الٰہی کا علم تھا جس کی بنا پر جملہ فرشتوں سے عزت و شرف کی بازی جیت گئے تھے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا۔'' پس ظاہری علم محض شیطان کے ردّ

اور اُس کے دفعیے کے لیے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اے اولادِ آدمؑ شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہارا بدترین دشمن ہے۔'' باطنی علم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اِنسان کو وہ علم دیا گیا جس کی اُسے پہلے خبر نہ تھی۔'' پس وسیلۂ مرشد دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ بوسیلہ دست بیعت ہے جو مرشدانِ اہل ہدایت اولیا اللہ فقرائے کامل شروع ہی سے اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح ایک دوسرے کے قائم مقام ہو کر کرتے چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک کرتے چلے جائیں گے۔ جو شخص اس میں شک کرتا ہے وہ زندیق ہے اور لوگوں کو راہِ راستی سے بھٹکاتا ہے۔

ابیات :-(۱) ''جس شخص کا مرشد نہیں وہ ہوائے نفس کا قیدی ہے، مرشد تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں پہنچاتا ہے۔'' (۲) ''جس کا مرشد نہیں وہ شیطان کا مرید ہے اور جسے مرشد مل گیا وہ بایزیدؒ کے مرتبے پر پہنچ گیا۔'' (۳) ''جس شخص کا مرشد نہ ہو وہ اپنے خودی کے جال میں گرفتار ہو کر خودنمائی میں مشغول رہتا ہے ورنہ مرشد تو آدمی کو وحدتِ خدا کا اِستغراق بخشتا ہے۔''

کوئی مجتہد بھی بے پیرو بے مرشد نہیں ہوا، مجتہد حضرات نے علمِ روایت کا فیض مرشد کی تعلیم و تلقین و ہدایت ہی سے پایا۔ پس معلوم ہوا کہ علمِ روایت محض نفس کشی اور ہدایت کی خاطر ہے۔ جو شخص باطن میں حیات النبیؐ و مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری اور اہل ہدایت مرشدِ کامل سے دست بیعت کا منکر ہے وہ کافر ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور قربِ الٰہی کی خاطر وسیلہ تلاش کرو۔''

مرتبۂ فنافی اسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

جب کوئی شخص اسمِ ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے تصور و تصرف میں لاتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رُوح مبارک اُسی وقت حاضر ہو کر صاحبِ تصور کو تعلیم و تلقین سے نوازتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو علمِ قرآن کی محبت بخشے کہ تلاوتِ قرآن ہر عبادت سے افضل عبادت ہے، اُسے علماً کی محبت بخشے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم ہیں اور حاضراتِ اسم اللہ ذات کی راہ دکھائے۔ تُو اپنی نظر مرشد سے حاصل ہونے والی اِنتہائے باطن پر رکھ اور مرشد کے گناہوں کو نہ دیکھ اور سورۃِ کہف میں درج شدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ سے سبق سیکھ۔ جو شخص راہِ خدا سے غافل ہو جاتا ہے وہ حُبِّ دنیا و حرص و حسد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق ہو کر قربِ الٰہی میں پہنچ جاتا ہے اور معرفتِ الٰہی سے مشرف ہو کر ہوشیار رہتا ہے اور باطن میں باشعور رہ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے وہ عالمِ باعمل فقیر ہے، کراماً کاتبین کی کیا مجال کہ اُس کے نامۂ اعمال میں گناہ لکھیں کہ جو شخص فنافی اللہ ہو کر ابتدا و انتہا (نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں غرق ہو جاتا ہے اُس کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''جو شخص علم و علماً سے محبت کرتا ہے اُس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔'' یہ مرتبہ ''یُحْيِ الْقَلْبَ وَيُمِيْتُ النَّفْس'' کا مرتبہ ہے، فنافی الشیخ و فنافی اللہ و فنافی خُلقِ محمد و علم و حلمِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا مرتبہ ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اے نبیؐ! آپ خُلقِ عظیم کے مالک ہیں۔'' پس مرشد کے دو گواہ (اوصاف) ہوتے ہیں، ایک ''خُلقِ عظیم'' جو اِسمِ اعظم کی

تاثیر کا ثمرہ ہے اور دوسرا ''صفتِ کریم'' جو تاثیرِ قلبِ سلیم کی پیداوار ہے۔ طالبِ حق کے بھی دو گواہ (اوصاف) ہوتے ہیں، ایک طلبِ مولیٰ جو مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور مجلسِ اولیا اللہ کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے، دوسرے یہ کہ اُس کا دل محبت و جمعیت و عشقِ الٰہی سے پُر رہتا ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''باھُو طالبِ حق کو ایک ہی نظر میں پرکھ لیتا ہے چاہے وہ خضر علیہ السلام کا ہم مرتبہ ہی کیوں نہ ہو؟'' (۲) ''مردِ خدا کی توجہ نیم نگاہ بھی مجلسِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری کے لیے کافی ہو رہتی ہے۔''

مرشد کامل وہ ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر عمل، ہر فعل، ہر حالتِ معرفت و قرب وصال اور ہر حالتِ خطرات و دلیل و وہم و خیال سے باخبر رہے۔ مرشد کو اس قدر ہوشیار ہونا چاہیے کہ وہ ہر وقت طالب کی گردن پر سوار رہے اور اُس کی ہر بات اور ہر دم کی نگہبانی کرتا رہے۔ مرشد اِس قدر باطن آباد ہو کہ طالب اُسے حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے ظاہر و باطن میں ہر وقت حاضر و ناظر سمجھے اور اُس سے کامل اعتقاد رکھے۔ جان لے کہ شعرا کا علم دانش و شعور کا علم ہے اور عارف باللہ فقرا کا علم قربِ حضور کا خاص علمِ لدنی ہے۔ پس جو شخص ہمیشہ اہلِ حضور اولیا اللہ کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے اُس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ اُن کی تصانیف کی برکت سے صاحبِ مطالعہ کے وجود میں ذکرِ واردات جاری ہو جاتا ہے جس سے اُس کا قلب زندہ و بیدار رہتا ہے۔ ایسے ذکرِ دوام سے قاضیٔ حق دو گواہ طلب کرتا ہے، ایک معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کا استغراق اور دوسرے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری۔ اِسی طرح قاضیٔ حق فکرِ تمام سے بھی دو گواہ طلب کرتا ہے، ایک فنائے نفس اور دوسرے فرحتِ بقائے روح۔ وہ لوگ کتنے

احمق ہیں جو قلب و نفس و روح کے باطن کو نہیں جانتے اور لقمۂ گوشت کو دل سمجھتے ہیں اور اُسے دم سے بند کر کے تفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ قلب ہے اور اُسی لقمۂ گوشت کے دل کو دم سے ملا کر سینے میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ قربانی ہے اور اُسی لقمۂ گوشت کے دل کو دم کے ساتھ کھینچ کر بذریعہ تفکر مغزِ سر میں لے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ سُلطانی روحانی ہے۔ اُن کا اِس طرح کہنا بالکل غلط ہے، یہ سب کچھ محض شیطانی وسوسے و خطرات ہیں جو وجود کے اندر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ذکر کا تعلق کثرت وتقلید سے نہیں ہے، ذکرِ توحید چابی ہے جو دل کے قفل میں لگتی ہے تو ہر ذکر و ہر مرتبہ تفکر و توجہ کے بغیر کھل جاتا ہے اور اِسمِ اللہ ذات و آیاتِ قرآن و ننانوے اسمائے حسنٰی و اِسمِ ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور کلمہ طیب '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی حاضرات و برکت سے ہر حال و ہر مشاہدہ کھل جاتا ہے۔ جان لے کہ تصورِ اسم اللہ ذات و مرشدِ کامل کی توجہ سے طالب کے وجود کے جملہ نو(۹) سوراخوں سے خون جاری ہو جاتا ہے یعنی کانوں کے دونوں سوراخوں سے، آنکھوں کے دونوں سوراخوں سے، ناک کے دونوں سوراخوں سے، پیشاب و پاخانہ کے دونوں سوراخوں سے اور منہ کے ایک سوراخ سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ جب ذاکر کا تمام وجود خون میں لت پت و غرق ہو جاتا ہے تو سر سے پاؤں تک اُس کے ساتوں اندام پاک ہو جاتے ہیں۔ ذکرِ قربانی و ذکرِ سُلطانی و ذکرِ روحانی و ذکرِ خفی و ذکرِ یخفیٰ و ذکرِ نور و ذکرِ حضور کی یہ ایک عمومی تاثیر ہے جو طالب کے وجود پر وارد ہوتی ہے۔ یہ وہ ذکر ہے جو ہمیشہ اللہ کی نظر میں منظور ہے۔ اِس ذکر کے ذریعے ذاکر دل کے خلوت خانہ میں خفیہ طور پر حق الیقین کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''ذکرِ خفیہ سے دم بدم وصالِ حق نصیب ہوتا ہے اور خفیہ ذکر کرنا

گویا رحمتِ حق کے استغراق میں غوطہ زنی کرنا ہے۔ ''(۲)''اہلِ ذکر کا نفس فنا ہو جاتا ہے اور وہ صاف دل ہو کر لذتِ وحدت پاتا ہے۔''

جان لے کہ اِسم اللہ ذات کی مشقِ وجودیہ ۱؎ کرنے سے ذاکر کو دنیا و آخرت کی دائمی زندگی و نجات حاصل ہو جاتی ہے اور وہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے۔ نص و حدیث کے مطابق حاضراتِ اِسم اللہ ذات سے اُس کا وجود اور اُس کا ظاہر باطن پاک و طاہر ہو جاتا ہے اور وہ زبان کے اعتبار سے اللہ کی تلوار بن جاتا ہے اور وہ ''اَلْمُفْلِسُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ''۲؎ کے مصداق اللہ کی امان میں آجاتا ہے۔ اِسم اللہ ذات کا ایسا ذاکر گنجِ الٰہی ہوتا ہے، اُس کا راز اللہ کا راز ہوتا ہے کہ وہ شرک و کفر اور بدعت و ہوا سے پاک ہوتا ہے، اُس کی آنکھ حق بین ہوتی ہے، وہ باطل اہلِ دنیا بے دین سے بیزار ہوتا ہے، اُس کا سینہ معرفتِ توحید سے پُر ہوتا ہے، وہ ریا و تقلید سے پاک ہوتا ہے، اُس کا ہاتھ صفتِ کریم سے مزین ہوتا ہے، اُس کا قدم شریعت کی سیدھی راہ پر ہوتا ہے اور وہ امر بالمعروف پر کمر بستہ ہو کر نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔ ذاکرِ اِسم اللہ ذات صرف اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اس لیے اُس کے وجود میں ہوا و ہوس نہیں ہوتی، تصورِ اِسم اللہ ذات کے باعث اُس کا وجود اصل پر قائم رہتا ہے، اُس کا دیکھا بھالا سراسر سِرِّ معرفتِ الٰہی و تجلیاتِ نورِ ذات اور مشاہدۂ حضور پر مشتمل ہوتا ہے۔ تصورِ اِسم اللہ ذات کے باعث اُس کے ساتوں اندام نوری نور ہوتے ہیں، ایسا ذاکر نگاہِ الٰہی میں ہر دم منظور ہوتا ہے اور ہر

۱؎:۔ مشقِ وجودیہ = سر سے پاؤں تک جسم کے ہر ایک عضو پر اِسم اللہ ذات لکھنے کی مشق کرنے کو مشقِ وجودیہ کہتے ہیں۔

۲؎:۔ ترجمہ = '' مفلس اللہ تعالیٰ کی امان میں ہوتا ہے۔'' یہ ایک حدیث نبویؐ ہے۔

نگاہِ الٰہی سے اُس پر رحمت کا بے شمار نور برستا ہے اور اُس کا دل انوارِ الٰہی سے منور رہتا ہے اور اسی وجہ سے وہ دنیا میں پریشان و بے قرار رہتا ہے، اُس کا وجود مغفور ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ انبیا و اولیا کی مجالس میں حاضر رہتا ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''مرشدِ کامل سے ذکرِ کامل طلب کر کہ ذکرِ قلب میں سلب و زوال کا خطرہ نہیں ہوتا۔'' (۲) ''مرنے کے بعد تن تو مردہ ہو جاتا ہے لیکن دل نہیں مرتا بلکہ پورے جوش وخروش سے ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہے۔'' (۳) ''ذکر اللہ کے بغیر دل مردہ ہو جاتا ہے اور بندہ جہالت و خطرات کا شکار ہو کر ابلیس جن بن جاتا ہے۔'' (۴) ''جو شخص اسم اللہ ذات کو اپنا رفیق بنا کر اُس کا ذکر کرتا رہتا ہے وہ اللہ کو پالیتا ہے۔'' (۵) ''مردہ دل آدمی جب اسم اللہ ذات کے ذکر کو جاری کر لیتا ہے تو نجات یافتہ ہو کر رضائے الٰہی کا سزاوار ہو جاتا ہے۔'' (۶) ''اے باھو! دل جب تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق ہو جاتا ہے تو دارالامان بن جاتا ہے اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔'' (۷) ''جس ذاکر کی اصل وصل پر اور وصل اصل پر ہو جائے وہ بغیر کسی خلل کے ذوقِ وحدت میں غرق رہتا ہے۔''

ذاکر قلندر صفت ہوتا ہے اور ہمیشہ نفس پر قہر اندازی کرتا رہتا ہے، وہ ملکِ سلیمانی اور سلطنتِ سکندری سے بہتر مراتب کا مالک ہوتا ہے ۔جو شخص چاہے کہ زرین و اطلس کا لباس پہننے اور عمدہ خوراک کھانے کے باوجود اُس کا نفس مطیع و فرمانبردار رہے، حادثاتِ دنیا سے مامون رہے، معصیتِ شیطانی سے محفوظ رہے اور اُس کے وجود سے خناس خرطوم و وسوسہ و وہمات و خطرات خاک و خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جائیں تو اُسے چاہیے کہ مشقِ تصور سے اپنے دل پر اسم اللہ ذات نقش کرے، اِس طرح اُس کا دل غنی ہو جائے گا اور بے شک وہ مجلسِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حضوری پا جائے گا۔ جو شخص

ہمیشہ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کرتا رہتا ہے وہ گویا خونِ جگر پیتا رہتا ہے اور روز بروز لاغر ہوتا جاتا ہے، آنکھوں سے خون بہتا رہتا ہے اور جان کباب کی طرح جلتی رہتی ہے۔ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات سے بعض لوگوں کے وجود میں ایسی آگ اور تپش پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اُس میں جل کر مر جاتے ہیں اور اگر مرنے سے بچ جائیں تو روشن ضمیر و اہلِ تاثیر ہو کر نفس پر امیر اور علمِ معرفت میں کامل نظیر و صاحبِ تفسیر بن جاتے ہیں - یہ تمام کمالیت سروری قادری مرشدِ کامل مکمل اکمل میں پائی جاتی ہے۔ سروری قادری مرشد زشیر جیسا باہمت شہ سوار ہوتا ہے، لومڑی کی کیا مجال کہ شیر کے سامنے دم مارے؟ کل و جز کے دوسرے تمام طریقوں کی اِنتہا قادری طریقے کی اِبتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتی خواہ عمر بھر ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتے رہیں۔ سروری قادری مرشد مجمل و جامع ہوتا ہے، وہ ظاہر باطن میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتب الاکتاب کا درجہ رکھتی ہے اور جس کے مطالعہ سے طالب اِس شان سے فنافی اللہ ہوتے ہیں کہ اُن کے سامنے کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔

ابیات:- (۱) ''اِس کتاب (سروری قادری مرشد) کو جو طالب صدق و اعتقاد و پاکیزگیٔ دل کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ بہت جلد اپنی مراد کو پہنچتے ہیں۔'' (۲) ''وہ ہفتہ بھر کے اندر ہی حضورِ حق سے اپنے مطلب کی بے شمار دولت سمیٹ لیتے ہیں۔'' (۳) ''انہیں دنیا و عقبیٰ کی ہر نعمت حاصل ہو جاتی ہے اور زیر و زبر کی ہر حقیقت ہر وقت اُن کے مدنظر رہتی ہے۔'' (۴) ''جو شخص چاہتا ہے کہ اُسے ایک ہی ہفتہ کے اندر اللہ تعالیٰ کا فیض و فضل اور معرفتِ اِلٰہی حاصل ہو جائے تو اُسے چاہیے کہ'' (۵) ''علمِ اکسیر اور علمِ تکسیر حاصل کرے کہ اِن دو علوم سے ہر موکل فرشتہ فرمانبردار غلام بن جاتا ہے۔'' (۶) ''پس ہر مرتبے پر اِسم اللہ ذات ہی پہنچاتا ہے اس لیے اے طالبِ حق! حاضراتِ اِسم اللہ ذات کا علم حاصل

کر۔'' (۷) ''اگر تُو عنایتِ دل چاہتا ہے تو تیرے لیے اِسم اللہ ذات ہی کافی ہے کہ اِسم اللہ ذات میں بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری پنہاں ہے۔'' (۸) ''اپنی ہر مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگ تاکہ تُو صاحبِ ولایت غنی ہو جائے۔'' (۹) ''جس شخص کی دوستی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں اُس بدبخت ورُوسیاہ پر لعنت بھیج۔'' (۱۰) ''تیری پکار'' یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ رحمتِ دو عالم ہیں'' ہونی چاہیے کیونکہ آپ کی نگاہِ رحمت سے وحدتِ الٰہی کا اِستغراق نصیب ہوتا ہے۔'' (۱۱) ''دنیا کے لیے پریشان مت ہو کہ اس کی خاطر گدھے سے زیادہ خوار ہونا پڑتا ہے، دنیا بھر کے سیم و زر سے صرف ایک نگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بہتر ہے۔'' (۱۲) ''نگاہِ باھُو دراصل نگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہی ہے، جو کوئی اس میں شک کرے وہ بدبخت ہے۔'' (۱۳) ''اگر تُو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی جان اور اپنی ہر متاع قربان کردے تو محرمِ اسرار ہو کر مقامِ الست پر جا پہنچے گا۔'' (۱۴) ''آوازِ وحدت ''کُن'' کی حقیقت سے یہ راز کھلا کہ عنقا[۱] کو جب بزرگی نصیب ہوتی ہے تو وہ بلند پرواز شہباز بن جاتا ہے۔'' (۱۵) ''مکھی کو شہباز جیسے بال و پر کہاں حاصل کہ شہباز کی نظر ہمیشہ عرش سے بالا ہی رہتی ہے۔'' (۱۶) ''میرا جسم یہاں اور جان حضورِ حق میں رہتی ہے کیونکہ دائمی ذکر اللہ کے باعث میں ہر وقت نورِ وحدت میں غرق رہتا ہوں۔'' (۱۷) ''اِس حقیقت کو وہی سمجھ سکتا ہے جو اپنی جان محبوب پر وار چکا ہو، عام آدمی کو یہاں دم مارنے کی مجال نہیں۔'' (۱۸) ''جس شخص کی نظر دونوں جہان کا احاطہ کر سکتی ہے وہ خضرؑ سے بہتر راہنمائے باطن ہے۔'' (۱۹) ''باھُو اُمتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا راہنما اور فنافی اللہ فقیر ہے، اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱:۔ عنقا = ایک ناپید پرندہ ہے۔ اِصطلاحِ صوفیا میں عنقا سے مراد انسانی فطرت ہے۔

نے خود دست بیعت فرمایا ہے۔''

خلافِ نفس کیا چیز ہے؟ خلافِ نفس ذکرِ موت ہے۔ ذکرِ موت کیا چیز ہے؟ ذکرِ موت یہ ہے کہ جیتے جی مرتبہ موت حاصل کر لیا جائے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے۔ ''اُس دن (قیامت کے دن) کسی کو بات کرنے کا اختیار حاصل نہ ہوگا، اُس دن تمام ذی روح مخلوق اور فرشتے صفیں باندھے کھڑے ہوں گے اور کوئی بھی بول نہ سکے گا سوائے اُس شخص کے کہ جس کو رحمان بولنے کی اجازت دے اور وہ بات بھی درست کرے اور وہ سچا دن ہے۔'' اے غافل! اُس دن کو یاد رکھ۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''آج ہم اُن کے مُونہوں پر چُپ کی مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور اُن کے پاؤں اُن کے اعمال کی گواہی دیں گے۔''

ابیات:۔ (۱) ''اِس سرائے سے اپنا سامان سمیٹ لے کہ اِس کٹیا میں تجھے مستقل نہیں رہنا ہے۔'' (۲) ''اِس کی چھت میں سوراخ ہو چکا ہے اور بادل طوفانی ہو رہا ہے، اب تیری عمر دس سال ہو یا سو سال یا ہزار سال ہو، اُس کا کیا بھروسہ؟'' (۳) ''جو شخص عارفِ وحدت ہو کر غرقِ وحدت ہو جاتا ہے وہ ہرگز نہیں مرتا۔'' (۴) ''باھُو دریائے نورِ الٰہی میں غرق ہے، جسے حضورِ حق میں اِس طرح کا استغراق حاصل ہو جاتا ہے وہ کبھی نہیں مرتا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔'' لیکن اولیا اللہ کی قبروں سے نہ تو کوئی جواب آتا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے بات کرتے ہیں تو کیسے پتا چلے کہ وہ زندہ ہیں اور ایک گھر سے نکل کر دوسرے گھر میں چلے گئے ہیں؟ یہ اِس طرح معلوم ہوگا کہ وہ تو دُلہن کی طرح اپنی خوابگاہ میں سوئے ہوئے ہیں، اُنہیں کوئی شہسوارِ قبر ہی بزورِ ضرب خواب سے جگا کر اُن

سے بات چیت کر سکتا ہے۔

ابیات:۔ (۱)''اولیا ہی اولیا پر اُس قوت وتوفیق سے غالب آتے ہیں جو انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوتی ہے۔ '' (۲)''وہ اہل قبر روحانیوں سے روح کے ذریعے ہم کلام ہوتے ہیں کہ اُن کے وجود میں طوفانِ نوح کی طرح طوفانِ ذکر برپا ہوتا ہے۔'' (۳)''ناقص لوگ اس بات سے بے خبر اور حیرت زدہ ہیں کہ لامکانی جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ '' (۴)''اِس بات کی وضاحت بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں ہو جاتی ہے کہ وہ آدمی ہرگز رجعت خوردہ نہیں ہو سکتا جو واصل بحق ہو چکا ہو۔ '' (۵)''اولیا اللہ کی قبر خزائن کرم کا ذخیرہ ہوتی ہے اس لئے شہسوارِ قبر ہرگز غم زدہ نہیں ہوتا۔ ''(۶)''قبر اہل خبر اولیا اللہ کا خلوت خانہ ہوتی ہے اس لئے تُو اپنا ہر مطلب اولیا اللہ کی قبر سے حاصل کر۔ ''(۷)''اولیا اللہ کی قبر میں شیر کا بسیرا ہوتا ہے جس سے ناقص لوگ ڈرتے ہیں لیکن عارفِ الٰہی اِس شیر پر سواری کرتا ہے۔''(۸)''اہل اللہ کی قبر سے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے کیونکہ اہل اللہ کی قبر سے زیر وزبر کی ہر حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔''(۹)''اے باھُو! اہل اللہ کے مزار پر علمِ دعوت پڑھنے سے پہلے ہی دن بارگاہِ حق کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔''

جان لے کہ تمام ترک وتوکل، تمام ذکرِ وصال، تمام دعواتِ لارجعت ولازوال اور ابتدا وانتہا کے تمام مراتب اِسم اللہ ذات وکلمہ طیب '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کی حاضرات سے پل بھر میں مرشدِ کامل سروری قادری کے پہلے ہی روز کے سبق سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ مرشدِ کامل سروری قادری کو یہ کامیابی قادری ہونے کی بنا پر حاصل ہے۔ جو قادری کسی دوسرے طریقے کی طرف رجوع کرتا ہے اُس کے مراتب سلب

ہو جاتے ہیں اور وہ گنہگار و گمراہ ہو کر بے برکت ہو جاتا ہے۔

بیت:۔ ''میرے عزیز! درگاہِ قادری سے جس نے منہ موڑا اُسے کہیں بھی پناہ و عزت نہ ملی۔ ''

طریقۂ قادری کے مقابلے میں دوسرے تمام طریقے خام ہیں۔ طریقۂ قادری کامل طریقہ ہے، کامل کو خام سے کیا واسطہ؟

بیت:۔ '' تُو جس کے تصور میں گم رہے گا وہی بن جائے گا جیسا کہ سونا آگ میں گم ہو کر انگارہ بن جاتا ہے۔''

جوابِ مصنف :۔ ''جب مَیں غرق فنا فی اللہ ہوا تو اللہ کے سوا کچھ نہ رہا، اب مَیں اللہ کے سوا نہ کچھ بولتا ہوں اور نہ ہی کچھ پڑھتا ہوں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے۔''

ابیات:۔ (۱) ''اے تن کے اُجلے اور من کے کالے اِنسان! یہ کیا منافقت ہے کہ تیری زبان پر اقرار ہے مگر دل میں انکار ہے؟'' (۲) ''تیرے طرزِ عمل نے دین کو زبانِ قلم کی طرح دو رویہ کر دیا ہے کہ تیری زبان پر تلاوتِ قرآن جاری ہوتی ہے لیکن دل میں زُنار بھرے رہتے ہیں۔ '' (۳) ''سیاہ دلی سے رُوسیاہی بہتر ہے کہ سیاہ دلی حُبِّ دنیا کا نتیجہ ہے جو سراسر گناہ ہے۔ '' (۴) ''زبان محوِ تفسیر ہو اور دل اُس سے بے خبر ہو تو یہ سراسر منافقت ہے۔'' (۵) ''صادقوں کے لئے تصدیقِ قلب ضروری ہے اِس لئے مرشد سے اخلاص اور تصدیقِ قلب طلب کر۔ '' (۶) ''جس شخص کا مرشد نہ ہو وہ ہوائے نفس میں گرفتار رہتا ہے، بھلا پیر و مرشد کے بغیر صاف دلی کہاں نصیب ہوتی ہے؟'' (۷) ''جو شخص

زبان کا عالم مگر دل کا جاہل ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس کے بارے میں فرمایا ہے''

''جاہل عالم سے ڈرو! پوچھا گیا کہ اے اللہ کے رسول جاہل عالم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا کہ جو زبان کا تو عالم ہو مگر دل کا جاہل ہو۔''

ابیات:۔(۱)''جس عالم کی زبان قرآن وحدیث کی تفسیر میں مشغول رہتی ہو اور دل مقربِ الٰہی ہو تو''(۲)''ایسا عالم عارف باللہ فقیر ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جواب باصواب پاتا ہے۔''(۳)''جو عالم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باطنی زندگی و راہنمائی کا منکر ہے وہ منافق، کافر اور بدبخت ہے۔''(۴)''علما پر فرضِ عین ہے کہ وہ مرشدِ کامل سے تلقین حاصل کریں اور پھر رضائے الٰہی کی خاطر خَلق کی راہنمائی کریں۔''(۵)'' جسے قربِ الٰہی حاصل ہو وہ عالم باللہ ہے اور وہ ہمیشہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتا ہے۔''(۶)''حضوری کے بغیر علم سراسر حجاب اور حجت ہے اور معرفتِ الٰہی کے بغیر عالم شیطان ہے۔''

شیطان کو'' لَا سَجْدَةَ لِغَیْرِ اللّٰہِ ''[1] کے علم اور انانیت کے غرور نے سجدۂ آدمؑ سے باز رکھا کیونکہ شیطان کے دل میں ''اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ ''[2] کا غرور سمایا ہوا تھا۔ پس انانیت ہی آدمی کو دونوں جہان میں خراب کرتی ہے۔ جان لے! کہ زمین وآسمان کی مخلوق کو قیامت تک پہنچنے کے لئے پچاس ہزار سال کا عرصہ لگتا ہے، اِس پچاس ہزار سالہ عرصے کو شبِ دنیا کہتے ہیں اور حساب گاہِ قیامت کا پچاس ہزار سالہ عرصہ ایک دن ہے۔ اِس طرح ظاہر و باطن کے ایک دن رات کا عرصہ ایک

[1]:۔ترجمہ = غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔

[2]:۔ترجمہ = مَیں اس سے بہتر ہوں کہ مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور اسے مٹی سے۔

لاکھ سال ہے۔شب دنیا لباس ہے اور روزِ قیامت معیشت ہے۔ لباس کا تعلق عبودیت سے ہے۔معیشت کسب (کمائی) کو کہتے ہیں اور کسب کا تعلق ذکر فکر، معرفتِ الٰہی ، اشتغال اللہ اور ربوبیت سے ہے۔علماٗ صاحبِ عبودیت ہیں اور فقراٗ صاحب ربوبیت ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔''اور ہم نے رات کو لباس اور دن کو معیشت بنایا۔'' اہل شب کی نظر دنیا پر رہتی ہے کہ اعمالِ ظاہری دنیا میں پائے جاتے ہیں اور اہل روز کی نظر روزِ قیامت پر رہتی ہے۔ وہ نہ حق کے سوا کچھ چاہتے ہیں اور نہ لیتے ہیں۔علماٗ و فقراٗ میں کیا فرق ہے؟ علما حالتِ غضب میں جلالیتِ علم کی بدولت خود پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جبکہ فقراٗ حالت غضب میں جمالیتِ معرفتِ الٰہی کی بدولت خود پرستی سے محفوظ رہتے ہیں۔ جو شخص ابتدا میں باعمل عالم ہوتا ہے وہ انتہا میں فقیرِ کامل درویش ہوتا ہے۔ الغرض بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت و معرفت و شناخت کے لیے پیدا کیا ہے۔فرمانِ الٰہی ہے:۔ ''میں نے جنوں اور اِنسانوں کو صرف اپنی عبادت یعنی معرفت و پہچان کے لئے پیدا کیا ہے۔'' قیامت کے دن جب کل مخلوق حساب گاہ میں جمع ہوگی تو دنیا میں جس جگہ پر علماٗ نے محض رضائے اِلٰہی کی خاطر عبادت کی ہوگی یا علم حاصل کیا ہوگا یا وہ جگہ کہ جہاں فقراٗ ذکر اللہ میں مشغول رہے ہوں گے اور اُس جگہ و مکان کو باب المساکین ہونے کا شرف حاصل رہا ہوگا، اُس روز وہ جگہ و مکان آفتاب کی طرح روشن ہوگا اور وہ ان اِنسان کامل علماٗ و فقراٗ کو اُٹھا کر برق رفتاری سے پل صراط سے گزار کر بہشت میں جا داخل کرے گا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اُس دن کافر کہے گا کہ کاش! مَیں مٹی ہوتا۔'' اُس دن کافر کہیں گے کہ کاش ! ہم علماٗ و فقراٗ کی خاکِ پا ہوتے اور اُن کے قدموں کی نسبت سے جنت میں داخل ہو جاتے اور عذابِ جہنم سے نجات پا جاتے۔ تجھے علمائے عامل اور فقرائے کامل کی قدر اُس روز

معلوم ہوگی۔ یہ دونوں گروہ یعنی علمائے عامل اور فقرائے کامل بزرگ ہیں، جو شخص ان کے دامن سے وابستہ ہوگیا وہ دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے محفوظ ہوگیا آدمی کو علم کا طالب محض طلبِ مولیٰ کی خاطر ہونا چاہیے کیونکہ طلبِ مولیٰ میں اللہ تعالیٰ کا قربِ اعلیٰ واولیٰ پایا جاتا ہے۔ یہ عطائے طلبِ مولیٰ بھی مرشدِ کامل سے حاصل ہوتی ہے۔

بیت :- ''جب برقِ نافرمانی حضرت آدم علیہ السلام جیسی بزرگ ہستی پر بھی گر کر رہی تو مجھے بے گناہی کا دعویٰ کہاں زیب دیتا ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''وہ دونوں بولے! اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔'' نفس کے تین حروف ہیں:- ''ن ف س''- حرف ''ن'' سے نیتِ بد، نالائق، نان طلب، ایمان کش، ناقص اور ناپسند۔ حرف ''ف'' سے فریبی، فتنہ پرور، فضیحت پسند، فسادکش اور فاجر، حرف ''س'' سے سخت، آہن وسنگ سے زیادہ سخت مخالفِ رحمان۔ یہ حقیقت نفس امارہ کی ہے جس کے مالک کفار ومنافق وکاذب وظالم دنیادار لوگ ہیں۔ نفس مطمئنہ کے بھی تین حروف ہیں:- ''ن، ف، س۔'' حرف ''ن'' سے نالد یعنی رات دن خوف خدا میں رونے والا، نہی یعنی اللہ تعالیٰ کی ممنوعہ باتوں سے پرہیز کرنے والا اور نیکی کو پھیلانے والا، نانِ حلال یعنی حلال کی کمائی کھانے والا، اطاعتِ بے ریا اختیار کرنے والا، ایمان کی سلامتی والا، ناصر التوفیق یعنی توفیق الٰہی سے مدد کیا ہوا اور ذکر فکر و اشتغال اللہ یعنی تصورِ اسم اللہ ذات کی مدد سے مراقبہ ومعرفت ومشاہدہِ نور میں مستغرق۔ نفس جب نورِ الٰہی میں غرق ہوتا ہے تو مغفور ہو کر نفس مطمئنہ بن جاتا ہے کہ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ حرف '' ف'' سے فخرِ دین، کفر واسلام کے درمیان ''فرق کرنے'' والا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''یہ اس لئے ہے کہ مومنوں کا مولیٰ اللہ ہے اور کافروں کا مولیٰ کوئی نہیں۔''

اہلِ نفس مطمئنہ حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے اور صاحبِ حق الیقین اُسے کہتے ہیں کہ جسے اِستغراقِ حق حاصل ہو اور وہ باطل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ حق اسلام ہے اور باطل کفر ہے۔اسلام کی بنیاد فقر اور معرفتِ الٰہی ہے، کفر کی بنیاد درمِ دنیا ہے، بدعت کی بنیاد حُبِّ دنیا ہے اور ہدایت کی بنیاد حُبِّ الٰہی ہے۔ اور حرف ''س'' سے سر راستی راہ با اِستغراقِ اِلٰہ یعنی صراطِ مستقیم پر گامزن اور تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق، بظاہر مشغولِ سجدہ سجود لیکن بباطن غرق فنا فی اللہ با معبود۔ اِن صفات سے متصف نفس مطمئنہ انبیاؑ و فقراؒ کا ہوتا ہے اور بہت کم صاحبِ ولایت اوؒلیا کا بھی ہوتا ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''نفس کی پہچان اُس کی آرزوؤں سے ہوتی ہے لیکن اُس کی اصل صفت حق کی راہنمائی ہے۔'' (۲) ''نفس کی پہچان لذتِ ذائقہ سے ہوتی ہے لیکن خواص کا نفس لذتِ ذائقہ سے بھی بزرگی و سربلندی حاصل کرتا ہے۔'' (۳) ''اگر نفس نہ ہوتا تو آرزوئیں اور تمنائیں کہاں ہوتیں؟ اور اگر نفس نہ ہوتا تو خدا تک رسائی کہاں ہوتی؟'' (۴) ''نفس مطمئنہ ایک سواری ہے جس کی رسائی رازِ الٰہی تک ہے اور یہ مشاہدۂ توحیدِ حق تک پہنچاتی ہے۔'' (۵) ''جسے نفس و ہوا کا قرب حاصل ہو جائے وہ خدا سے دُور ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں بلائیں بندے کو خدا سے دُور کرتی ہیں۔'' (۶) ''دُوئی کی بدولت بندہ دو راہوں میں بٹ جاتا ہے، جس نے دوئی سے جان چھڑا لی وہ بادشاہ بن گیا۔'' (۷) ''شرک، کفر اور ہوا یہ تین بُری بلائیں ہیں۔ اے باھُوؒ! نفس کو ان بلاؤں سے بچا۔''

جان لے کہ مرشد کامل سب سے پہلے طالب کے وجود پر نظر ڈالتا ہے اور دیکھتا ہے کہ آیا اُس کے وجود کا برتن درست اور پختہ ہے یا خام اور شکستہ ہے یا معرفتِ الٰہی کی نعمت اور نورِ وحدتِ ذات کی تجلیات کے مشاہدے اور حق برداری کے قابل بھی ہے کہ نہیں یا

وہ نفس و باطل کو چھوڑنے والا ہے کہ نہیں یا کم حوصلہ ہے کہ وسیع حوصلے والا ہے۔ وہ حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات سے پرکھ لیتا ہے کہ آیا طالب اللہ دریا نوش ہے یا معرفتِ الٰہی کے ایک ہی قطرے سے مست ہو کر خود فروشی کرنے والا ہے۔

ابیات:- (۱) ''اِنسان دنیا کا طالب ہوائے نفس کی وجہ سے ہوتا ہے اور عقبیٰ کا طالب عیش و عشرت اور طلبِ جاہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' (۲) ''طالبِ مولیٰ جب نورِ الٰہی میں غرق ہو جاتا ہے تو وہ خود سے اور دنیا و حور و قصورِ جنت سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔'' (۳) ''اس قسم کا باطن صفا طالبِ مولیٰ ہمیشہ مقامِ کبریا[۱] کا جویا رہتا ہے۔'' (۴) ''جو شخص خود پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ محض لاف زن و راہزن و جاسوس طالب ہوتا ہے۔'' (۵) ''جو شخص طالبِ حق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ ہر برائی اور ہر بری خصلت سے خود کو پاک رکھے۔'' (۶) ''ازلی طالب جان نثار ہوتا ہے کہ وہ صرف اللہ کا طالب ہوتا ہے۔'' (۷) ''اگر کوئی شخص راہِ راز اختیار کر کے طالبِ حق بن جائے تو مرشدِ کامل اُسے ایک ہی نگاہ میں بامراد کر دیتا ہے۔'' (۸) ''بارگاہِ خداوندی تک راہبری کرنے والے مرشدانِ کامل میدان میں موجود ہیں لیکن طالبانِ مولیٰ کہاں ہیں؟'' (۹) ''کتے کی طرح ہڈی پر لڑنے والے طالبِ حق نہیں ہوتے، طالبِ حق توفیقِ حق ہوتا ہے۔'' (۱۰) ''اے حکیم! حکمت کے موتی کتوں کے منہ میں مت ڈال کہ یہ موتی تو کسی اِنسان ہی کے لائق ہوتے

---

[۱]:- مقامِ کبریا= راہِ حق میں یہ ایک مقام ہے جہاں طالبِ حق صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر مملکتِ خداوندی میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے، حتیٰ کہ وہ تکوینی امور پر بھی قادر ہوتا ہے۔ اس مقام پر طالبِ حق '' اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر'' کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے لیکن وہ اس شانِ خداوندی کا مالک ہونے کے باوجود مقامِ بندگی کو نہیں چھوڑتا اور لوحِ محفوظ پر لکھی ہوئی تقدیرِ الٰہی سے موافقت اختیار کر کے محبوبِ الٰہی بننے کو پسند کرتا ہے۔ مالک الملکی فقیر اس مرتبے پر فائز ہوتا ہے۔

ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''کتوں کے منہ میں موتی مت ڈالو۔''

بیت :۔ ''اولیا اللہ کو بارگاہِ الٰہی سے فقر کی بادشاہی حاصل ہوتی ہے اِس لئے سات ولایتوں میں اُن کے نام کا ڈنکا بجتا ہے اور ساتوں ولایتیں اُن کے تصرف میں رہتی ہیں۔''

مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب اللہ کو پہلے ہی روز حاضراتِ اسم اللہ ذات کی مدد سے ہر دو جہان کا قبضہ و تصرف عطا کر دے تاکہ طالب اللہ کو دائمی جمعیت حاصل رہے۔ جان لے کہ مرشدِ جامع صرف سروری قادری ہی ہوتا ہے اور اُس کے طالب چار طرح کے ہوتے ہیں، بعض طالب کامل ہوتے ہیں، بعض مکمل، بعض اکمل اور بعض موصل واصل ہوتے ہیں۔ مرشدِ جامع وہ ہے جو پہلی ہی نظر میں جاہلوں کو علمِ کامل، علماً کو معرفتِ کامل اور عارفوں کو فقرِ کامل عطا کر دے، وہ فقرِ کامل کہ جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :۔ '' فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ '' مرشدِ جامع اپنے طالبوں پر چار قسم کی نظر ڈالتا ہے جس سے وہ چار قسم کے مراتب پر پہنچتے ہیں۔ نیز مرشدِ جامع اُسے کہتے ہیں کہ جس کی نظر سے طالب پر لوحِ ضمیر کھل جاتی ہے اور اسے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا تمام علم لوحِ ضمیر پر دکھائی دینے لگتا ہے۔ مرشدِ جامع ''کل'' ہوتا ہے جس کی نظر میں ہر دو جہان ''جز'' ہے۔ ''جز'' کی کیا مجال کہ ''کل'' کے سامنے دم مارے۔ جان لے کہ طالب پر پانچ قسم کے حقوق واجب ہوتے ہیں، پہلا حق والدین کا ہے، دوسرا حق اُستاد کا ہے، تیسرا حق بزرگوں کا ہے، چوتھا حق مرشد کا ہے اور پانچواں حق بیوی کا ہے۔ ان سب حقوق میں سے غالب و فائق تر حق مرشد کا ہے کیونکہ مرشد سے طالب کو معرفتِ الٰہیہ نصیب ہوتی ہے اور

اُس کی نظرِ حق سے جاملتی ہے اور وہ روشن ضمیر ہو کر علمِ تفسیر کا باتاثیر عالم اور دونوں جہان کا امیر ہو جاتا ہے اور پھر وہ ہر ایک حق کی ادائیگی درمِ دنیا سے کر دیتا ہے جس سے ہر ایک حقدار اُس سے راضی ہو کر اُسے دعا دیتا ہے۔ یہ لوگ مرشد نہیں جن کی نظر سیم وزر پر جم کر رہ گئی ہے، یہ تو گدھے سے بھی بدتر لوگ ہیں۔ جان لے کہ سب سے پہلے مرشد اپنے طالب سے یا پیر اپنے مرید سے پوچھتا ہے کہ تجھے طالبوں اور مریدوں کے تین مراتب یعنی مرتبۂ دنیا و مرتبۂ معرفتِ مولیٰ و حضوریٔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں سے کون سا مرتبہ پسند ہے؟ کیونکہ پیر مرشد پر اپنے طالب مرید سے ایسا سوال کرنا فرضِ عین ہے۔ طالب مرید اپنے پیر مرشد سے جھوٹ نہیں بولتا اِس لئے اپنا پسندیدہ مرتبہ بتا دیتا ہے خواہ وہ مرتبہ دنیائے گمراہ کا ہو یا عقبیٰ وحور و قصور و جاہ کا ہو یا معرفت قربِ الٰہ کا ہو یا حضوریٔ مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرورِ عالم پناہ کا ہو۔ طالبِ دنیا مخنث ہے، طالبِ عقبیٰ مؤنث ہے اور طالبِ مولیٰ مذکر ہے۔ بے قوت و بے تصرف پیر مرشد خام و ناقص ہوتا ہے اِس لئے وہ ہر وقت مایۂ فتنہ و فساد رہتا ہے۔ اور طالب مرید کی زندگی ضائع و برباد کیے رکھتا ہے۔ مرتے وقت وہ افسوس کرتا ہے لیکن اُس کا کوئی فائدہ نہیں کہ ہاتھ سے نکلا ہوا وقت اور کمان سے نکلا ہوا تیر کبھی لوٹ کر نہیں آیا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں علمائے عامل بہت ہیں، متقی و زاہد علما بھی بے شمار ہیں اور اہلِ دکان صاحبِ نام و ناموس پیر بھی بہت زیادہ ہیں لیکن صاحبِ قربِ پروردگار عارف باللہ فنافی اللہ فقیر بہت قلیل ہیں۔ فرمایا گیا:۔ ’’وقت ایک کاٹ دار تلوار ہے۔‘‘ ناقص پیر مرشد طالب مرید کی گردن پر وبال ہوتا ہے جب کہ مرشدِ کامل طالب مرید کو اِسم اللہ ذات یا آیاتِ قرآن یا کلمہ طیبات ’’ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ‘‘ کی حاضرات سے تین دن کے اندر ہی دنیا و عقبیٰ و معرفتِ مولیٰ و

مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے تینوں مراتب عطا کر دیتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''فقر نورِ توحید کا ایک دریا ہے جس سے کل و جز کی تمام مخلوق کا ظہور ہوا۔'' (۲) ''میں نے خود کو دریائے توحید میں غرق کر کے دل کو پایا۔'' (۳) ''فقر توحیدِ ذات کی خاص الخاص حقیقت ہے، جس نے فقر اختیار کر لیا وہ نجات پا گیا۔'' (۴) ''جس کے دم قدم میں فقر سما گیا وہ غم سے آزاد ہو گیا لیکن دنیا میں فقر فنا فی اللہ کم ہی نظر آتا ہے۔'' (۵) '' فقر در بدر کی گدائی کا نام نہیں بلکہ نفس کے محاسبے کا نام ہے۔'' (۶) ''فقر مالدار و امیر لوگوں سے کوئی غرض نہیں رکھتا کہ نگاہِ فقر خزائن زر سے زیادہ با اثر ہے۔'' (۷) '' فقر کو نہ تو عاجز سمجھو اور نہ ہی عاجز جانو کہ فقر کو لازوال بادشاہی حاصل ہے۔'' (۸) '' اے باھوؒ! خدا را اُس فقر سے آشنا کر دے کہ جس میں قربِ حق اور قربِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پایا جاتا ہے۔''

رحمتِ الٰہی کے باعث اِن میں سے ہر مرتبہ نگاہِ الٰہی میں منظور ہے اِس لئے اِن مراتب کا فقیر مجلس محمدی (صلی للہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں ہر وقت حاضر رہتا ہے۔ یہ تمام مراتب حاضراتِ تصورِ اسم اللہ ذات، اِسمِ اعظم، برکت و خاصیتِ نص و حدیث، تلاوتِ آیاتِ قرآن اور کلید کلمہ طیبات " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ جب کلیدِ کلمہ طیبات " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " سے دل کا قفل کھلتا ہے تو بے شک ذات وصفات کے تمام مقامات منکشف ہو جاتے ہیں۔ اِس میں شک کرنے والا منافق و زندیق ہے۔ یہ سلک سلوک صرف سروری قادری طریقے میں پایا جاتا ہے۔

ابیات:- (۱) '' پیر ایسا ہونا چاہیے جو میرے پیر کی طرح ہر مشکل کے وقت فوراً

مدد کو آپہنچے۔ ''(۲)'' صاحب قوت پیر مریدوں کی مدد کے لئے خضر علیہ السلام کی طرح فوراً حاضر ہو کر ایک ہی نگاہ میں مشکل حل کر دیتا ہے۔ ''(۳)'' پیر میرانؒ'' دین کو زندہ کرنے والے'' کیوں نہ ہوں کہ وہ رُوح الامین اور وزیر مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہیں۔ ''(۴)'' شاہ عبدالقادرؒ'' راہبر خدا ہیں اس لئے ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم مجلس رہتے ہیں۔ ''(۵)'' باھو اُن کے خاکِ پا مرید غلاموں میں سے ایک غلام ہے اسی لئے تو یہ دوسرے غوث و قطب اولیا سے بلند مرتبہ ہے۔''

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو خلوت میں تو فقیروں سے نعمت و برکت و تعلیم و تلقین حاصل کرتے ہیں لیکن فقر سے کنی کتراتے ہیں اور اہل دنیا کی طرف راغب ہوتے ہیں، اپنے پیر و مرشد کے نام کو چھپاتے ہیں لیکن اپنی نیک نامی اور نام و ناموس کا ڈنکا بجا کر خود فروشی کرتے ہیں اور بے اعتقاد ہو کر آفتاب سے روشن تر اسم اللہ ذات کی روشنی کو اپنی انا و ہستی کے بادلوں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور زندہ نفس و مردہ دل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ دانا بن اور جان لے کہ حضرت پیر دستگیر شاہ محی الدینؒ اور ان کے طالب مرید صاحب وصال ہیں اور ہمیشہ نورِ وحدانیت میں غرق ہو کر قربِ الٰہی کی حضوری اور مشاہدہ و معرفت میں غرق رہتے ہیں اور تمام غوث و قطب آپ کے طالب مریدوں کے مقابلے میں مفلس و عاجز اور آپ کی درگاہ کے سوالی ہیں۔ جس سوالی کو بھی خیرات میں کچھ مرتبہ ملا، اُنہی کے در سے ملا۔ جو اُن کا منکر ہوا بے شک وہ دونوں جہان میں مردود ہوا اور رجعت کھا کر احمق و پریشان ہوا۔ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ گہرے سمندر کی مثل ہے، جس نے بھی اس سمندر سے ایک قطرہ پایا وہ سیراب ہو گیا۔ جس نے بھی آپ کے کسی طالب مرید کو جذب کرنا چاہا وہ خود سلب ہو گیا اور بیمار ہو کر چند ہی روز میں مر گیا۔ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کا دشمن

تین حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا، یا تو وہ لعنتی و رافضی شیطانِ ابلیس ہوگا یا خارجی لعنتی نجس خبیث ہوگا یا فقر و درویشی اور معرفتِ الٰہی سے محروم بدبخت، منافق ہوگا۔ آپ کا دشمن خدا کا دشمن ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دشمن ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار یاروں کا دشمن ہے۔ حضرت پیر دستگیرؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چار یاروں کے دوست، اہل سنت جماعت اور نائبِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور ظاہر باطن میں ایسے طاعت گزار ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی بندگی خدا سے فارغ نہیں ہوتے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جان لے کہ پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے طالب مریدوں میں سے سب سے ناقص و کمتر و نچلے درجے کے طالب کا مرتبہ غوث قطب کے مراتب سے بہتر و برتر و فائق تر ہوتا ہے کیونکہ آپ اپنے با اخلاص طالبوں اور مریدوں کو ظاہری و باطنی قوت و تصور و تصرف و حاضراتِ اسم اللہ ذات سے یا جذبِ ذکر سے یا کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی ضرب سے وحدانیتِ لازوال کے میدان میں لے آتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور کروا کر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتے ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنے طالبوں اور مریدوں کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری بخشتے رہتے ہیں۔ آپ کے اُن مریدوں کو تمام کاملین و واصلین و عارفین و اولیا اللہ جانتے ہیں البتہ جو اہل باطن نہیں وہ انہیں نہیں جانتے۔ حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ کے طالبوں اور مریدوں کو مرتے وقت مراتب حضوری نصیب ہو جاتے ہیں اور وہ قوتِ حضوری کی بدولت کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' پڑھ لیتے ہیں اور اُن کے وجود میں اسم اللہ ذات کا ذکر جاری و غالب ہو جاتا ہے اور اُن کے وجود میں محبتِ الٰہی بھر جاتی ہے۔

بیت :- ''اے بھائی! اگر تُو آخرت میں سربلندی چاہتا ہے تو آستانۂ قادری کا طالب مرید بن جا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جو شخص محبتِ الٰہی میں فوت ہوا بے شک وہ شہید کی موت مرا ۔'' جو شخص یہ صفات نہیں رکھتا اُسے قادری نہیں کہا جا سکتا ۔ حضرت محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا فرمان ہے :- ''میرا مرید مرے گا تو صرف حالتِ ایمان ہی میں مرے گا۔''

بیت :- ''اے باھُو! شاہِ جیلانؒ کا نام لینے والے شخص کو بھلا آتش دوزخ اور شیطان کا کیا خوف؟''

الغرض! قادری طریقہ کے طالبوں اور مریدوں کا ابتدائی مرتبہ ہی سروری (سرداری) ہے۔ قادری کو زرشیر کا شہسوار کہا جاتا ہے۔ جان لے کہ آدمی کو سات چیزیں حاصل کرنی چاہییں یعنی ''اعتقاد، یقین، اخلاص، صدق، اعتبار، طلب اور محبت۔ ان سات چیزوں کا تعلق طالب کی کوشش سے نہیں بلکہ پیر و مرشد کی کشش و جذب اور التفات سے ہے۔ پیر و مرشد کی عطا سے جب یہ سات چیزیں طالب کے وجود میں پیدا ہو جاتی ہیں تو اُسے جمعیت نصیب ہو جاتی ہے اور یقین کے باعث اُس کے وجود میں ایک صورتِ نور پیدا ہو جاتی ہے جو ہمیشہ پیر و مرشد کی بارگاہ میں عرضِ احوال کر کے راہنمائی حاصل کرتی رہتی ہے۔ پیر و مرید اور طالب و مرشد کے درمیان یگانگت و حضوری اور عرضِ احوال کا ذریعہ یقین کی یہی "صورتِ نور" ہوتی ہے۔ اگر طالب یوں فنا فی الشیخ و فنا فی پیر نہ ہوتے تو ظاہر و باطن میں کوئی طالب بھی اپنے مقصود و مطلوب کی بازی نہ لے جاتا۔ وہ عجیب احمق لوگ ہیں جو خود کو طالب مرید کہتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ نفسِ امارہ کے قیدی اور مطلب پرست لوگ ہوتے ہیں، وہ نہ تو مراتب پیر کی حقیقت جانتے ہیں اور نہ ہی پیر سے اعتقاد رکھتے ہیں، لہٰذا وہ رُوحِ بایزیدؒ سے بے خبر ہو کر نفس و شیطان یزید (علیہ اللعنت) کے

قیدی بنے رہتے ہیں۔ قوی و صاحب قوت طالب مرید وہ ہوتا ہے جو اپنے پیر و مرشد پر جان و مال نثار کرتا ہے۔ایسا ہی طالب مرید صاحبِ فراست و روشن ضمیر ہوتا ہے۔

بیت :- ''اے باھُو ! اصل سرمایہ یقین ہے اور یقین ایک خاص نور ہے جو طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں لے جاتا ہے۔''

اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس ۔

شرح مرشد و طالب

جان لے کہ ''مرشد'' کے چار حروف ہیں یعنی ''م ر ش د۔'' حرف ''م'' سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور زندہ دلوں کو ایک ہی توجہ سے وحدانیتِ ''اِلَّا اللّٰـہ'' کا مشاہدہ کرا کے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری بخشتا ہے۔ حرف ''ر'' سے طالب کو ریاضت سے رہائی دلا کر راز بخشتا ہے حرف ''ش'' سے شرِ نفس و شرِ شیطان و شرِ خلق و شرِ دنیا و شرِ سیاہ دلی اور ہر اُس شر سے طالب کو نجات دلاتا ہے کہ جس نے اُس کے وجود کو جکڑ رکھا ہو اور اُسے اِس قابل بناتا ہے کہ اُس کے ساتوں اعضائے بدن یعنی ہڈیاں و مغز و گوشت و چمڑا اور رگیں اور بال وغیرہ اسم اللہ ذات کے ذکر میں زبان کھولتے ہیں اور یوں ذکرِ اسم اللہ ذات سے اُس کا جسم اور دل اِس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح کہ بہتے ہوئے دریا کا پانی، اور اُس کے جسم کا ہر عضو اللہ اللہ پکارنے لگتا ہے اور وہ اپنے لب بند کر کے اِستغراقِ مع اللہ میں گم ہو جاتا ہے۔ حرف ''د'' سے دم و دلِ طالب اللہ نگاہِ مرشد سے بذریعہ قدمِ اثبات [1] غرق فنا فی اللہ ذات ہو کر دنیا و آخرت میں زندہ و جاوید ہو جاتا

---

[1] :- قدمِ اثبات = حاضراتِ اسم اللہ ذات و کلمہ طیب '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ''

ہے۔ جو مرشد ان صفات سے متصف ہو وہ مرشد جامع وجمعیت بخش وراہبرِ رحمان ہے اور جو مرشد ان صفات سے متصف نہ ہو وہ مرشد ناقص وخام ہے جو طالبوں کے حق میں راہزن شیطان ہے۔ مرشد مرد مذکر ظاہر باطن میں صاحبِ توفیق اور طالبوں کا راہبر رفیق ہوتا ہے۔ یہ اہل بدعت طالبِ دنیا زندیق لوگ مرشد نہیں ہوتے۔ نیز طالب کے بھی چار حروف ہیں یعنی ''ط ا ل ب''۔ حرف ''ط'' سے طالب ایک ہی بار تین طلاق دے دیتا ہے ہوا ولذتِ نفس کو، تین طلاق دے دیتا ہے دنیا کو کہ دنیا ایک راہزن بوڑھی عورت ہے اور تین طلاق دے دیتا ہے معصیتِ شیطانی کو کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ یوں ایک ایک کرکے طالب جب جملہ ناشائستہ خصائل کو طلاق دے کر تائب ہو جاتا ہے تو بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ نیز حرف ''ط'' سے طالب صرف طلبِ مولیٰ رکھتا ہے اور اُس کا مقصود ومطلوب فقط ''اَللّٰہُ'' ہوتا ہے اس لئے وہ لائق معرفتِ ذاتِ الٰہ ہوتا ہے، حرف ''ا'' سے ارادہ صادق۔ یعنی طالب صدیق با تصدیق ہوتا ہے اور حقیقی معنوں میں طالبِ مولیٰ ہوتا ہے، ظاہر باطن میں اتنی کثرت سے عبادت کرتا ہے کہ سونے کے لئے زمین سے پہلو تک نہیں لگاتا اور توفیقِ الٰہی سے حالتِ مراقبہ واستغراق میں رہتے ہوئے ہمیشہ صراطِ مستقیم پر گامزن رہتا ہے اور غلط قدم کبھی نہیں اُٹھاتا اور اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دیتا ہے۔ حرف ''ل'' سے لائق وباحیا طالب جو کبر وہوا سے پاک ہو، جس کا نفس مردہ اور روح زندہ ہو۔ ایسے طالب کو حضورِ حق سے خوش آمدید ومرحبا کہا جاتا ہے۔ اور حرف ''ب'' سے با ربردارِ حق یعنی حق کو اپنانے والا اور باطل کو چھوڑنے والا، باادب وبزرگ اور اپنے اختیار سے دست بردار ہونے والا اور حکمِ مرشد کی تعمیل میں ہوشیار رہنے والا۔ ان صفات کے حامل طالب مرید کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- ''مرید وہ ہے جو

لا یرید[1] ہو۔''

ابیات:۔(۱) ''جسے مرشدِ کامل حق رسیدہ کر دیتا ہے اُس کا ہر فعل خدا کا فعل ہوتا ہے۔'' (۲)''ایک باہمت و مشکل پسند طالب مشکل ہی سے ملتا ہے کیونکہ طالبِ صادق دنیا کا کتا ہرگز نہیں بنتا۔'' (۳)''جاسوس و دشمن طالب تو لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں لیکن طالبِ حق ایک دو ہی ملتے ہیں۔'' (۴)''ایسے کمیاب طالب بھی کیا کریں کہ اکثر مرشد طالبوں کو اللہ سے دُور کر دیتے ہیں۔'' (۵)''اکثر طالب ناقص مرشدوں کے ہاتھ لگ جاتے ہیں جنہیں دیکھ کر باادب طالب حیا سے مر جاتے ہیں۔'' (۶)''درحقیقت طالبوں کی اکثریت بھی مطلب پرست ہوتی ہے کہ اکثر طالب تو دنیاداری چاہتے ہیں لیکن رب کو چاہنے والا طالب کوئی ایک ہی ہوتا ہے۔'' (۷)''مَیں اپنی جان سے گزر کر غرقِ نور ہو چکا ہوں، کوئی صاحبِ حضور شخص ہی میری اس کیفیت کو سمجھ سکتا ہے۔'' (۸)''جو عارف غرقِ وحدت ہو کر وصالِ لازوال سے ہمکنار ہو جاتے ہیں اُن کی مثل بھلا اور کون ہو سکتا ہے؟'' (۹)''اِسم اللہ ذات قیل و قال کا حرف نہیں بلکہ عین ذاتِ حق ہے جس سے طالب واصل ہوتا ہے۔'' (۱۰)''حق مجھ میں اور مَیں حق میں پیوست ہوں۔ اِس طرح حق جب حق سے ملتا ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے۔''

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو نہ تو قدر و قواعدِ طالبی جانتے ہیں اور نہ ہی مرتبۂ طالبی پر فائز ہوتے ہیں لیکن دعویٰ کر بیٹھتے ہیں مرشد ہادی ہونے کا، یہ لوگ خدا سے نہیں ڈرتے۔ احمق اتنا بھی نہیں جانتے کہ دست بیعت کیا چیز ہے اور مرتبۂ دست بیعت کیا ہے؟ جب کوئی شخص (دست بیعت کرنے کے لئے) کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ

---

[1] :۔مرید لا یرید = وہ مرید کہ جس کے وجود میں طلبِ الٰہی کے علاوہ اور کوئی طلب نہ ہو۔

دیتا ہے تو اُس کے ہاتھ پر (دستِ پیر کی صورت میں) دستِ قدرتِ خدا ہوتا ہے۔ جو مرشد وست بیعت کرتے ہوئے طالب کا ہاتھ دستِ قدرتِ خدا میں دے کر معرفتِ اِلٰہی تک نہیں پہنچا سکتا وہ دشمنِ خدا ہے، اُس کی دنیا و آخرت برباد ہے اور وہ اٹھارہ ہزار عالم میں شرمندہ و رُو سیاہ ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' پیرو سفرِ خانہ کعبہ و زیارتِ روضہ مبارک و حضوری مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) و طوافِ داخلی و دعائے حج و جبلِ عرفات میں خطبۂ حج سننا اور دورانِ طواف حجرِ اسود کو بوسہ دینا و طواف کے اختتام پر دو رکعات نفل نماز پڑھنا اور گناہوں سے نجات کے لئے داخلی کے مقام پر زنجیرِ نصوحا گلے میں ڈالنا (جیسا کہ فرمانِ اِلٰہی ہے :- ''جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن پا گیا۔'') اور کعبہ کے اندر چھپے ہوئے چوتھے ستون کو ادب سے بوسہ دینا، ان سب کی شرح کچھ یوں ہے کہ اگر خواب یا مراقبے کی حالت میں کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِلہام ہو اور وہ حکمِ اِلٰہی سے زیارتِ خانہ کعبہ کے لئے چلا جائے یا کسی کو خواب یا مراقبہ میں حاضراتِ کلمہ طیب'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کے ذریعے اِلہام ہو اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے زیارت و طوافِ خانہ کعبہ کے لئے چلا جائے یا کوئی طالب اپنے مرشد کے حکم و اجازت سے کامیاب سفر کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کو چلا جائے (کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور دنیا و آخرت میں شفیعِ اُمت ہیں) اور طوافِ کعبہ کرے اور جس منزل و مقام پر پہنچے تو ہر دم ذکر فکر میں مشغول رہے کہ یہ اُس کے لئے ضروری ہے، ہمیشہ باجمعیت رہے، اپنے وجود کو ہر آلائش سے پاک رکھے، نماز پڑھتا رہے اور طاعتِ اِلٰہی میں جو قدم بھی اُٹھائے دلی شوق و محبت اور خوشی سے اُٹھائے تو اُس کے لئے مبارک باد ہے۔

جان لے کہ بے شک حرمین شریفین کے دونوں مکان یعنی حرمِ خانہ کعبہ اور حرمِ مدینہ و روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پاک وطیب ہیں اِس لئے چاہیے کہ وہ حرمین شریفین میں پہنچنے تک دن رات صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے تائب ہو کر اِستغفار کرتا رہے تا کہ قبلہ کے سامنے پہنچ کر پاک وجود کے ساتھ سجدہ ریز ہو کہ ایسا کرنے سے نفس کافر مسلمان ہو جاتا ہے، کافر اہلِ یہود والی بُری خصلتیں چھوڑ دیتا ہے اور اپنے اِنتہائی مقصود کو پالیتا ہے۔ جو شخص اِس طریقے سے خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے وہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے، اُس کے سارے حجابات اُٹھ جاتے ہیں، اُسے حرم سمیت تمام خانہ کعبہ میں ذاتِ مطلق کی تجلیات دکھائی دینے لگتی ہیں اور فرشتے آکر اُسے خوشخبری سناتے ہیں کہ تیرا طواف قبول ہو گیا ہے، اور جب وہ حرم میں دورانِ نماز سجدہ ریز ہوتا ہے تو اُسے بذریعہ اِلہام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- ''اے میرے نیک بندے! مَیں حاضر ہوں، تُو جو چاہتا ہے مجھ سے مانگ لے تاکہ مَیں تجھے عطا کروں۔'' یہ معنی ہیں اِس فرمانِ اِلٰہی کے :- ''جو شخص اِس میں داخل ہو گیا وہ امن پا گیا۔'' یہ عطا بھی بذریعہ اسم اللہ ذات مرشدِ کامل سے حاصل ہوتی ہے اور یہی حیاتِ قلب ہے۔ جب وہ میدانِ عرفات میں حاجیوں کی صف میں شامل ہو کر حج کا خطبہ سنتا ہے اور کہتا ہے :- ''اِلٰہی میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔'' تو فرشتے واضح طور پر اُسے کہتے ہیں کہ :- ''اے فلاں! تیرا حج قبول ہو گیا ہے اور تُو بارگاہِ اِلٰہی کا مقبول و برگزیدہ بندہ ہے۔'' اور جب وہ حرمِ مدینہ میں داخل ہوتا ہے تو واضح طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ملاقات ومصافحہ کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے دست بیعت فرماتے ہیں اور تعلیم و تلقین سے نواز کر سرفراز و صاحبِ اِفتخار و ممتاز فرماتے ہیں، اُسے مراتب و مناصبِ ولایت و ہدایت عطا کرتے

ہیں اور عنایتِ دل سے نواز کر حرمِ روضہ مبارک سے رخصت فرماتے ہیں اور اجازت دیتے ہیں کہ جب وہ چاہے مراقبہ میں مستغرق ہو کر صدقِ ارادت سے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) میں حاضر ہو جایا کرے اور عرض و التماس کر کے جواب با صواب پایا کرے۔ اِس کے بعد وہ اِس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرتا بلکہ جو بات بھی کرتا ہے حضوریتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کرتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''یہ (نبی) کوئی بات بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا۔'' اِس کے بعد جب وہ اپنے وطن میں اپنے گھر پہنچتا ہے تو سنتِ عظیم ادا کرتے ہوئے اپنے گھر کا تمام مال واسباب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتا ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''تم ہرگز نیکی نہ کما سکو گے جب تک کہ اپنی محبوب چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کر دو۔'' اِس قسم کے حاجی کو قبولیتِ حرم حاصل ہوتی ہے، وہ صاحبِ کرم و غازیٔ نفس ہوتا ہے، اُس کے وجود میں ہوا ہوتی ہے نہ ہوس، نہ مالِ دنیا اُس کے پاس ہوتا ہے اور نہ وہ حساب گاہِ قیامت کا رُخ کرتا ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے جس کا وجود پاک وصاف ہو جائے اُسے محاسبۂ قیامت کا کیا خوف؟ فرمایا گیا ہے :- ''مفلس اللہ کی امان میں ہوتا ہے۔'' اِس کے برعکس اہلِ دنیا شیطانِ لعین کے قیدی ہوتے ہیں۔

بیت :- ''ایسا حج اور روضۂ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی ایسی حاضری اہلِ وصال حاجیوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔''

اِس قسم کا حج وطواف اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری صرف اہلِ دل ہی کو نصیب ہوتی ہے۔

ابیات:- (۱) ''میں نے چاہا کہ خانہ کعبہ کا طواف کر آؤں تو خانہ کعبہ سے آواز

آئی کہ میرے پاس آتا ہے تو صاف دل لے کر آ۔'' (۲) ''کعبہ ہمیشہ دلِ زندہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اُس کا طواف کرتا ہے لیکن دلِ زندہ وہ ہے جو ہمیشہ نفس کی مخالفت کرے۔'' (۳) ''اے باھو! مَیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلام ہوں اور ہمیشہ اُن کی مجلس میں حاضر رہتا ہوں اور ایک دم کے لئے بھی اُن سے جدا نہیں ہوتا۔''

نام و پیغام کے حاجی بے شمار ہیں لیکن ''اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس'' کے طالب بے حجاب حاجی نایاب ہیں۔

مرشد و طالب کی مزید شرح

جان لے کہ مرشد عظیم مرتبے کا ہونا چاہیے تاکہ وہ ظاہر و باطن میں احوالِ طالب سے غافل نہ رہے۔ مرشد کی شان یہ ہے کہ طالب سے اگر کوئی خطا یا غلطی یا صغیرہ و کبیرہ گناہ سرزد ہو جائے تو بذریعہ کشف اُسے آگاہی ہو جاتی ہے اور وہ اُسی وقت وجود میں غوطہ زن ہو کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں پہنچ جاتا ہے اور اِلتماس کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طالب کے گناہ بخشوا دیتا ہے۔ صاحبِ قوت مرشد جامع اِس طریقے سے سالہا سال کی لگاتار توجہ و تصرف و تصور سے صورتِ طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچاتا ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے تعلیم و تلقین سے سرفراز فرماتے ہیں اور وہ جملہ گناہوں سے تائب ہو کر واصلانِ حق میں شامل ہو جاتا ہے۔ صاحبِ قوت مرشد جامع کے لیے لازم ہے کہ اپنے طالبوں کو پہلے ہی روز تصورِ اسم اللہ ذات و کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی حاضرات کے ذریعے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچائے اور خود کو درمیان سے نکال دے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے دست بیعت کر کے خود تعلیم و تلقین فرمائیں اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ کسی کو نوازیں یا نظر انداز کر دیں۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس ایک کسوٹی ہے کہ بعض سچے طالب تو جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں تو اُن کے دل صاف ہو جاتے ہیں اور وہ کل و جز کے ہر مقصود کو پا لیتے ہیں، صاحبِ ترک و توکل ہو کر غرق توحید ہو جاتے ہیں اور پورے ادب و یقین کے ساتھ ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں لیکن بعض جھوٹے طالب جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ذکر اللہ اور قرآن و حدیث کا ذکر سنتے ہیں تو نفاق دل کی وجہ سے اس پر یقین نہیں کرتے اور آپ کی مجلس محمود سے روگردان ہو کر مرتد و مرڈود ہو جاتے ہیں، میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

ابیات:- (۱)''اے باھُو! مرشد تو وہ راہبر و رفیق ہستی ہے جو طالبوں کو وحدتِ حق کا استغراق بخشتی ہے۔'' (۲)''مرشد طالب کے دل میں ذکر اللہ کی جھاڑو پھیر کر اُس کے وجود کو ہر قسم کے غلط رویے سے پاک کر دیتا ہے۔'' (۳)''علم کا مقصود تو معرفت و ذکرِ الٰہی ہے جس سے عارفوں کو دل و جان کا تصفیہ نصیب ہوتا ہے۔'' (۴)'' جاہل لوگ وحدتِ حق سے محروم رہتے ہیں کہ بے علم آدمی راہِ راز میں ہرگز نہیں چل سکتا۔''

فرمایا گیا ہے کہ۔''علم نتیجہ ہے حلم کا۔''

مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی برکت سے وجود میں ذوق شوقِ محمدی، معرفت و وصالِ محمدی اور جمعیت جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے نیک خصائل پیدا ہو جاتے ہیں جن کی تاثیر سے وجود کا تانبا اکسیر بن جاتا ہے۔ اس طرح جب تمام وجود خصائلِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے زیرِ اثر آ جاتا ہے اور رضائے محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اختیار کر کے ہر قسم کی ناشائستگی سے دست بردار ہو جاتا ہے تو ہر قسم کے مراتب

اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ ہر مخفی و پنہاں مرتبے سے آگاہ ہو جاتا ہے عارف باللہ فقیر جب اِس مقام پر پہنچتا ہے تو دعا و بددعا کے لئے لب کشائی کرنا چھوڑ دیتا ہے کہ اِس سے اُسے شرم آتی ہے، اہلِ حضور کو بھلا عرض و اِلتماس سے کیا کام؟ اہلِ حضور دعا و بدعا کے ذریعے کشف و کرامات کا اظہار کرنے سے ہزار بار استغفار کرتے ہیں، اُن کے لئے کشف و آگاہی بس اِتنی ہی ہے کہ اُن کی نگاہ ہمیشہ اِسم اللہ ذات پر ٹکی رہے۔ الغرض اہلِ حضور کو مقامِ وحدانیت سے وہم [1] ہوتا ہے۔ جونہی اُس پر حالتِ وہم وارد ہوتی ہے اُس کا ہر مشکل کام اُسی وقت ہو جاتا ہے اور بذریعہ وہم ظاہر و باطن کی ہر تفصیل اُس پر منکشف ہو جاتی ہے۔ معرفتِ اِلٰہی اور قرب وصال کی بدولت اہلِ حضور کا خیال اِتنا کامل ہوتا ہے کہ جو کام بھی اُس کے خیال میں اُبھرتا ہے بلا تاخیر اُسی وقت ہو جاتا ہے۔ اِستغراق ذکرِ نور کے باعث اہلِ حضور صاحبِ دلیل ہوتا ہے اور حالتِ حضوری میں دل و دلیل کے ساتھ ہمیشہ ہم جلیس ربِ جلیل رہتا ہے۔ وہ اپنی دلیل میں جس کام کا ارادہ کرتا ہے، اُسی وقت وہ کام ہو جاتا ہے۔ صاحبِ باطن عارف باللہ فقیر صاحبِ حضور ہوتا ہے اور وہ سلک سلوکِ حضوری میں ہر لحظہ و ہر ساعت ذکرِ مع اللہ میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتے ہوئے شوقِ اِلٰہی میں مسرور رہتا ہے۔ اُس کا اِبتدائی مرتبہ ''مومن'' ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے:- ''مومن مومن کا آئینہ ہے۔'' اُس کا متوسط مرتبہ ''مومن عاشق'' ہے۔ فرمایا گیا ہے :- ''عشق ایک آگ ہے جو محبوب کے سوا ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔'' اور اُس کا اِنتہائی مرتبہ ''مومن

---

[1] :- وہم = راہِ حق میں طالبِ حق کی ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے کہ ظاہر و باطن میں اُس کے دل میں جو سوال بھی اُٹھتا ہے بارگاہِ حق سے اُس کا جواب اُس کے دل پر اِلقا ہو جاتا ہے، طالبِ حق کی اِس کیفیت کو وہم کہتے ہیں۔

عارف باللہ'' ہے لیکن یہ تمام مراتب ''مومن فقیر'' کے ابتدائی مرتبے کو بھی نہیں پہنچتے کہ فقیر مراتبِ ذکر مذکور سے بہت بلند مرتبے کا مالک ہوتا ہے، اِس لئے کہ فقیر غرق فی التوحید ہوکر ''نُوْرٌ فِی النُّوْرِ'' ہوتا ہے۔ یہ مراتب ہیں غرق فنا فی اللہ اہل حضور فقیر کے۔ تمام مراتبِ کبریٰ وصغریٰ، علوی وسفلی، صوری ومعنوی اور ادنیٰ واعلیٰ مراتب کا جامع اور مقربِ حق فقیر صرف سروری قادری فقیر ہی ہوتا ہے اور سروری قادری فقیر اُسے کہتے ہیں جس کی تعلیم و تربیت خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور وہ اللہ سے ڈرنے والا صاحبِ تقویٰ ہوتا ہے اور اُس کی اصل اُس تقویٰ و ہدایت پر ہوتی ہے جو اُسے روزِ ازل سے حاصل ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اِس میں اہل تقویٰ کے لئے ہدایت ہے۔ ''اور جو آدمی روزِ ازل ہی سے شائستہ وشریف ومتقی ہے اُس کا کام اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیض وفضل بانٹنا ہے۔ جان لے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ازل کے دن جن لوگوں کی ارواح کو تعلیم وتربیت سے مزین فرمایا وہی لوگ محمدی (اہل ایمان) ہوئے، اُس کے بعد جب وہ ارواح شکمِ مادر میں آئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُنہیں شکمِ مادر میں بھی تعلیم وتلقین فرمائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''آدمی اپنی ماں کے پیٹ ہی میں شقی بنتا ہے اور ماں کے پیٹ ہی میں سعید بنتا ہے ''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تلقین یافتہ ایسا اسعد وسعید آدمی شکمِ مادر سے باہر آتا ہے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس کے کان میں بانگ دیتے ہیں اور فوراً بعد اُسے تعلیم وتلقین سے نوازتے ہیں۔ ایسا آدمی اعلیٰ درجے کا طالبِ مولیٰ، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیروکار اور اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے جس سے ہمیشہ نیکی ہی سرزد ہوتی ہے، اگر اُس سے سہواً کوئی گناہ یا خطا سرزد ہوجائے تو وہ توبہ واستغفار کرلیتا ہے اور خدا سے ڈرتا رہتا ہے، پھر جب وہ بالغ ہوجاتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے خواب میں تعلیم وتلقین

فرماتے ہوئے کہتے ہیں:- ''میرا ہاتھ پکڑلو'' پھر حکم فرماتے ہیں:- ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میری طرف سے دست بیعت کرکے خلقِ خدا کی امداد کرو۔'' مرشدی کے اِس منصب پر سرفراز فرمانے کے بعد آپ اُسے حضرت پیر دستگیر محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے حوالے فرمادیتے ہیں۔ حضرت پیر دستگیر قدس سرہ العزیز بھی اُسے اپنا مرید کرکے نعمتِ الٰہی کے اِفتخار سے ممتاز فرماتے ہیں اور پھر اُسے موت وحیات کی کسی بھی حالت میں نظرانداز نہیں کرتے، اِسی وجہ سے ہی اسے سروری قادری کہا جاتا ہے۔ میرا یہ دعویٰ میرے حال کے عین مطابق ہے۔ سروری قادری فقیر کی پہچان چار باتوں سے ہوتی ہے، اوّل یہ کہ سروری قادری شہسوارِ قبور ہوتا ہے اور اہل قبور کی ارواح سے ملاقات کرسکتا ہے، دوئم یہ کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہوتا ہے، سوئم یہ کہ وہ وجودِ مغفور کے ساتھ ہمیشہ مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتا ہے، چہارم یہ کہ اُس کی زبان ہمیشہ ذکر نص وحدیث میں مشغول رہتی ہے اور وہ کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تفسیر کرتا رہتا ہے۔ طالب اللہ سروری قادری مرشد سے بلا رنج وریاضت رجعت و زوال سے پاک دولتِ معرفت و وصال حاصل کرتا ہے۔ اے ناقص وخام خیال! یہ مراتب ہیں سروری قادری فقیر کے۔ سروری قادری کے لیے اُس کے حال کا علم ہی کافی ہے۔ میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ جان لے کہ پیر بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک پیر مرید کے سات بال قینچی سے کترتا ہے تو اُس کے ہاتھوں کی برکت سے مرید پر عرش سے تحت الثریٰ تک ستر ہزار مراتب منکشف ہوجاتے ہیں اور وہ ظاہری آنکھ سے لوحِ محفوظ کا دائم مطالعہ کرتا ہے، خاک اُس کی نظر سے سونا چاندی بن جاتی ہے اور کشف وکرامات کی بدولت ماضی حال و مستقبل کے تمام حالات اُس

کے مدِ نظر رہتے ہیں، اگر وہ چاہے تو مٹی کی دیوار یا پہاڑ یا درخت پر سوار ہو کر اُسے گھوڑے کی طرح دوڑا دے، اگر وہ قبرستان میں چلا جائے تو اہلِ قبور کی جملہ ارواح اُس کے سامنے حاضر ہو جائیں، اگر وہ کسی خشک درخت پر توجہ کر دے تو درخت فوراً سرسبز ہو جائے اور اُس پر کھانے کے قابل پختہ پھل پھول لگ جائیں، اگر وہ زمین سے پانی طلب کرلے تو روئے زمین پر پانی نمودار ہو جائے، اگر وہ آسمان کو نظر اُٹھا کے دیکھ لے تو آسمان پر بادل چھا جائیں اور مطلوبہ مقدار میں بارش برس جائے، اگر وہ پانی پر توجہ کر دے تو پانی گھی بن جائے، اگر وہ ریت پر توجہ کر دے تو فوراً میٹھی شکر بن جائے لیکن یہ تمام امور اور تمام مراتب فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بعید اور معرفتِ الٰہی سے خالی ہیں۔ اس طرح کھینچ سے بال کاٹنے والا پیر مثل حجام ہے۔ پیر کو صاحبِ نظر ہونا چاہیے جیسا کہ میرے پیر محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز ہیں کہ ایک ہی نظر سے ہزاراں ہزار طالب مریدوں میں سے بعض کو معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' میں غرق کرتے ہیں اور بعض کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف کرتے ہیں۔ پیر کو ایسا ہونا چاہیے کہ طالبوں کو بلا رنج و ریاضت گنجِ الٰہی بخش دے۔ پیر کو ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ میرا پیر ہے کہ ایک ہی نگاہ میں ذکر اللہ سے دل کو چاک، نفس کو خاک، روح کو پاک، موافق رحمان اور مخالف شیطان کر دیتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''باھُو اُن کی بارگاہ کے غلاموں میں شامل ہو کر اُن کا مرید ہو گیا ہے اس لیے طالبانِ مولیٰ کو بارگاہِ الٰہی سے فیض و فضل ربی دلواتا ہے۔'' (۲) ''اے باھُو! درگاہِ میرانؒ کا کتا ہونا بھی بڑے فخر کی بات ہے کہ زمانے بھر کے غوث و قطب بھی حضرت میرانؒ کی سواری بننے پر فخر کرتے ہیں۔'' حضرت شاہ محی الدین قدس سرہ العزیز کا فرمان ہے:- ''میرا یہ قدم تمام اولیا اللہ کی گردنوں پر ہے۔'' آپ کا مزید فرمان ہے:- ''میرا

مرید صرف حالت ایمان ہی میں مرے گا" حضوری معرفت، استغراق نور اور حضوری مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فیض قادری طریقے کے فقیروں میں ایک دوسرے سے سینہ بسینہ، نظر بنظر، توجہ بتوجہ، ذکر بذکر اور معرفت بمعرفت بہتے ہوئے دریا کی مانند قیامت تک جاری رہے گا۔

ابیات:- (۱) "حضرت میراں محی الدینؒ کے نام لیوا کی موت بھی اُس کے لئے پیغامِ مسرت ہوتی ہے کہ موت سے اُسے وصالِ ابدی نصیب ہوتا ہے۔" (۲) "موت طالبِ قادری کی راہنما ہو کر اُسے وحدتِ حق کی حضوری تک پہنچاتی ہے۔" (۳) "موت سے اُس کا تن تو زیرِ خاک چلا جاتا ہے لیکن اُس کی روح جو رازِ ربی ہے قبر میں پہنچ کر خاموش اور مؤدب ہو جاتی ہے۔" (۴) "میری روح لامکان میں ہے اور جسم زیرِ خاک ہے، میری پاک روح کو روضے کی حاجت نہیں۔" (۵) "میری قبر گمنام و بے نام و بے نشان ہے کہ مَیں اپنے جسم کو بھی اپنے ساتھ لامکان میں لے گیا ہوں۔" (۶) "باھُو اِسمِ اعظم" "ھُو" سے واصل ہے اور "واصلِ ھُو" بھلا زیرِ خاک کہاں رہتے ہیں؟" (۷) "مَیں بلا حجاب و اصل بحق ہو کر غرقِ نور ہو چکا ہوں، مجھے اپنے ظہور کی ہرگز ضرورت نہیں۔" (۸) "ہر کامل صاحبِ باطن مجھے اچھی طرح جانتا ہے کہ مَیں انبیاء و اولیائے حق سے ہم کلام رہتا ہوں۔" (۹) "کمینے و بدکار لوگ مجھے نہ بھی جانیں تو کیا مضائقہ کہ جاہلوں کو پاکیزہ چہرے کہاں دکھائی دیتے ہیں؟"

جان لے کہ طالب مرید قادری جاہل ہرگز نہیں ہوتا، وہ عالم ہوتا ہے اور اُسے ظاہر باطن میں جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

بیت:- "اُسے جمعیتِ جمال کا علم حاصل ہوتا ہے جس کی بدولت وہ ہر وقت مجلس

محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف رہتا ہے۔''

جان لے کہ علمائے عامل یا اُن کے شاگردوں کو ہر رات یا ہر جمعہ کی رات یا ہر ماہ وسال میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدارِ پُر انوار نصیب ہوتا رہتا ہے، بعض لوگ اِس بات کو جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔ اے دوست! ہمیشہ علمائے عامل اور حفاظِ کرام کے ساتھ ادب واحترام کا سلوک رکھا کر کہ مشاہدۂ نورِ حضور میں مستغرق اہلِ معرفت وصاحبِ قرب واصل باللہ اولیا اللہ کا طریق یہی ہے۔ وہ ولی اللہ فقیر جو مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کرتا رہتا ہے اور جس کا مرتبہ مراتبِ لاسویٰ اللہ سے بہت اعلیٰ ہے اور ہمیشہ سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں حاضر رہتا ہے اُس کے لیے ہوائے نفس کی پیروی کرنا، غیرِ حق کی طرف رجوع کرنا، رجوعاتِ خَلق میں اُلجھنا، کشف وکرامات کا اِظہار کرنا، مؤکلات وفرشتوں سے گفتگو کرنا، طبقاتِ خَلق کی طیر سیر اور اُس کا تماشا دیکھنا وغیرہ حرام وگناہِ کبیرہ ہے بلکہ باعث سلبِ مراتب ہے۔ یہ سب مراتب وہقانی غوث وقطب کے ہیں، اِن مراتب سے جان چھڑا اور اُنہیں پسِ پشت ڈال کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''مَیں نے پوری یکسوئی کے ساتھ اپنا رُخ زمین وآسمان کے خالق کی طرف کر لیا ہے اور مَیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔'' اللہ جل جلالہ کو چھوڑ کر کسی اور چیز کی طلب اختیار کرنا اور غیرِ حق کے ساتھ مشغول ہونا غضب وغلطی کی راہ ہے اور فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''الٰہی ہمیں غضب شدہ اور گمراہ لوگوں کی راہ پہ نہ چلا۔''

بیت:۔ ''حیّ قیوم ذاتِ حق تعالیٰ تیرے سامنے ہے لیکن تُو ہے کہ اُس سے غافل ہو کر دنیائے مردار کے معاملات میں گرفتار ہے۔''

عارف باللہ اولیا اللہ فقیر کے لیے تو '' اَللّٰہُ '' کافی ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ

ہے:- "میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے۔'' سن اے احمق! طبقاتِ خَلق و ہوائے نفس سے متعلق ہر غیرِ حق چیز سے توجہ ہٹا لے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''آنکھ نہ کسی طرف پھری اور نہ حد سے بڑھی۔''

بیت:- ''اے بندۂ خدا! شرک و کفر و نفاق سے باز آجا اور غرق فنا فی اللہ ہو کر باخدا ہو جا۔''

سروری قادری فقیر کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ وحدانیتِ حق میں غرق ہو کر واصل بحق رہتا ہے، نفس سے تارک فارغ ہو کر ہمیشہ باخدا رہتا ہے، ظاہر میں پابندِ شریعت اور باطن میں ہم مجلس نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رہتا ہے۔ اے سروری قادری فقیر! تجھے یہ مرتبہ مبارک ہو اور دونوں جہان میں اللہ تجھے جزائے خیر سے نوازے۔

بیت:- ''راہِ غلط کو چھوڑ کر راہِ وحدت اختیار کر تا کہ تُو عارف فقیر ولی اللہ ہو جائے۔''

اور قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے، ایک سروری قادری اور دوسرا زاہدی قادری۔ سروری قادری مرشد صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات ہوتا ہے اس لئے وہ جس طالب اللہ کو حاضراتِ اسم اللہ ذات کی تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے تو اُسے پہلے ہی روز اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے جس سے طالب اللہ اتنا لایحتاج و بے نیاز و مُتَوَکِّلُ اِلَی اللّٰہِ ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر میں مٹی و سونا برابر ہو جاتا ہے۔ زاہدی قادری طریقے کا طالب بارہ سال تک ایسی ریاضت کرتا ہے کہ اُس کے پیٹ میں طعام تک نہیں جاتا، بارہ سال کی ریاضت کے بعد حضرت پیر صاحب (محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز) اُس کی دستگیری فرماتے ہیں اور اُسے سالک مجذوب یا مجذوب سالک بنا دیتے ہیں۔ اِس کے مقابلے میں

سروری قادری طالب کا مرتبہ محبوبیت کا مرتبہ ہے۔

ابیات:۔ (۱)''اِسم اللہ ذات سے مجھے ایسی حضوری معرفت نصیب ہوئی ہے کہ ہر آیت میں مجھے اِسمِ اعظم دکھائی دیتا ہے۔''(۲''جو شخص اِسمِ اللہ ذات کا مطالعہ کر کے رازِ الٰہی کو پالیتا ہے اُس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ با ادب رہتا ہے۔'' (۳) ''وہ اِبتدا سے اِنتہا تک صاحبِ حضور اور شروع سے آخر تک غرقِ نور رہتا ہے۔'' (۴)''جسے حضوریٔ نور حاصل نہیں وہ راہزن شیطان ہے اور جسے حضوریٔ نور حاصل ہے وہ پُر امن عارف ہے۔''(۵) ''یہ طریقت مشکل ضرور ہے مگر ہے مشکل کشا اور یہ باطن صفا عارفوں کا نصیبہ ہے۔''(۶)''مردہ دل لوگ طریقت کی اِس راہ کو اختیار نہیں کر سکتے کہ اُن کا پیشوا صنم کدہِ دنیا ہے۔''(۷)''عارف لوگ اِس شان کے راہنمائے حق ہوتے ہیں کہ اُن کے وجود تو دنیا میں ہوتے ہیں لیکن دل بارگاہِ حق میں حاضر ہوتے ہیں۔''

جان لے کہ اِساسِ معرفت، معراجِ محبت، ملاقاتِ روحانی، قربِ اللہ حضوری، مشاہداتِ اسرارِ ربانی، مراتبِ فقر فنا فی اللہ بقا باللہ، اِبتدا و اِنتہائے توحیدِ سبحانی اور تصور، تفکر، تصرف، توجہ اور توکل کے تمام مراتب صاحبِ مشقِ تصورِ اِسم اللہ ذات کو حاصل ہوتے ہیں کہ جب تفکر کی اُنگلی سے دل پر اِسم اللہ ذات کو بار بار لکھنے کی مشق کی جاتی ہے تو ذکرِ حضور و کلماتِ ربانی و اِلہامِ مذکور حضور کے ہر طرح کے علوم منکشف ہو جاتے ہیں، مثلاً:۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا [۱]'' کا علم، ''اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ج ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ج اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَكْرَمُ لا الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ لا عَلَّمَ

---

[۱] :۔ ترجمہ = اور آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم سکھایا گیا۔

اَلْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ " ۲؎ کا علم، " اَلرَّحْمٰنُ لا عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ لا عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۳؎ " کا علم، " وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۴؎ " کا علم، " اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً " ۵؎ کا علم، " وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا " ۶؎ کا علم، " وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی " ۷؎ کا علم وغیرہ۔ یہ سب علوم اِسم اللہ ذات سے کھل جاتے ہیں۔ علم بھی دو قسم کا ہے، ایک علمِ معاملہ ہے اور دوسرا علمِ مکاشفہ۔ علمِ مکاشفہ سے معرفتِ الٰہی منکشف ہوتی ہے، اور علمِ معاملہ؟ علمِ معاملہ علمِ مکاشفہ ہی میں آ جاتا ہے کیونکہ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات سے تمام علوم کی کتب الاکتاب صاحبِ تصور کے سامنے بے حجاب ہو جاتی ہے اور ظاہر باطن کے تمام علوم کے کلماتِ حق اُس پر کھل جاتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ " محبوب! آپ فرما دیں کہ اگر سمندر کلماتِ ربانی لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں تو بے شک سمندر ختم ہو جائیں گے مگر کلماتِ ربانی ختم ہونے میں نہیں آئیں گے چاہے ہم اِس جیسے مزید سمندر بھی اِس کی مدد کو لے آئیں۔"

مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کے علم سے نفس کو پاکیزگی، قلب کو صفائی اور روح و سِرّ

۲؎ :۔ ترجمہ = پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کو پیدا کیا، جس نے پیدا کیا انسان کو خون کی پھٹک سے، پڑھ! اور تیرا رب ہی سب سے زیادہ عزت والا ہے، وہ رب کہ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، اُس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

۳؎ :۔ ترجمہ = وہ رحمان ہے کہ جس نے (نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو) قرآن سکھایا، انسان (انسانیت کی جان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پیدا فرمایا اور اسے (مَا كَانَ وَمَا یَكُوْنُ) کا بیان سکھایا۔ ۴؎ :۔ ترجمہ = اور بے شک ہم نے اولادِ آدمؑ کو صاحبِ عزت بنایا۔ ۵؎ :۔ ترجمہ = بے شک میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ ۶؎ :۔ ترجمہ = اور ذکر کرو اپنے رب کے نام کا اور سب سے ٹوٹ کر اُسی کے ہو رہو۔ ۷؎ :۔ ترجمہ = اور اُس نے اپنے رب کا نام لیا اور نماز پڑھی۔

کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص اِس حالت کو پہنچ جاتا ہے اُس کا قالب (جسم) لباسِ قلب پہن لیتا ہے، قلب لباسِ روح پہن لیتا ہے اور روح لباسِ سِرّ پہن لیتی ہے [1]۔ یوں جب قالب و قلب و روح و سِرّ ایک ہو جاتے ہیں [2] تو اُس کے وجود سے صفاتِ بد کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اُس کے ظاہری حواسِ خمسہ بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں جس سے اُس کے دل پر "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ [3]" کے علم کا راز آشکارا ہو جاتا ہے۔ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام کے وجودِ معظم میں روحِ اعظم داخل ہوئی تو سب سے پہلے اُس نے کہا۔ "اَللّٰہ" کیونکہ نامِ "اَللّٰہ" کہنے سے اللہ اور بندے کے درمیان سے قیامت تک کے تمام حجابات اُٹھ جاتے ہیں لیکن اِس کے باوجود بندہ اِسمِ اللہ ذات کی کنہ تک نہیں پہنچ پاتا۔

بیت :- "تجھے جو کچھ حاصل کرنا ہے، اِسم اللہ ذات سے حاصل کرلے کہ اِسم اللہ ذات ہی نے ہمیشہ تیرا ساتھ نبھانا ہے۔"

جو فقیر ظاہری علم سے دوستی نہیں رکھتا وہ باطن میں مجلسِ انبیا میں جگہ نہیں پاتا بلکہ مجلسِ انبیا سے خارج ہی رہتا ہے۔ اِسی طرح جو عالم ظاہر باطن میں فقیرِ کامل سے معرفتِ الٰہی حاصل نہیں کرتا اور ذکر اللہ کا شغل اختیار نہیں کرتا وہ معرفتِ الٰہی سے محروم ہی رہتا ہے کیونکہ طلبِ الٰہی کے بغیر دل سے حُبِّ دنیا نہیں نکلتی اور نہ ہی تصورِ اِسم اللہ ذات کے بغیر

---

[1] :- مطلب یہ ہے کہ اِس حالت کو پہنچ کر انسان کا جسم اپنی صفات کو چھوڑ کر قلب کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور قلب روح کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور روح سِرّ کی صفات اختیار کر لیتی ہے۔

[2]:- اِس طرح جب قالب و قلب و روح و سِرّ یک صفت ہو جاتے ہیں تو وجود میں سے صفاتِ بد کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ [3] :- ترجمہ = اور مَیں نے اِس میں اپنی روح پھونکی۔

دل سے سیاہی وکدورت وزنگار اور خطراتِ شرک وکفر کی نجاست دور ہوتی ہے۔

بیت :- ''اپنے دل کو نجاستِ خطرات سے پاک کر لے تاکہ تجھے وحدتِ حق نصیب ہو۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''بے شک اللہ تعالیٰ نہ تو تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ اُس کی نظر تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں پر ہے کہ مومن کی نیت اُس کے اعمال سے زیادہ معتبر ہے۔''

بیت :- ''دل تو جلوہ گاہِ ربانی ہے تو شیطان کے گھر کو دل کیوں سمجھتا ہے؟''

مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کے بغیر دل ہرگز دیو خطرات وخناس وخرطوم وشیطان کے چنگل سے نہیں نکل سکتا خواہ تمام عمر علمِ عربی ومسائل فقہ پڑھتا رہے یا عمر بھر ظاہری عبادت وطاعت میں مشغول رہے یا کثرتِ ریاضت سے کبڑا ہو جائے یا سوکھ کر کانٹا ہو جائے، دل اُسی طرح تاریک وسیاہ ہی رہتا ہے اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا خواہ سنگِ ریاضت سے سر پھوڑتا پھرے۔ سلک سلوکِ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات سے بندہ مشقت کیے بغیر معشوقِ حق اور محنت کیے بغیر محبوبِ حق ہو جاتا ہے اور یہ بہت اچھا مرتبہ ہے کہ تصورِ اسم اللہ ذات سے بندہ روشن ضمیر ہو کر محبوب القلوب ہو جاتا ہے اور اُس کے وجود میں ایسا تصرف اُبھرتا ہے جو خلقِ خدا کے حق میں رحمتِ الٰہی اور فیض وفضلِ خدا ثابت ہوتا ہے لیکن اس خزانے کا اُس وقت تک کوئی فائدہ نہیں جب تک کہ اُسے تصرف میں نہ لایا جائے۔

بیت :- ''سیخ کو لذتِ کباب کا کیا پتہ؟ اور شیشی کو بوئے گلاب کی کیا خبر؟''

ہاں! یہ تو درست ہے کہ پھول پودے کی ٹہنی ہی سے پھوٹتا ہے لیکن خود پودا بوئے گل سے محروم رہتا ہے، یہی حال اپنے وجود کی ولایت میں ایک ولی اللہ کا ہوتا ہے۔

آدمی وہ ہے جو اس بات کو ہمیشہ یاد رکھے کہ مَیں شکمِ مادر سے خالی ہاتھ آیا ہوں اور اس دنیا سے مجھے خالی ہاتھ ہی لوٹنا ہے۔ طالبِ حق ہمیشہ حق کے ساتھ آتا ہے اور حق ہی کے ساتھ جاتا ہے، وہ دنیائے باطل اور غیر ماسویٰ اللہ کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہوتا۔ جو شخص زندہ دل ہو کر ولی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہرگز نہیں مرتا، لوگوں کی نگاہ میں وہ مر جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مرتا نہیں کہ اُس کا دل زندہ ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے - ''اور بے شک تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار اکیلا پیدا کیا تھا۔'' اعمالِ باطن اختیار کیے بغیر محض ظاہری اعمال اختیار کر لینے سے دل ہرگز پاک و صاف نہیں ہوتا اور اعمالِ باطن کا دار و مدار تصورِ اسم اللہ ذات اور اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذکر فکر و تلاوت و ورد و وظائف اور نوافل و صوم و صلوٰۃ جیسے اعمالِ ظاہر سے بندہ کو عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کے تمام درجات و طبقات کی طیر سیر ضرور حاصل ہو جاتی ہے لیکن اُس میں قبض و بسط و سکر و سہو اور نفس و شیطان کی راہزنی اور حوادثِ دنیا کی پریشانی جیسے معاملات پیش آتے رہتے ہیں، لہٰذا ان سلب ہو جانے والے درجات کا کیا بھروسہ؟ مرد وہ ہے جو غرقِ ذات فنا فی اللہ ہو، دیدارِ پروردگار میں مستغرق بقا باللہ ہو، عین بعین صاحبِ دیدار ہو، ظاہر میں صاحبِ شریعت اور باطن میں صاحبِ جمعیت ہو اور مردہ نفس و جان نثار ہو۔ یہ ہے مردانِ حق کی راہ اے ناقص نابکار۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''سلام ہے اُس دن پر کہ جس دن وہ پیدا ہوئے اور سلام ہے اُس دن پر کہ جس دن وہ مریں گے اور سلام ہے اُس دن پر کہ جس دن وہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔'' صاحبِ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کے قلب و قالب کو اسم اللہ ذات اِس طرح پاک و صاف کر دیتا ہے جس طرح کہ صابن و پانی نجس و پلید کپڑے کو پاک کر دیتے ہیں۔ تصورِ

اِسم اللہ ذات صاحبِ تصور کے قلب و قالب کو اِس طرح زندہ کرتا ہے جس طرح کہ بارانِ رحمت خشک گھاس و خشک زمین کو زندہ کر دیتی ہے اور زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے۔ تصورِ اِسم اللہ ذات کی کثرت سے صاحبِ تصور کے جسم کے ہر بال کی زبان ذکر اللہ کرنے لگتی ہے اور ہر بال "اَللّٰہُ، اَللّٰہُ" پکارنے لگتا ہے۔ صاحبِ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کے حق میں اسم اللہ ذات عمر بھر کے لئے شیطان اور اُس کے چیلوں کے شر سے حفاظت کا حصار بن جاتا ہے۔ صاحبِ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات آتشِ دوزخ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ منکر و نکیر جب صاحبِ مشقِ تصورِ اسم اللہ ذات کو دیکھتے ہیں تو حیران ہو کر خاموش و باادب ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں :- "آفرین ہے تم پر، تمہارا آنا مبارک۔" تصورِ اسمِ اللہ ذات سے صاحبِ تصور کو خلاصہ سُلک سلوک یعنی رازِ فقر کی راہ نصیب ہوتی ہے۔ صاحبِ مشقِ تصورِ اسمِ اللہ ذات مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں تمام انبیاؑ و اولیاؒ سے ملاقات کرتا ہے، بعض کو یہ جانتا ہے اور بعض کو نہیں جانتا، جنہیں یہ جانتا ہے وہ ولی اللہ ہوتے ہیں جو ذکر اللہ کی جلالیت سے وجد میں آ کر پُر جوش و شوریدہ حال رہتے ہیں اور جنہیں یہ نہیں جانتا وہ خود کو اللہ تعالیٰ کی قبا کے نیچے چھپائے رکھتے ہیں، اُن کے متعلق حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :- "بے شک میرے کچھ ولی میری قبا کے نیچے چھپے رہتے ہیں، اُنہیں میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔" صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات کو دیکھ کر آتشِ دوزخ ستر سال کے فاصلے سے بھاگ کھڑی ہوتی ہے اور جنت ستر سال کے فاصلے سے اِستقبال کو آتی ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کی چھ قسمیں ہیں یعنی (۱) تصورِ اسم "اَللّٰہُ" (۲) تصورِ اسم "لِلّٰہِ" (۳) تصورِ اسم "لَہٗ" (۴) "تصورِ اسم "ھُوْ" (۵) تصورِ اسم "مُحَمَّدٌ" (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور (۶) تصورِ کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" جب طالب اللہ ہر

ایک اِسمِ اللہ ذات و اِسمِ " مُحَمَّدٌ " سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور کلمہ طیب کے تصور میں مشغول و محو ہوتا ہے تو اُس کے تمام گناہ نورِ اِسمِ اللہ ذات کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ یہ تمامیتِ فقر کا وہ مرتبہ ہے کہ جسے اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ کا مرتبہ کہا جاتا ہے ۔صاحبِ مرتبہٗ " مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " سروری قادری جامع مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو "اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ [1] "اور "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " کے مرتبے کا عارف باللہ فقیر بنا دیتا ہے۔ صاحبِ مرتبہٗ "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " فقیر اُسے کہتے ہیں جو جیتے جی مر کر مراتبِ موت سے گزر چکا ہو۔ مراتبِ موت وحیات کیا ہیں؟ مراتب موت یہ ہیں :- "جان کنی کی حالت سے گزر کر عذاب وثواب کا حساب ہونا، پل صراط سے گزرنا، بہشت میں داخل ہونا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر پر شرابًا طہورا پینا، بارگاہِ الٰہی میں پانچ سو سال تک رکوع میں رہنا اور پانچ سو سال تک سجدے میں رہنا اور بعد میں صفِ متابعتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں کھڑے ہو کر تمام روحانیوں کے ساتھ کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ "کا وِرد کرنا، چشمِ ظاہر سے اللہ تعالیٰ کے دیدار و لقا میں ہمیشہ محو رہنا۔ "اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ" "اور" مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " کے اِن مراتب کو مرشدِ جامع تصورِ اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کی حاضرات سے کھول کر دکھا دیتا ہے۔ مرشد جامع سروری قادری ایسا ہونا چاہیے جو شریعت پر کاربند رہتے ہوئے کلمہ طیب کے سلک سلوک کی حقیقت جانتا ہو۔ جو شخص اِس معاملہ میں شک کرے وہ منافق و زندیق ہے۔ علاوہ ازیں صاحبِ مرتبہٗ " مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا " اُسے کہتے ہیں کہ جس کا دل نورِ

[1] :- ترجمہ = جب فقر کمال کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

ذکر اللہ سے زندہ ہو چکا ہو اور قالب و نفس و ہوائے ناری مر چکے ہوں، نیز صاحب مرتبہ'' مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا '' اُسے کہتے ہیں جو باطنی توجہ سے کسی کافر کے کفر کو جلا ڈالے اور دین محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں داخل کر کے اُسے ایسی زندگی بخش دے کہ پھر وہ مرتا مر جائے مگر کفر سے واسطہ نہ رکھے۔ نیز یہ بھی اولیا اللہ کا مرتبہ ہے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''خبردار! بے شک اولیائے ''اَللّٰہُ'' کو نہ تو کوئی خوف لاحق ہوتا ہے اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوتے ہیں۔'' جان لے کہ توحیدِ اسم اللہ ذات کی حاضرات پاک ہیں اور کلمہ طیب بھی پاک ہے، جو شخص اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب کے تصور کی مشق سے پاک و صاف ہو جاتا ہے وہ مشاہدہِ تجلیاتِ حضور اور نورِ ذاتِ ربانی میں غرق ہو جاتا ہے، اُس کا نفس مر جاتا ہے اور اُس کے قلب و روح کو حیاتِ جاوداں حاصل ہو جاتی ہے، اُس کا جسم تصورِ اسم اللہ ذات میں اِس شان سے غرق ہوتا ہے کہ اسم و جسم ایک ہو کر نور ہی نور ہو جاتا ہے۔ اِس طرح اُس کا باطن معمور اور وجود مغفور ہو جاتا ہے۔

ابیات :- (۱) ''جب طالب اللہ کا جسم تصورِ اسمِ اللہ ذات کی طے میں آتا ہے تو غرق فنا فی اللہ بقا باللہ ہو کر رازِ رحمت بن جاتا ہے۔'' (۲)'' اِس طرح جب وہ اپنے وجود کو اسمِ اللہ ذات کی طے میں لانے اور لے جانے پر قادر ہو جاتا ہے تو اُسے پختگی و پائیداری نصیب ہو جاتی ہے۔'' (۳)''یوں جب اُس کے وجود کو استحکام حاصل ہو جاتا ہے تو اُس پر امرِ کُنْ کی حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ لائق وحدت ہو کر فقر اختیار کر لیتا ہے۔'' (۴) ''یہ عطا بھی مرشدِ جامع سے حاصل ہوتی ہے، جو کوئی طے کی اِس راہ کو پا لیتا ہے وہ ہر قسم کے خوف و غم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ ''(۵)''جب کوئی تصورِ اسم '' اَللّٰہُ '' میں غرق ہو کر وحدتِ بیکراں سے ہمکنار ہو جاتا ہے تو اُسے ہر نقش میں نقاش نظر آتا ہے۔'' (۶)

''اِنتہائے فقر اور حضوری یہ ہے کہ صاحبِ تصور کا وجود نورِ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر سے نور ہو جائے۔''

جان لے کہ معرفتِ الٰہی اور سلک سلوکِ فقر میں صاحبِ مرتبہ'' اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ'' صاحبِ اسرار عالم فاضل عارف کامل مکمل اکمل صاحبِ تحصیل علمِ توحید منتہی جامع مرشد وہ ہے جو ذکر فکر اور رنج ریاضت کے بغیر محض حاضراتِ اِسمِ اللہ ذات کی طے سے ہی طالب اللہ کو ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر ابتدا سے لے کر انتہا تک ذات وصفات کے تمام مقامات طے کرا دے اور اُسے کل و جز کے ہر مطلوب تک پہنچا دے۔ یہ کام وہی مرشد کر سکتا ہے کہ جس کے تصرف میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کی ایسی طے ہو۔ جان لے کہ ننانوے طے اور ننانوے تصور ننانوے اسمائے باری تعالیٰ کے ہیں، تیس طے اور تیس تصور الف سے لے کر ''ی'' تک تیس حروفِ تہجی کے ہیں، چار طے، چار تصور اور چار تصرف چاروں اِسمِ اللہ ذات یعنی اِسمِ اَللّٰہُ، اِسمِ لِلّٰہُ ، اِسمِ لَہٗ اور اِسمِ ھُوْ کے ہیں، ایک طے، ایک تصور اور ایک تصرف اِسمِ محمد سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا ہے اور چوبیس طے، چوبیس تصور اور چوبیس تصرف چوبیس حروفِ کلمہ طیب'' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کے ہیں۔ یہ تمام معمہ نص وحدیث کے عین مطابق ہے، جو کوئی اِس میں شک کرے وہ خبیث و منافق ہے۔ جو مرشدِ جامع وجودِ انسانی میں طے کے اِس عجیب و غریب معمے کے قفل کو کلید کلمہ طیب سے کھول کر پل بھر میں ہر ایک طے کا مشاہدہ کرا دے وہ صاحبِ وصال مرشد عارف ہے ورنہ اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ ناقص و خام مرشد ہے۔ جو شخص سرود و بدعت سے دوستی رکھتا ہے وہ دجال ہے۔ مَیں نے اِن مراتبِ عظمیٰ کی سعادت مجلسِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری اور شریعتِ مطہرہ کی پیروی سے

حاصل کی ہے، جو شخص اِس میں شک کرے وہ منافق و گمراہ ہے۔

ابیات:۔(۱)''لوحِ محفوظ دراصل لوحِ دل کی تحریر ہے، عارف حضرات لوحِ دل ہی کے مطالعہ سے علم میں کمال حاصل کرتے ہیں۔'' (۲)'' جس شخص کا دل اور روح ذکر اللہ سے زندہ ہو جاتے ہیں اُس کے وجود سے جہالت کی تاریکی مٹ جاتی ہے۔ ''(۳) ''جاہلوں کو خدا علم کی دولت سے نہیں نوازتا اس لئے وہ ہمیشہ ہوائے نفس کے غلام بنے رہتے ہیں۔ ''(۴)'' جاہل آدمی گوبر کے کیڑے سے بھی بدتر ہوتا ہے کہ وہ نادان اپنے اعمال سے اپنی خودی گنوا بیٹھتا ہے۔''(۵)''علم کی بدولت ہی آدمی طالبِ مولیٰ بنتا ہے، صاحبِ علم آدمی ہر غم سے آزاد رہتا ہے۔ ''(۶)'' عالم آدمی نفس و شیطان کے ہر حربے سے باخبر و ہوشیار رہتا ہے اس لئے علما کا مقام جنت ہے۔''(۷)'' کیا تجھے معلوم ہے کہ علم کیا چیز ہے؟ علم جنت کی پھلواڑی ہے، علم کانِ تن کا انمول موتی ہے۔'' (۸)''علم اِنسان کا مونس جان اور غم خوار دوست ہے اس لئے علماً کے نزدیک دولتِ علم دولتِ سیم وزر سے افضل ہے۔''

الغرض! فقر میں وہ کون سا اِنتہائی مرتبہ ہے جہاں کسی عالم فقیر کو معرفتِ الٰہی میں کمال حاصل ہوتا ہے؟ کیا کونین کے اٹھارہ ہزار عالم کی ہر خاص و عام چیز کو اپنے حکم و تصرف میں لے آنا ہی وہ مرتبۂ کمال ہے؟ نہیں مَیں غلط نہیں کہتا کہ یہ مرتبہ تو ناقص و خام مرتبہ ہے، اِنتہائے فقر تو ہوا و نفسانیت سے پاک ہو کر غرق فنا فی اللہ و بقا باللہ ہونے کا مرتبہ ہے، عین بعین مشاہدۂ نور سے باطن کو آباد کرنے کا مرتبہ ہے اور یہ اُس کامل فقیر کا مرتبہ ہے جو قربِ حضور میں حق الیقین کے مرتبے پر فائز ہو۔ اِس مرتبے کو اہل نفس و بے دین طالبِ دنیا کیا جانے؟

ابیات:- (۱)''ارے نادان! جو شخص اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے وہ نورِ الٰہی میں غرق ہو کر نور بن جاتا ہے، ایسے میں بھلا وہ کسی اور چیز کو کیا دیکھے؟'' (۲)''جو شخص خود سے فنا ہو کر اپنی خودی کو گم کر دیتا ہے وہ وحدتِ حق میں غرق ہو کر بقا حاصل کر لیتا ہے۔'' (۳)''جو شخص خود سے فنا ہو جاتا ہے اُس میں بھلا اور کیا چیز باقی رہ جاتی ہے؟ کہ یہ تو یومِ الست والی اِستغراقِ وحدت کی حالت ہوتی ہے۔'' (۴)''عقلمندوں کے لئے تو یہی ایک بات ہی کافی ہے کہ راہِ فقر ''کن'' تک پہنچنے کی راہ ہے۔'' (۵)''دولتِ فقر سے معمور دل ہمیشہ اللہ پاک کی نظر میں منظور رہتا ہے اور اللہ کی نظر میں آیا ہوا دل ہمیشہ چاک چاک رہتا ہے۔'' (۶)''ایسی حالت میں دل گریہ زاری کرتا رہتا ہے، جان جلتی رہتی ہے اور جگر خون ریز رہتا ہے لیکن زبان پر اُف تک نہیں آتی۔'' (۷)'' فقر میں ہر دن حشر کا دن ہوتا ہے اور حسابگاہِ حشر ہر وقت نظر کے سامنے رہتی ہے۔'' (۸)'' فقر کی پہچان تین باتوں سے ہوتی ہے کہ فقیر وحدتِ حق میں غرق رہتا ہے، خود سے بیگانہ رہتا ہے اور لباسِ خودی سے فارغ رہتا ہے۔'' (۹)'' فقر ایک بارِگراں ہے جسے صرف فقیر کی جان ہی برداشت کر پاتی ہے۔'' (۱۰) ''جو شخص فقر کے اِس بارِگراں کو اُٹھا لیتا ہے وہ محبوبِ حق بن جاتا ہے، فقر کی قدر و قیمت کو یہ احمق حیوان کیا جانیں؟'' (۱۱) '' فقر کو ملامت سے ملک اور خلق نصیب ہوتا ہے۔'' (۱۲) ''اے باھُو! تسلیم و رضا اختیار کر کہ صاحبِ تسلیم و رضا قلب ہی حضوریٔ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بہرہ ور ہوتا ہے۔''

مشقِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کا سلک سلوک اگر معرفتِ الٰہی کھولنے پہ آجائے تو پل بھر میں اِبتدا سے اِنتہا تک تمام معرفتِ الٰہی کھول کر رکھ دے اور اگر نہ کھولے تو عمر بھر نہیں کھولتا، البتہ توجہ سے تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق کرنا طاعتِ خداوندی ہے، جو شخص اِس

طاعت کو اختیار کرتا ہے وہ آخر کار انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے اور مرتے وقت تو بے شک وہ واصل باللہ ہو ہی جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' موت ایک پل ہے جو محبّ کو محبوب سے ملاتا ہے۔ '' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' جو شخص محبتِ الٰہی میں مرا بے شک وہ شہید کی موت مرا۔ '' یاد رہے کہ ہر مرتبے کا ایک نام ہے مثلاً مرتبۂ علماً، مرتبۂ اولیاً، مرتبۂ ذاکر، مرتبۂ صاحبِ مراقبہ و مکاشفہ و محاسبہ و محاربہ، مرتبۂ عارف، مرتبۂ واصل، مرتبۂ قرب، مرتبۂ مشاہدہ، مرتبۂ نور، مرتبۂ حضور، مرتبۂ دعوت، مرتبۂ ابدال، مرتبۂ اوتاد، مرتبۂ اخیار، مرتبۂ غوث، مرتبۂ قطب اور مرتبۂ درویش وغیرہ۔ ان سب مراتب کا تعلق طیرِ سیرِ طبقات اور ہوائے نفس سے ہے۔ یہ تمام مراتب مرتبۂ فقر کی ابتدا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ فقیر طبقات کے ان آراستہ مراتب کو پس پشت ڈال کر وحدانیتِ حق میں غرق رہتا ہے، البتہ یہ تمام مراتب ایک فیض اثر عارف باللہ فقیر ولی اللہ کی نظر سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ مراتبِ فقر کو وہ شخص جان سکتا ہے جو فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) تک پہنچ گیا ہو اور بعین کمال حضوری میں غرق ہو چکا ہو۔ ان میں سے ہر ایک مرتبے کے فرق سے ایک حرف حاصل ہوتا ہے۔

ابیات:- (۱) '' اسی ایک حرف سے مجلسِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حضوری حاصل ہوتی ہے اور اسی ایک حرف سے ہی میرے دل میں سِرِّ الٰہی نقش ہے۔ '' (۲) '' دل میں کاغذ ہے نہ سیاہی بلکہ دل تو رحمتِ الٰہی سے معمور ایک پُر نور وادی ہے۔ ''

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کا فضل دل میں سما جاتا ہے کہ دل رحمت و فضلِ الٰہی سے زیادہ وسیع ہے، اتنا وسیع کہ یہ فضل و رحمت میں نہیں سما سکتا۔ دل گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں ہے جو وجود میں خونِ غلیظ سے پلید رہتا ہے بلکہ دل ایک لطیفہ ہے جو دونوں جہان کے

حالات و کیفیات سے واقف و صاحبِ ادراک ہے۔

ابیات:- (۱)''جو شخص طالبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بن جاتا ہے وہ حق کو پالیتا ہے، پھر جملہ خَلقِ خدا اُس کے سامنے خاک بوسی کرتی ہے۔ ''(۲)''باھُو نے جو مرتبہ بھی پایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے پایا اور روزِ اوّل ہی اُس نے اپنی جان اُن پر قربان کر دی۔ ''(۳) ''پیرو مرشد اُسے کہتے ہیں جو طالب اللہ کو حضوری میں پہنچا دے، یہ مغرور لوگ پیرو مرشد ہرگز نہیں ہو سکتے۔''

خبردار! عقل سے کام لے اور ہر نقشِ غیر ماسوی اللہ کو دل سے مٹا دے۔ حضوری کی راہ یہ ہے کہ اِبتدا سے اِنتہا تک نگاہ حق پر رہے، بے حضوری کی راہ میں ہر وقت خوف و خلل ہے کہ اُس میں نفس و شیطان کا غلبہ رہتا ہے اور طالب مراتبِ حضوری سے بے خبر رہتا ہے۔ راہِ حضوری مراتبِ حضور اور جوہرِ جمعیت بخشتی ہے۔ الغرض! عارف باللہ محبوبِ ربانی، قدرتِ سبحانی پیر دستگیر شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا زندگی بھر یہ معمول رہا ہے کہ آپ ہر روز پانچ ہزار طالب مریدوں کو شرک و کفر سے پاک کرتے رہے، تین ہزار کو وحدانیتِ اِلَّا اللّٰہُ میں غرق کر کے فقر میں ''اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ''[1] کے مرتبے پر پہنچاتے رہے اور دو ہزار کو مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچاتے رہے۔ آفتاب کی طرح روشن حضوری کا یہ فیض بخش سلک سلوک قادری طریقہ میں باطنی توجہ، حاضراتِ اِسمِ اللہ ذات، ذکر و ضربِ کلمہ طیبات اور ذوق و سخاوت و تصور و تصرف کے ذریعے ایک دوسرے تک منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور قیامت تک دونوں جہاں کو روشن و فیض یاب کرتا چلا جائے گا۔

---

[1] :- ترجمہ = فقر جب کامل ہوتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

بیت:- ''پاک دل باھو دل و جان سے شاہ عبدالقادر جیلانی کا مرید ہوا اور اُن کی خاکِ پا کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگایا۔''

جان لے کہ ہر طریقے کی بنیاد ظاہر باطن میں اشتغال پر ہے جبکہ قادری طریقے کی بنیاد معرفتِ اِلَّا اللّٰہ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری اور اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال پر ہے، اس میں زبان کا جواب زبان سے، دل کا دل سے، قلب کا قلب سے، روح کا روح سے، سِرّ کا سِرّ سے، مشاہدے کا مشاہدے سے، معرفت کا معرفت سے، نور کا نور سے، قرب کا قرب سے، جمعیت کا جمعیت سے اور حضور کا جواب حضور سے ملتا ہے۔ قادری طالب مریدوں کو ان مراتب کی چابی توحید (اِسمِ اللہ ذات) سے حاصل ہوتی ہے جو ہمیشہ اُن کے پاس رہتی ہے۔ قادری تقلید سے ہزار بار توبہ کرتا ہے کہ قادری طریقہ میں تقلید اور مقلد کی کوئی گنجائش نہیں۔ چڑیوں کی کیا مجال کہ ہم نشین شہبازاں ہو سکیں؟ طالب اللہ کے لیے چشمِ معرفت حاصل کرنا اور ابتدا و انتہا کا بے مثل و بے مثال علم حاصل کر کے صاحبِ وصال ہو جانا آسان کام ہے لیکن دریائے معرفتِ توحید میں غرق ہونا اور خود سے فنا ہو کر بقا باللہ ہو جانا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔

بیت:- ''جو آدمی دریائے محبت میں غرق ہو جائے، اُسے بھلا آرائش خطاب کی کیا حاجت؟ کہ اُس کی حالت تو حباب کی سی ہوتی ہے کہ حباب جب اپنی ہستی کو مٹا دیتا ہے تو محض پانی ہوتا ہے۔''

مرشد کامل مکمل اکمل جامع نور الہدیٰ عارف باللہ فقیر وہ ہے جو طالب اللہ کو پانچ عقل اور پانچ علم کہ ہر علم پچاس ہزار علوم کا جامع ہو، پانچ حکمتیں کہ ہر حکمت پچاس لاکھ حکمتوں کی جامع ہو، پانچ ذکر کہ ہر ذکر پچاس کروڑ اذکار کا جامع ہو، پانچ خزانے کہ ہر خزانہ

چالیس ہزار خزائن کا جامع ہو اور پانچ مقام عطا کر دے تا کہ طالب کو ابتدا سے انتہا تک اپنا تمام مقصود حاصل ہو جائے۔ یہ تمام راز وہ رنج و ریاضت کے بغیر محض حاضراتِ اسمِ اللہ ذات، حاضراتِ آیاتِ قرآن، حاضراتِ ننانوے اسمائے حسنیٰ، حاضراتِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حاضراتِ کلمہ طیبات " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " سے پل بھر میں کھول دے اور مقامِ ازل، مقامِ ابد، مقامِ دنیا، مقامِ عقبیٰ اور مقامِ معرفت جیسے تمام مقامات کھول کر دکھا دے۔ ان مقامات کے مشاہدہ سے بعض طالب مجذوب و دیوانے ہو جاتے ہیں، بعض اپنے مرتبے سے گر کر مردود ہو جاتے اور بعض کو مرتبۂ کشف القبور حاصل ہو جاتا ہے۔ سروری قادری مرشد طالب اللہ کی راہنمائی کرتے ہوئے پہلے ہی روز اُسے معرفتِ الٰہی سے نواز کر معصیت و ہوا سے پاک کر دیتا ہے۔ مرشد کو ایسا ہی کامل و مکمل ہونا چاہیے، ناقص مرشد سے تو تلقین لینا ہی حرام ہے۔ یہ مراتب ہیں عارفانِ کامل کے اے خام! مصنف کہتا ہے کہ صاحبِ قلب کو اپنے قلب سے سات فتوحات حاصل ہوتی ہیں، ہر فتح میں ستر ہزار فیوضاتِ نور پائے جاتے ہیں، ان نورانی فیوض سے وہی طالب فیض یاب ہوتا ہے جو ان سے واقف ہو جاتا ہے۔ طالب اللہ کو جب اس مقام پر قرار نصیب ہو جاتا ہے تو وہ فرار و سلب و خواری سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ تجلیٔ ذات اور ہے اور تجلیٔ اسما اور ہے، تجلیٔ حروف اور ہے اور تجلیٔ زبان اور ہے۔ چار قسم کی تجلی ایسی بھی ہے کہ جسے محض عطائے ذات کا فیض کہا جاتا ہے اور وہ ہے حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے منکشف ہونے والی مطلق توحیدِ وحدانیت ذات کی تجلی جسے قرب معرفتِ الٰہی کا نور بھی کہا جاتا ہے۔ اسمائے الٰہی سے نظر آنے والی تجلی کو نہ تو تجلیٔ ذات کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی تجلیٔ صفات۔ قرآنی آیات اور احادیث سے نظر آنے والی تجلی کو جہادِ

نفس کہا جاتا ہے۔ تمیں عدد حروفِ تجلی سے نظر آنے والی تجلی کو قلب الکشوف کہا جاتا ہے۔ ہر ایک تجلی مشقِ تصور و تفکر و یقین سے کھلتی ہے اور عین بعین دکھائی دیتی ہے، یہاں آنکھیں بند کرنا خام پن ہے۔ مطلب کل کیا ہے؟ خود سے گزرنا اور حق کا حق سے ملنا یعنی جمعیتِ نورِ الٰہی کا جام پینا۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے ہر ایک مقام کھول کر نہیں دکھاتا اور معرفتِ الٰہی کے تمام رموز سے آگاہی کا سبق نہیں دیتا وہ لافزن و ناقص مرشد ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''مَیں تجلیٔ ذات میں جل کر سرِّ الٰہی تک پہنچا ہوں، یہ تجلیٔ ذات ہی تو ہے جو ذاتِ الٰہی تک راہنمائی کرتی ہے۔ ''(۲)'' مَیں ازل سے ابد تک نورِ الٰہی میں غرق ہوں اِس لیے مجھے ازل سے ابد تک دائم حضوری حاصل ہے۔''(۳) ''مَیں ازل سے اَبد تک مستِ حال ہوں کہ مجھے ازل سے اَبد تک کا دائمی وصال نصیب ہے۔'' (۴)''مَیں ازل سے اَبد تک خود سے جدا رہا ہوں کہ ازل سے اَبد تک مجھے قربِ الٰہی کا اِستغراق حاصل ہے ۔''(۵)''عالمِ خلق محض وہم و خیال ہے، جان و قلب و قالب رازِ رب کا ظہور ہیں۔''(۶) ''میری راہ کا ہر گناہ عین عبادت ہے، جو اِس راہ سے واقف ہو جاتا ہے وہ میرے مرتبے کو جان لیتا ہے۔ ''(۷) ''اِس راہ میں گناہ میرے لیے ناکافی ہیں کہ عارفوں کی راہ اِستغراق کی راہ ہے۔ ''(۸) ''اے باھوؒ! ہر گناہ میری آہ سے جل کر خاکستر ہو جاتا ہے، جو شخص راہِ حق سے غافل ہے وہ راہزن ہے۔''

ظاہری عبادت کے لیے باطنی ہوشیاری سعادت ہے، راہِ غفلت دیوانگی ہے جو سراسر گناہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ طالب اللہ کے پیشِ نظر نص و حدیث اور شریعتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) رہنی چاہیے کہ جس راہ سے شریعت روکے وہ کفر کی راہ ہے اور

قرآن و شریعت جس راہ کو روا رکھے وہ اسلام کی راہ ہے اور اسلام کی راہ صبر میں پائی جاتی ہے -چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے-''

ابیات:- (۱) ''صبر کر صبر! کہ صبر کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، اگر تو تسلیم و رضا اختیار نہ کرے گا تو کیا کرے گا؟'' (۲) ''جس کے گریباں پہ تیرے عشق نے پنجہ ڈالا، غمِ عشق نے اُس کی روح ورگِ جان پکڑ لی-''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''بے شک جو لوگ صابروں کی موت مرے، اُن کے لیے بلا حساب اجر ہے-'' جو لوگ طمع و حرص و حسد و کبر و ہوا جیسے حجابات میں نہ اُلجھے وہ بے حجاب اللہ کے سامنے رہے اور کلامِ اِلٰہی میں یوں بے نکتہ غرق ہوئے کہ جیسے موتی ایک لڑی میں پروئیے گئے ہوں- عملِ قرآن ۱؎، عملِ قبور ۲؎، عملِ اِسمِ اللہ ذات حضور ۳؎ اور عملِ فنا فی اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مغفور ۴؎ شریعت کا وہ بہترین حصہ ہے جسے کسی ناقص و خام نے کبھی بیان نہیں کیا کہ یہ شریعت کا اصل مغز و باطن ہے جبکہ ظاہری شریعت اِس مغز و باطن کا چھلکا ہے- شریعتِ ظاہر کیا ہے اور شریعتِ باطن کسے کہتے ہیں؟ شریعتِ ظاہر یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، بے شک

۱؎ :- عملِ قرآن = کسی باطنی مطلب کے لیے آیاتِ قرآن کو مخصوص انداز میں پڑھ کر مطلب حاصل کرنا- ۲؎ :- عملِ قبور = زندہ دل اولیأ اللہ کے مزارات پر آیاتِ قرآنی پڑھ کر اُن کی ارواح سے ملاقات کرنے اور اُن سے دینی اور دنیوی معاملات میں رہنمائی حاصل کرنے کا عمل-

۳؎ :- عملِ اِسمِ اللہ ذات حضور = تصورِ اِسمِ اللہ ذات کے ذریعے بارگاہِ الٰہی کی دائمی حضوری حاصل کرنے کا عمل- ۴؎ :- عملِ فنا فی اِسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) مغفور = اِسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تصور کے ذریعے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل کرنے کا عمل-

اُس کی زبان دراز ہوگئی'' یعنی وہ ہمیشہ علمِ امر معروف، مسائل فقہ اور نص وحدیث کی روشنی میں وعظ و نصیحت کرتا رہتا ہے اور شریعت باطن یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی'' یعنی وہ فرمانِ الٰہی ''اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَۃً [1] '' کی تعمیل میں خفیہ ذکر اللہ کرتا رہتا ہے اور وحدانیتِ حق کی حضوری میں غرق ہوکر نورِ معرفتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور اپنے رب کا ذکر کر اِس شان سے کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔'' حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی طے میں وہ جدھر بھی دیکھتا ہے اُسے تجلیاتِ اسمِ اللہ ذات ہی نظر آتی ہیں جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''تُو جدھر بھی رُخ کرے گا تجھے اللہ تعالیٰ کے جلوے نظر آئیں گے۔'' اندر سے اُس کا وجود سر سے قدم تک تجلی بن جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''مَیں تمہاری جان کے اندر ہوں، کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟'' اِبتدا ہی میں جو شخص شریعتِ ظاہر میں درست قدم رکھتا ہے اُس پر شریعتِ باطن کھل جاتی ہے۔ شریعت باطن شریعتِ ظاہر سے باہر نہیں ہے۔ شریعتِ ظاہر اور شریعتِ باطن ایک مومن عارف باللہ فقیر کے لیے دو بال و پر یا دو پاؤں کی مثل ہیں۔ جان لے کہ عارفوں کو آگاہی دلیل سے ہوتی ہے، دلیل اِلہام سے ہوتی ہے، اِلہام لحم سے ہوتا ہے اور لحم گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''بے شک اولادِ آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو فواد میں ہے، فواد قلب میں ہے، قلب رُوح میں ہے، رُوح سِرّ میں ہے، سِرّ خفی میں ہے اور خفی اَنا میں ہے۔'' یہ مراتب منتہی ہیں جنہیں ''جوہر جمعیتِ ایمان، اَمَانٌ مِنْ زَوَالِ الْاِیْمَانِ '' کہتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''خبردار! بے شک اللہ

[1] :- ترجمہ = تم اپنے رب کا ذکر کرو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے۔

تعالیٰ کے ولی خوف وغم سے آزاد رہتے ہیں۔'' اُن کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے، اُنہیں یہ مرتبہ مبارک ہو۔ جان لے کہ فقیر اُسے کہتے ہیں کہ جس کے پاس پانچ خزانے قوتِ ظاہری کے اور پانچ خزانے قوتِ باطنی کے ہوں۔ فرمایا گیا ہے:۔ '' فقر سوائے اللہ کے کسی کا محتاج نہیں۔'' بلکہ بادشاہِ دنیا بھی فقیر کا محتاج ہے۔ قوتِ ظاہری کے پانچ خزانے یہ ہیں، اوّل یہ کہ دعوتِ اہلِ قبور[1] اُس کے زیرِ عمل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس کی حضوری کی بدولت اُسے ایک زبردست قوت حاصل ہوتی ہے جس کی بنا پر مشرق سے مغرب تک تمام عالم اُس کے قبضہ وتصرف میں ہوتا ہے۔ قوتِ ظاہری کا دوسرا خزانہ یہ ہے کہ عملِ سحرِ قرآن واِسمِ اعظم جانتا ہو اور کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کو ترتیب سے پڑھنا جانتا ہو۔ عملِ سحرِ قرآن ایسا عمل ہے جو اگر جاری ہو جائے تو قیامت تک نہیں رکتا۔ قوتِ ظاہری کا تیسرا خزانہ یہ ہے کہ حاضراتِ اِسمِ اللہ ذات کی مدد سے کل وجز کے تمام موکل فرشتے اُس کے سامنے حاضر رہتے ہیں اور وہ اُن سے علمِ کیمیا جیسی غیب الغیب جو چیز بھی طلب کرے وہ حاضر کر دیتے ہیں۔ قوتِ ظاہری کا چوتھا خزانہ یہ ہے کہ ننانوے اَسمائے باری تعالیٰ کی حاضرات کی مدد سے وہ انبیا واولیا کی ارواح سے ملاقات ومصافحہ کرتا ہے اور اُن سے جو کچھ طلب کرتا ہے وہ اُسے مہیا کر دیتے ہیں۔ قوتِ ظاہری کا پانچواں خزانہ یہ ہے کہ مشق تصورِ اِسمِ اللہ ذات کے غلبہ سے اُس پر عرش سے تحت

---

[1] :۔ سروری قادری طریقے میں دعوتِ اہلِ قبور ایک علم وعمل ہے جس میں زندہ دل عارفوں کے مزارات پر تلاوتِ قرآن کر کے اُن کی ارواح سے ملاقات کی جاتی ہے اور دینی ودنیوی امور میں اُن سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔

الثریٰ کے ہر ایک طبق ذات وصفات کی طیر سیر کھل جاتی ہے، اُسے ''اطراف الطے '' کا مرتبہ کہتے ہیں۔ یہ سب خزانے کلیدِ توحید (اسمِ اللہ ذات)، اِسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی حاضرات سے کھلتے ہیں۔ حاضرات کی یہ چابی جب قفلِ دل میں لگتی ہے تو ہر مرتبہ کھل جاتا ہے اور ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ جب کوئی شخص کلمہ طیب کی اس چابی کو جان لیتا ہے اور اسے ترتیب سے پڑھتا ہے تو ظاہر باطن کا کوئی مرتبہ بھی اُس سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا۔ پانچ گنج اور پانچ وقت ایسے ہیں کہ جن میں پانچ تصور پانچ تصرف اور پانچ حاضرات پائے جاتے ہیں۔ جس جگہ، جس مجلس اور جس بیان کی نیت سے بھی حاضراتِ مراقبہ اور حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی جائیں وہ بہر صورت نفس وشیطان کے شر سے پاک ہوتی ہیں۔ اگر طالب اللہ اِسمِ اللہ ذات کے تفکر میں غوطہ زن ہو کر غرق ہونا جانتا ہے تو وہ جہاں چاہتا ہے اِسمِ اللہ ذات کا نور اُسے شعلۂ برق کی سی تیزی کے ساتھ وہاں پہنچا دیتا ہے۔ اہلِ حضور کی بارگاہ سے حاصل ہونے والی یہ وہ راہ ہے کہ جس میں بلا ریاضت راز، بلا مجاہدہ مشاہدہ، بلا محنت محبت اور بلا طلب طاعت نصیب ہوتی ہے۔ یہی با توفیق سلک سلوک طاعت ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''تم مجھے یاد کرو مَیں تمہیں یاد کروں گا۔'' تم مجھے اوہام سے یا الہام سے یا آگاہی سے یا دلیل سے یاد کرو گے تو مَیں بھی تمہیں اوہام سے یا الہام سے یا آگاہی سے یا دلیل سے یاد کروں گا۔ اے ناقص بخیل ! یہی وہ راہِ کاملیں ہے جو اُنہیں بارگاہِ ربِ جلیل تک پہنچاتی ہے۔ یہ راہ کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ''اور اِسمِ اللہ ذات کی مشقِ تصور سے حاصل ہوتی ہے، جو اس بات میں شک کرتا ہے وہ منافق و زندیق ہے۔ منافق و حاسد آدمی کو ظاہر باطن کی قوت کے ان پانچ خزانوں کی توفیق حاصل نہیں

ھوتی اِس لیے وہ تصوف و معرفت سے اندھا و بے خبر رہتا ہے۔ دل کی آنکھیں کھول کہ ظاہری آنکھیں تو بیل گدھے بھی رکھتے ہیں۔ بیل گدھوں کو عارف نہ سمجھ۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:۔ ''وہ چوپائے جانوروں کی مثل ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہیں۔'' ہر مومن مسلمان عالم فاضل کا اِبتدائی مرتبہ ''عبودیت'' ہے۔ مرشدِ کامل ''عبودیت'' سے معرفتِ اِلٰہی کھول کر ربوبیت کا مشاہدہ کراتا ہے۔ جو شخص ابتدا میں علمائے عامل بنتا ہے وہ اِنتہا پہ پہنچ کر فقیرِ کامل بن جاتا ہے۔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری، قربِ حق تعالیٰ کی معرفت، آیاتِ قرآن و نص و حدیث اور شریعتِ مطہرہ کی برکات کے ادنیٰ و اعلیٰ جملہ مراتب حاضراتِ اِسم اللہ ذات اور کلیدِ کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سے کھلتے ہیں لیکن کلمہ طیب کے زبانی ذاکر تو کثیر ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم مجلس و مخلص ذاکر قلیل ہیں۔ مرشد وہ ہے جو مشق تصور اِسم اللہ ذات اور کلید کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ'' کی حاضرات سے طالبِ صادق پر سالہا سال تک نہ کھلنے والے جملہ مراتب پہلے ہی روز کھول دے تاکہ اُس کا وجود پختہ ہو جائے اور اگر عطا کرنا چاہے تو پل بھر میں باطن کھول کر اُسے معرفتِ اِلٰہی بخش دے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔'' یہ مرتبہ اہلِ توحید کو نصیب ہوتا ہے، اہلِ تقلید کی پہنچ سے یہ مرتبہ بہت دُور ہے۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ کامل فقیر وہ ہے جو ظاہر باطن میں صاحبِ گنج، صاحب تصور، صاحبِ تصرف اور قوتِ تمام کا مالک ہو لیکن خلقِ خدا کو نہ ستائے بلکہ خلق کا بوجھ و ملامت برداشت کرے۔

بیت:۔ ''اے باھُو! رضائے اِلٰہی کی خاطر دربدر گداگری کر کے اپنے نفس کو

رسوا کر۔''

بارگاہِ الٰہی میں یہ فعل ضائع نہ ہوگا کہ فرمانِ الٰہی ہے :۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''اگر فقرا نہ ہوتے تو اغنیا ہلاک ہو جاتے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' اگر فقرا نہ ہوتے تو اغنیا کوڑھی ہو جاتے ۔'' اگر فقرا نہ ہوتے تو اہلِ دنیا کی ہر زیبائش نیست و نابود ہو جاتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ '' فقرا کی زبان اللہ تعالیٰ کی تلوار ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تلوار اُس فقیر کی زبان ہوتی ہے جو ہمیشہ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی پابندی کرتے ہوئے ذکرِ حامل میں غرق رہے ۔ ذکرِ حامل تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مشق اور فقیرِ کامل کی نظر سے حاصل ہوتا ہے۔ ذکرِ حامل ایسا ذکر ہے کہ ذاکر اگر اُسے چھوڑ بھی دے تو یہ ذکر اُسے ہرگز نہیں چھوڑتا بلکہ بلا فکر جاری ہو کر اس کے وجود پر اور زیادہ اثر انداز ہوتا ہے اور اُسے اپنے قبضہ و تصرف میں رکھتا ہے۔اِس ذکر سے دل جب ایک بار زندہ ہو جاتا ہے تو پھر وہ سلب نہیں ہوتا خواہ وہ مچرب کھانے کھاتا پھرے یا عمدہ لباس پہنتا پھرے، وہ ہمیشہ معرفتِ الٰہی کا جام پیتا ہے۔اِس ذکرِ دوام اور تفکرِ تمام سے قاضیٔ حق دو گواہ طلب کرتا ہے۔ ایک معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ کا اِستغراق کہ اگرچہ وہ بظاہر لوگوں سے ہم کلام ہوتا ہے لیکن بباطن معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ میں غرق ہوتا ہے اور دوسرے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری سے مشرف رہتا ہے۔ جس شخص میں یہ اوصاف نہیں اُس کا دم بستہ ہونا، حبسِ دم کرنا اور دل کو جنبش دینا محض ہوائے نفس کی پیداوار ہے، وہ معرفتِ الٰہی سے بے خبر ہے۔ ذکرِ خفیہ کا تعلق نہ تو دل کی دھڑکن سے ہے اور نہ ہی آوازِ زبان سے ہے بلکہ معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق ہو کر تصورِ اسمِ اللہ ذات کرنا ہے کہ

تصورِ اسمِ اللہ ذات ذاکر کو غیر ما سویٰ اللہ سے علیحدہ کر کے اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت میں منظور اور اُس کی بارگاہ میں دائم حضور بناتا ہے۔ اِس صفت سے موصوف ذاکر تصورِ اسمِ اللہ ذات کی بدولت ہمیشہ واصل بخدا رہتا ہے۔ جو ذاکر ان اوصاف کا مالک نہیں وہ ذکر اللہ سے اُلٹا خود پرستی و نفس پرستی میں مبتلا ہوتا ہے۔ الغرض! ذاکر کا وجود طمع و حرص، حسد و عجب اور کبر و ہوا سے پاک رہتا ہے حالانکہ کل و جز کے جملہ مقامات اُس کے عمل میں ہوتے ہیں۔ ذاکر ہر عمل کا عامل ہوتا ہے۔ ذاکر فقیر ذکرِ قربانی اور ذکرِ حامل سُلطانی کا ذاکر ہوتا ہے، اُس کا نعرہ ''اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس'' ہوتا ہے اور اُس کا مشرب یہ بیت ہوتا ہے:-

" مَیں حق جانتا ہوں، حق دیکھتا ہوں، حق کہتا ہوں، مَیں حق ہی حق ہوں۔ حق مجھ میں ہے، مَیں حق میں ہوں، مَیں حق ہی حق ہوں۔ "

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اے نبیؐ! آپ (ان مشرکوں سے) فرمادیں کہ کیا تمہارے شرکا میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو حق کا راستہ دکھاتا ہو؟ آپ فرمادیں کہ اللہ ہی راہِ حق دکھاتا ہے تو پھر جو شخص حق کی راہ دکھاتا ہے وہ لائق اتباع ہے یا وہ کہ جسے خود بغیر راہنمائی کے راستہ دکھائی ہی نہیں دیتا؟ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ تم کیسی تجویزیں کرتے ہو؟'' جو شخص اِس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے اُسے حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ باطل و بدعت و بے دینی کے گرداب سے نکل آتا ہے۔ جسے تصورِ اسمِ اللہ ذات کا دائمی استغراق حاصل ہو جاتا ہے وہ حلاوتِ فنا فی اللہ ذات کی لذت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ مراتبِ ذات اُس شخص پر کھلتے ہیں جو طبقاتِ خلق کی طیر سیر سے نکل آتا ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک کے جملہ طبقات کے کوہِ قاف کا وزن اُٹھائے پھرنا آسان کام ہے لیکن اسمِ اللہ ذات کا بار اُٹھانا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صرف اولیائے کرام کو اتنی قوت بخش

رکھی ہے کہ وہ چودہ طبق کا مشاہدہ ایسے کرتے ہیں گویا کہ اُن کی ہتھیلی پر اسپند کا ایک دانہ رکھا ہوا ہے۔ چودہ طبق کا اِس طرح تماشا دیکھنا اُن کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔جب وہ تصورِ اسم اللہ ذات میں محو ہوتے ہیں تو اِسم اللہ ذات کی گرانی سے اُن کی آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔اِس فقیر کی والدہ ماجدہ کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ شوقِ حق تعالیٰ کی سوزش سے اُن کی آنکھوں سے خون بہتا رہتا تھا۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔''ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں ،زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا تو وہ اُسے اُٹھانے سے ڈر گئے لیکن اِنسان نے اُس بارِ امانت کو اُٹھا لیا، بے شک وہ ظالم و جاہل تھا۔'' اوّل و آخر کے چودہ علوم کو اپنے قبضہ و تصرف اور مطالعہ میں لے آنا اور صاحبِ علم ہو کر عالم فاضل ہونا بہت آسان کام ہے لیکن متقی و پرہیزگار اور صاحبِ تقویٰ و طاعت عالم ہونا،خدائے تعالیٰ سے ڈرنا اور گناہوں سے باز رہنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ ذکرِ خفیہ میں محو ہو کر زندہ دل ذاکر ہونا آسان کام ہے لیکن تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار سے یکبارگی نفس کو قتل کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے ۔ بذریعہ اِلہام معرفتِ اِلٰہی میں مذکور حضور ہونا آسان کام ہے لیکن معرفت کے لئے وجود میں حوصلہ وسیع رکھنا بہت مشکل و دشوار کام ہے ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری میں رحمتِ اِلٰہی کے دیدار و ملاقات سے مشرف ہونا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان نثار کرنا آسان کام ہے لیکن ہدایت و ولایتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا حاصل کرنا،خُلقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنانا،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفتِ کریمی و رحیمی کو اختیار کرنا،خوئے بوئے محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اختیار کرنا ، اپنے دل کو قلبِ سلیم بنانا، بارگاہِ اِلٰہی میں تسلیم و رضا اختیار کرنا،شوق و شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اختیار کرنا،حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ترک و توکل اختیار کرنا اور اِستقامت سے

فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اختیار کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ بادشاہِ دنیا بن جانا اور دعوتِ اہلِ قبور پڑھ کر یا کلمہ طیبات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کو اُس کی کنہ سے ترتیب وار پڑھ کر یا حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی قوت سے مشرق سے مغرب تک وسیع ملکِ سلیمانی کو ایک ہی قدم پر بیک دم اپنے قبضے میں لے لینا آسان کام ہے لیکن خلقِ خدا کے ساتھ عدل و احسان سے پیش آنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ مرشد بن کر طالب مریدوں کو تعلیم و تلقین سے نوازنا آسان کام ہے لیکن اُنہیں ریاضت کی بھٹی میں ڈالے بغیر معرفتِ الٰہی عطا کرنا اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ جان لے کہ بعض بزرگ بارہ بارہ سال اور چالیس چالیس سال تک ریاضت کرتے رہے اور اُس کے نتیجے میں لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنے میں کامیاب ہوگئے، عرشِ اکبر تک کی طیر سیر کر ڈالی، بالائے عرش ہزاراں ہزار مقامات طے کر کے غوث و قطب بن گئے، لوگوں کو طالب مرید بنایا، دنیا میں عز و جاہ اور نعمتیں حاصل کیں، نام و ناموس کمایا، صاحبِ کشف و کرامات ہوگئے، جنوں اور موکلات کو اپنا تابع فرمان بنالیا اور اسی کو معرفتِ توحیدِ الٰہی جان لیا۔ بعض بزرگ قلبی ذکر اللہ میں محو رہے اور اُس کے نتیجے میں اوراقِ لوحِ ضمیر کے مطالعہ میں غرق ہو کر مرتبۂ الہام تک جا پہنچے اور اسی کو معرفتِ توحیدِ الٰہی کی انتہا جان لیا۔ بعض حضرات ذکرِ روح میں مشغول رہے اور اُس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دماغی جنبش اور نورِ تجلیۂ روح کے مشاہدے کو معرفتِ توحیدِ الٰہی سمجھ بیٹھے حالانکہ یہ تمام مراتب درجات ہیں جن کا تعلق عالمِ خلق سے ہے، یہ درجاتِ اہلِ تقلید ہیں جو فقرِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور معرفتِ توحیدِ الٰہی سے بہت دور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اُن میں سے نہ تو کسی کو اسمِ اللہ ذات کی ابتدا معلوم ہوئی اور نہ انتہا، اُنہیں معلوم

ہی نہ ہو سکا کہ معرفتِ الٰہی کیا چیز ہے؟ توحید کسے کہتے ہیں؟ اور مشاہدہ قربِ حضوری کی حقیقت کیا ہے؟ سن! معرفتِ توحیدِ الٰہی اور مشاہدہ قربِ حضوری یہ ہے کہ جب طالب اللہ اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کو اپنے تصور و تصرف میں لاتا ہے تو اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات کے ہر ہر حرف سے نور کی تجلیات پھوٹتی ہیں جو اہلِ تصور کو لامکان میں قائم ہونے والی مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں پہنچا دیتی ہیں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دریائے وحدتِ الٰہی موجزن رہتا ہے جس میں طرح طرح کی موجیں "وَحْدَہٗ ، وَحْدَہٗ، وَحْدَہٗ" کے نعرے لگا رہی ہوتی ہیں۔ جو آدمی اُس دریائے توحید پر پہنچ کر نورِ الٰہی کا مشاہدہ کر لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس خوش نصیب طالب کی گردن پکڑ کر وحدتِ الٰہی کے اُس دریا میں ڈال دیتے ہیں اور وہ اُس میں غوطے کھا لیتا ہے تو وہ غواصِ توحید ہو جاتا ہے اور فقر فنا فی اللہ کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ بعض طالب دریائے توحید میں غوطے کھانے کے بعد سالک مجذوب ہو جاتے ہیں اور بعض مجذوب سالک صاحبِ اہلِ توحیدِ ذات بن جاتے ہیں۔ اہلِ درجات سے مراتبِ ذات پوشیدہ رہتے ہیں۔ جو طالب لامکان میں پہنچ جاتا ہے وہ دریائے توحید کے نور کی کوئی مثال نہیں دے سکتا کہ لامکان اُس مکان کا نام ہے جہاں نجاستِ دنیا کی بو تک نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی وہاں ناگوار ہوائے نفس کا گزر ہو سکتا ہے، وہاں تو دائم استغراقِ بندگی ہے۔ لامکان میں شیطان کے داخلے کا تو امکان ہی نہیں ہے۔ لامکان کا نظارہ اس جہان کے نظارے کی طرح نہیں کہ اِس جہان کو تو ظاہر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے لیکن لامکان کو صرف باطن کی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے۔ عارف باللہ فقیر جب باطن کی آنکھ کھول کر لامکان میں پہنچتا ہے تو وہماتِ نفسانی، خطراتِ شیطانی اور وسوسہ

دنیائے پریشانی سے پاک ہوجاتا ہے، وہاں اُسے پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اتحادِ خاص حاصل ہوتا ہے۔ وہ جدھر دیکھتا ہے اُسے نورِ ذاتِ الٰہی ہی دکھائی دیتا ہے۔ وہ شش جہات کے جملہ مراتب کو چھوڑ کر استغراقِ ذاتِ الٰہی میں محو رہتا ہے۔ اس طرح نورِ الٰہی میں غرق ہوکر نور ہوجانا فقرِ محمود کا کام ہے اور شان و شوکتِ دنیا کے مراتب اختیار کرنا طالب مردود کا کام ہے۔

بیت :۔ ''مراتبِ طبقات کو چھوڑ دے تاکہ تُو مرد بن جائے اور غرق فی التوحید ہوکر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف ہوجائے۔''

اِس فقر میں توحیدِ ذات تصورِ اسمِ اللہ ذات سے کھلتی ہے۔ اسمِ اللہ ذات کا خاصہ خلاصہ دو قسم کا ہے، ایک تصورِ نور کا مراقبہ ہے کہ جس سے حقیقتِ معشوق منکشف ہوتی ہے، دوسرے تصورِ مشاہدہ ہے کہ جس میں قربِ معرفتِ نورِ دیدار حاصل ہوتا ہے۔ راہِ تصورِ عاشقی ومعشوقی اور محبوبی ومطلوبی کی راہ ہے جسے صرف قادری فقیر ہی جانتا اور اپناتا ہے۔ معرفتِ ذات کی ابتدا تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے لامکان میں پہنچ کر چشمِ باطن سے نورِ توحیدِ ذات کے مشاہدے سے ہوتی ہے۔ اِس میں مقام ومکان کی بجائے نورِ ذاتِ لامکان پایا جاتا ہے۔ جو آدمی یہ کہے کہ معرفتِ توحیدِ ذات سے مراد مرتبہ ومکان ہے وہ باطن سے بے خبر ومحروم آوارہ حیوان ہے۔ یہ مراتبِ معرفتِ ذات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت اور شریعتِ مطہرہ اور کلمہ طیب '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ راہِ تحقیق لامکان ہے، جو شخص اس میں شک کرے وہ زندیق ہے۔ اس راہ میں طالب پہلے ہی روز عارف باللہ ہوجاتا ہے، پہلے ہی روز مرتبہ فقر پر پہنچ جاتا ہے اور دریائے وحدانیت میں غوطہ زن ہوکر دنیا ونفس وشیطان سے تارک وفارغ ہوجاتا

ہے۔ یہ مراتب ہیں اولیاءاللہ ولی اللہ مومن مسلمان کے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔" اَللّٰہُ" (اِسمِ اللہ ذات) مومنوں کا ایسا دوست ہے جو اُنہیں ظلمات سے نکال کر نورِ توحیدِ الٰہی میں لے آتا ہے۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''خبردار، بے شک اَللّٰہُ (اِسمِ اللہ ذات) کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم۔ '' جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ بے خوف و بے غم و لا یحتاج ولی اللہ ہو جاتا ہے جسے ہر دم وصالِ لازوال حاصل رہتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔

بیت:۔ ''جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ اولیاءاللہ کے اُس گروہ میں شامل ہو جاتا ہے جسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل رہتی ہے۔''

الغرض ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی عارف باللہ ہوتا ہے لیکن تمام عارف بھی جمع ہو جائیں تو مراتبِ فقر تک نہیں پہنچ سکتے۔ غوث قطب عارف کی مجال نہیں کہ فقیر کے سامنے دم مار سکیں کیونکہ غوث قطب عارف اہل درجات و طبقات ہوتے ہیں اور اہل درجات و اہل طبقات پر اہل ذات (فقیر) غالب ہوتا ہے۔ غوث قطب عارف تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک غوث قطب دہقانی، دوسرے غوث قطب روحانی اور تیسرے غوث قطب اہل فقر، اہل سِرِّ اسرارِ قدرت سبحانی۔

بیت:۔ ''پہلے مَیں چار تھا، پھر تین ہوا، پھر دو ہوا پھر دوئی سے نکل کر یکتا ہو گیا۔''

جوابِ مصنف:۔ '' مَیں چار و پانچ سے نکل کر دوئی میں پہنچا اور دوئی سے نکل کر بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں جا پہنچا۔''

پانچ حواس ہیں جن کا اتحاد اوصافِ ذمیمہ سے ہے اور چار پرندے ہیں جن سے

نفس قوت حاصل کرتا ہے۔ یہ چار پرندے شہوت کا مرغ، ہوا کا کبوتر، زینت کا مور اور حرص کا کوا ہیں جو اربعہ عناصر یعنی آگ مٹی ہوا اور پانی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ جو شخص ان چار پرندوں کو ذبح کر ڈالتا ہے وہ معرفتِ الٰہی تک پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے، وہ حجابات سے نکل کر راہِ معرفت کو کھول لیتا ہے۔ حجابات دو قسم کے ہیں یعنی حجاباتِ عام اور حجاباتِ خاص، ان میں سے حجاباتِ عام تین ہیں یعنی نفس، دنیا اور شیطان اور حجاباتِ خاص بھی تین ہیں یعنی طاعت، ثواب اور درجات۔ مصنف کہتا ہے کہ ہر قسم کے عام و خاص حجابات سے وہ شخص خلاصی پاتا ہے جس پر معرفتِ وحدانیتِ ذاتِ الٰہی کھل جاتی ہے، ورنہ ہر مراد ایک حجاب ہے۔

بیت:۔ ''جو شخص ہوائے نفس سے خلاصی پالیتا ہے اُس کے چہرے پر نامرادی کا داغ ہرگز نہیں لگتا۔''

مصنف کہتا ہے کہ آدمی کا وجود غار کی مثل ہے اور نفس سانپ کی مثل ہے جو اِس غار میں مستقل قیام رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص رات دن غار کے منہ پر ڈنڈے برساتا رہے تو اُس کے اندر بیٹھے ہوئے نفس امارہ کے سانپ کو اِس مار پیٹ سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ لہٰذا ظاہری اعمالِ بندگی سے نفس کو کوئی دکھ نہیں پہنچتا۔ جب تک غار کے اندر جا کر تصورِ اسم اللہ ذات کی آگ سے نفس کو نہ جلایا جائے وہ ہرگز نہیں مرتا۔ باطنی ریاضت کی مثال دیتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :۔ ''ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آئے ہیں۔'' زندہ دل عارف کی نشانی یہ ہے کہ وہ معاملاتِ دنیا سے کنارہ کش رہتا ہے اور اگر وہ دنیا کا کوئی کام کرتا بھی ہے تو محض خلقِ خدا کی بھلائی کی خاطر کرتا ہے نہ کہ ریاکاری و ہوائے نفس کی خاطر۔ عارف کی دو علامات ہیں، ایک یہ کہ اپنی زبان کو

فضول کلام سے آلودہ نہیں ہونے دیتا، دوسرے یہ کہ معیت ِ الٰہی میں اسرارِ الٰہی سے پیوستہ رہتا ہے۔

بیت :- ''اِس جہان کی مرادوں سے پیچھا چھڑا لے تا کہ تجھے معرفتِ حق نصیب ہو، فنائی ذات ہو جا کہ اس جیسا مددگار اور کوئی نہیں۔''

مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جن کا طرزِ عمل اُن کافروں جیسا ہے جو اپنے ہی ہاتھوں پتھر کے بت بناتے ہیں اور پھر اُن کی پرستش شروع کر دیتے ہیں، یہ احمق لوگ بھی اُنہی کافروں کی طرح اہلِ بدعت و اہلِ سرود کو اپنا مرشد و پیشوا بنا کر اُن کی تابعداری اختیار کر لیتے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''کیا وہ اُس کو اللہ کا شریک بنا لیتے ہیں جو کسی کو پیدا نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو خود اللہ کی پیداوار ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''خالق کی نافرمانی میں اطاعتِ خلق نہ کرو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''اچھائی کو قبول کر لو اور برائی کو چھوڑ دو۔'' اہلِ ذکر سے ذکر طلب کرو کہ اہلِ طلب کا مرتبہ بھی خاص ہے بشرطیکہ کسی مرشدِ کامل سے دست بیعت کر کے اُس سے تلقین طلب کی جائے کیوں کہ مرشدِ کامل کی تلقین سے حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''طلب خیر طلبِ الٰہی ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''ذکرِ خیر بھی ذکرِ اللہ ہے۔'' فرمان حق تعالیٰ ہے :- ''جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اُس کے متعلق اہلِ ذکر سے سوال کرو۔''

بیت :- ''ذکر ذاکر کو وحدتِ حق کی حضوری بخشتا ہے، ذکر سے ذاکروں کے وجود میں ایک خاص نور پیدا ہوتا ہے۔''

جان لے کہ جملہ رحمت و نعمت، جملہ لذت و لطف و کرم، جملہ رحمت و شفقت اور

جملہ گنج وخزائن اللہ اِنسان کے وجود میں پائے جاتے ہیں اور جملہ علوم ، جملہ حکمتیں ، جملہ ذکر فکر ، جملہ ذوق شوق ، جملہ مشاہدات فیض فضل اللہ ، جملہ تجلیاتِ نورِ ذات وصفات ، جملہ طبقات ومقامات کے علاوہ نورِ ایمان وتصدیق وراتق اور وصالِ قربِ حضورِ وحدانیت کے لازوال مراتب بھی اِنسان کے وجود میں پائے جاتے ہیں- کیا تو نہیں جانتا کہ اِنسان کا وجود طلسم کدہ ہے اور مندرجہ بالا چیزیں خزانۂ دل میں موجود ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ دل ایک طلسم کدہ ہے اور جب تک طلسم کدہ دل کو کھولا نہ جائے اُس کے اندر کے یہ مخفی خزانے ہاتھ نہیں آتے- دل کے اِس طلسم کدہ کو صرف مرشدِ کامل ہی کھول سکتا ہے،لہٰذا مرشدِ کامل کو چاہیے کہ کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی چابی سے طالب کے وجود سے خزائن اللہ کو کھول کر تمام لعل وجواہر دکھا دے یا پھر طلسم کدہ وجود میں نفس کے شیر و سانپ کو تصورِ اسمِ اللہ ذات کی آگ سے جلا ڈالے اور طالب کے وجود سے تمام خزائن اللہ نکال لائے-

ابیات:- (۱) ''اے عارف! نفس کو تُو ایک طلسم کدہ سمجھ، اِس طلسم کدے میں خزانہ پوشیدہ ہے-'' (۲)'' آتشِ جہد سے خونِ دل کو پانی پانی کر دے کہ خزانۂ دل محنت ہی سے ہاتھ آتا ہے-''

یا پھر طلسم کدۂ وجود سے آیاتِ قرآن یا اِسمِ اعظم کی مدد سے خزائن اللہ نکال لائے -دل کے اِن غیبی خزائن کے سلک سلوک کا تعلق وعظ ونصیحت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اُس کے فیض وفضل سے ہے لیکن یہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ چشمِ دل روشن نہ ہو اور چشمِ دل کی روشنی سے نورِ معرفت اِلَّا اللّٰهُ کے مشاہدے کا اِستغراق اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری حاصل نہ ہو، جس آدمی کو وحدانیتِ اِسمِ اللہ ذات

حاصل ہو جاتی ہے، ماہ سے ماہی تک زمین و آسمان کی ہر چیز اور عرش سے تحت الثریٰ تک کل وجز کی ہر شے اُس کی محکوم ہو جاتی ہے اور وہ جملہ طبقات کی طیر سیر کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور بحکمِ الٰہی عوام وخواص، بادشاہ و امرا اور رعایا اور تمام اہلِ دنیا اُس کے بے دام غلام بن جاتے ہیں کیونکہ مرشد اُسے وہ توفیق بخشتا ہے کہ جس سے وہ مشرق سے مغرب تک ساتوں مملکتوں پر غالب آ کر اُنہیں اپنا گھر بنالیتا ہے۔

الغرض! اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات فقیر کے ذمے یہ فریضہ ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہے اور حقیقت پر مبنی عرضیاں پیش کرتا رہے کہ ایسا فقیر نہایت باادب، پُر حیا اور صاحبِ حضور ہوتا ہے، وہ اپنی ذات کے لیے دنیا کا ایک درم بھی لینا گوارا نہیں کرتا، اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حضوری کی دائمی قوت حاصل ہوتی ہے، وہ صاحبِ اختیار، شریعت میں ہوشیار، بدعت سے بیزار، باتاثیر صاحبِ علمِ تفسیر اور اپنے نفس پر امیر ہوتا ہے، یہ مرتبہ اُس فنا فی اللہ فقیر کو حاصل ہوتا ہے جو صاحبِ ترک وتوکل ہو، صاحبِ تجرید و تفرید ہو اور محرمِ اسرارِ توحید ربانی ہو۔ اس قسم کے فقر کو اختیاری فقر کہتے ہیں اور اختیاری فقر اضطراری فقر کی خواری سے بیزار رہتا ہے۔

بیت:۔ ''مَیں ایک روشن ضمیر عارفِ کامل ہوں اس لیے بادشاہِ دنیا سے بہتر مرتبے کا مالک ہوں۔''

مردِ حقانی حضرت خاقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ '' تیس سال کی تحقیق کے بعد خاقانی کو معلوم ہوا ہے کہ معیتِ الٰہی میں گزرا ہوا ایک دم ملکِ سلیمانی سے کہیں بہتر ہے۔''

اِس کے جواب میں فقیر باھُو کہتا ہے:۔ ''بحرِ فنا فی اللہ میں غرق ہو کر اپنی ہستی کو

مٹا دے کہ جہاں رازِ وحدتِ ربانی ہے وہاں تو دم بھی نامحرم ہے۔''

جو وجود ہر وقت نورِ ربانی میں غرق رہتا ہے وہ نورِ آفتاب کی طرح کون و مکان میں ہر جگہ حاضر رہتا ہے، ظاہری طور پر بھی اور پوشیدہ طور پر بھی، اُس کی گفتگو جامع الاجسام ہوتی ہے اور اُس کی علامت یہ ہے کہ خلقِ خدا سمجھتی ہے کہ وہ اُس سے ہمکلام ہے حالانکہ باطنی طور پر وہ خالق سے ہمکلام ہوتا ہے کیونکہ وہ استغراقِ مشاہدہ نورِ حضور کی حالت میں ذکرِ مذکور[1] میں مشغول ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''(اے بندے) تُو میرا ذکر کر مَیں تیرا ذکر کروں گا۔'' اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کلام ہے اور تمام انبیا و اولیا اور ہر مرتبے کے مومن مسلمان اور کلمہ طیب پڑھنے والے تمام اہلِ اسلام کی ارواح سمجھتی ہیں کہ وہ اُن سے ہمکلام ہے۔

بیت:۔ ''مغرور لوگوں کی نظر مستی پر پڑتی ہی نہیں چاہے قینچی کی کاٹ اُن کے گریبان تک ہی پہنچ جائے۔''

اِسی طرح جملہ حاملینِ عرش و مقرب فرشتے سمجھتے ہیں کہ وہ اُن سے ہمکلام ہے۔ یہ مرتبہ اُس طالب اللہ کا ہے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ اہلِ نفس کو اہلِ زندہ دل پر اعتبار نہیں آتا اور نہ ہی اُسے اُس کی آواز اچھی لگتی ہے۔ اِسی طرح اہلِ زندہ دل کو اہلِ نفس کی آواز اچھی نہیں لگتی۔ اگر مملکتِ وجود میں دل زندہ ہو تو وہ روحِ مقدس کا وزیر ہوتا ہے کہ روحِ مقدس مملکتِ وجود کی بادشاہ ہے اور اعضائے وجود اُس کی رعیت ہیں جنہیں جمعیت و سلامتی حاصل رہتی ہے۔ اِس کے برعکس اگر مملکتِ وجود میں نفس بادشاہ ہو تو شیطان اُس کا

1:۔ ذکرِ مذکور = وہ ذکر کہ جس کا جواب خود اللہ تعالیٰ دیتا ہے، بلکہ ایسا ذکر کہ جہاں ذکر و ذاکر و مذکور ایک ہو جائیں۔

وزیر ہوتا ہے اور مملکتِ وجود بے جمعیت وخلل پذیر رہتی ہے۔ جان لے کہ اکثر علما کہہ دیتے ہیں کہ اِس دور میں لائق ارشاد و تلقین مرشدانِ واصل موصل نہیں رہے لہٰذا اُنہوں نے مسائل فقہ کو وسیلۂ مرشد بنا رکھا ہے لیکن یاد رکھ کہ مسائل فقہ سیکھ لینے سے دل نفاق و سیاہی و کدورت سے پاک نہیں ہوتا اور نہ ہی ذکرِ قلبی کے بغیر دل کو صفائی و تصدیق نصیب ہوتی ہے اور صدق و صفائی کے بغیر آدمی مومن مسلمان نہیں ہو سکتا خواہ عمر بھر مسائل علمِ فقہ پڑھ پڑھ کر یاد کرتا رہے، وہ نفس کے تابع ہی رہتا ہے اور حرص و حسد کی پریشانی میں مبتلا ہو کر وسیلہ مرشد سے مانع ومحروم رہتا ہے۔ مرشد تو تمام صحابۂ کرامؓ بھی رکھتے تھے پھر دوسرے کون ہوتے ہیں کہ مرشد سے روکیں۔ پس معلوم ہوا کہ مرشد سے وہ شخص روکتا ہے جس کے وجود میں اللہ تعالیٰ کی طلب ومحبت ومعرفت نہیں، جس کا دل مردہ ہے اور جس کے نفس نے اسے معرفتِ الٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری سے روک رکھا ہے حالانکہ تعلیم و تلقین و دست بیعت و ہدایت و ولایتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سلسلہ چار پیروں اور چودہ خانوادوں سے جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابیات:- (۱) ''اگر تمام دنیا بھی آندھی وطوفان کی زد پہ آجائے تو پھر بھی مقبولانِ حق کے چراغ نہ بجھیں گے۔'' (۲) ''جن چراغوں کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن کیا ہے اُنہیں پھونک بجھانے والا اپنی ہی داڑھی جلا بیٹھتا ہے۔''

جو شخص صاحبِ شریعت مرشد سے روکتا ہے وہ ہدایتِ الٰہی سے محروم رہتا ہے کیونکہ مرشد طالب اللہ کو ذکر اللہ کی راہ پہ چلاتا ہے اور ذکر اللہ کے بغیر اِنسان مسلمان نہیں ہوتا چاہے عمر بھر قرآن وتفسیر پڑھتا رہے یا نماز وعلمِ فقہ پڑھتا رہے کیونکہ اِبتدا سے اِنتہا تک مسلمانی کی بنیاد ذکر اللہ ہے۔ ذکرِ جہر اقرارِ زبان کے لیے ہے اور ذکرِ خفیہ تصدیق

دل کے لیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ’’ سب سے افضل ذکر کلمہ طیب ’’لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ‘‘ کا ذکر ہے ‘‘ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ’’اپنے رب کا ذکر کرو عاجزی سے اور خفیہ طریقے سے۔ ‘‘ ذاکر جب تصدیق دل کے ساتھ زبان ہلاتا ہے اور’’ اَللّٰہُ، اَللّٰہُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ‘‘ کا ذکر کرتا ہے تو ذکر پر اقرار و تصدیق کے دونوں گواہ قائم ہو جاتے ہیں۔ ذاکر جب اِس قسم کے ذکرِ قلبی میں محو ہوتا ہے تو اُس کا نفس اُس کے تابع ہو جاتا ہے اور اُس کی زبان نازیبا گفتگو کرنے سے رک جاتی ہے۔ جب تک روئے زمین پر اللہ کا نام قائم رہے گا اور اللہ کے نام کا ذکر کرنے والا کوئی ایک درویش و ذاکر فقیر بھی زندہ و موجود رہے گا تو قیامت قائم نہ ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ’’قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ روئے زمین پر ایک بھی اَللّٰہُ اَللّٰہُ کرنے والا ذاکر موجود رہے گا‘‘ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی برکت اور کلمہ طیب کے اقرار و تصدیق سے بے شک ذاکر کے صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور کراماً کاتبین اُنہیں نہیں لکھتے۔ پس معلوم ہوا کہ علمِ روایت صفائی کے لیے ہے اور ذکر اللہ ہدایت کے لیے ہے۔ علمِ روایت فتویٰ دیتا ہے کہ نفس موذی کو قتل کر دو اور دنیا و شیطان کی دوستی سے بیزار و ہوشیار رہو۔ خبردار! علم کو فضیلت اِس لیے حاصل ہے کہ علم معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، لہٰذا وسیلۂ مرشد سے معرفتِ الٰہی حاصل کرو۔ عارف کامل مرشد وسیلۂ نجات ہوتا ہے کہ وہ مردہ دلوں کو تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے زندہ کر کے غرق فنا فی اللہ کرتا ہے۔ الغرض! اِنسان کو مراتب اِنسان ہی سے حاصل ہوتے ہیں، اِنسان کا نصیب اِنسان ہی سے وابستہ ہے، اِنسان کو ہدایت اِنسان ہی سے حاصل ہوتی ہے، اِنسان کو حکمت اِنسان ہی سکھاتا ہے، اِنسان کو مرتبۂ ولایت و غنایت پر اِنسان ہی پہنچاتا ہے اور اِنسان کو

جمعیت اِنسان ہی بخشتا ہے۔ جمعیت بھی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جمعیتِ ظاہر اور دوسری جمعیتِ باطن، جمعیتِ ظاہر دو علوم سے حاصل ہوتی ہے اور وہ دونوں علوم جمعیتِ ظاہر کے دو اعلیٰ مراتب عطا کرتے ہیں۔ ایک علمِ تکسیر یعنی علمِ دعوتِ اہلِ قبور ہے کہ جس سے بحکمِ الٰہی اٹھارہ ہزار عالم اہلِ دعوت کے محکوم ہو جاتے ہیں۔ دوسرا علمِ کیمیائے اکسیر ہے جو کسی صاحبِ علمِ کیمیائے اکسیر سے بذریعہ تحقیق حاصل ہوتا ہے۔ علمِ تکسیر اہلِ قبور روحانیوں کی روحانیت سے حاصل ہوتا ہے۔ اِس علم کی بدولت دل دنیا میں غنی و لایحتاج و باجمعیت رہتا ہے چاہے بظاہر وہ مفلس و بے جمعیت و پریشان اہلِ سوال ہی نظر کیوں نہ آتا ہو۔ جمعیتِ باطن بھی دو علوم سے حاصل ہوتی ہے اور اُس کے بھی دو مراتب ہیں۔ ایک علمِ فنا فی اللہ ذات ہے جس میں تصورِ اسمِ اللہ ذات کی حاضرات سے صاحبِ تصور کے وجود میں سر سے قدم تک تجلیاتِ وحدانیتِ ذات کا نور بھر جاتا ہے، پھر وہ جدھر بھی دیکھتا ہے اُسے توحید ہی توحید نظر آتی ہے، اُس کی زبان سے جو بات بھی نکلتی ہے توحید و معرفتِ الٰہی کی ہی نکلتی ہے، وہ جو بات بھی سنتا ہے توحید و معرفتِ الٰہی کی بات ہی سنتا ہے اور وہ دنیا و نفس و شیطان کے مکر و ریا اور تقلیدِ خلق سے تارک و فارغ رہتا ہے۔ دوسرا علم فنا فی تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے جس کی تاثیر سے صاحبِ تصور کے وجود میں نورِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بھر جاتا ہے اور اُس کی چشمِ دل اُس نور سے روشن ہو جاتی ہے اور وہ دائمی طور پر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتا ہے، وہاں وہ ہر التماس و ذکر مذکور ادب سے کرتا ہے۔ اِن دونوں علوم کا ابتدائی سبق ''فنا فی الشیخ'' ہوتا ہے یعنی جونہی طالب صورتِ شیخ کو اپنے تصور میں لاتا ہے اُس پر راہِ علم و شریعت کھل جاتی ہے اور اُس کے وجود سے جہالت و بدعت نکل جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور

اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔"

بیت:۔ " جس کا مرشد نہ ہو وہ کبر و ہوا سے بھر جاتا ہے، مرشد کامل آدمی کو خدا سے ملا کر وحدتِ الٰہی میں غرق کرتا ہے۔ "

نص وحدیث وتفسیر کے مطابق دنیا میں جہاں اللہ تعالیٰ کی معرفت ومحبت کے متلاشی باعمل علما ہر وقت موجود رہتے ہیں وہاں تلقین ہدایتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے روشن ضمیر وصاحبِ تاثیر فقرائے کامل بھی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ طلب ومحبت وشوقِ الٰہی نے اصحابِ کہف کے کتے کو کتوں کی قبیل سے نکال کر کہاں مرتبۂ انسانیت پر جا پہنچایا اور بے ادبی ونافرمانی نے شیطان کو علمِ حضوری سے دُور کر کے ذلت وملامت کے خطاب " اِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ "[1] تک جا پہنچایا۔ سن! ہدایت اللہ، معرفت اللہ، ذکر اللہ " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " اور اِسمِ اللہ ہدایتِ قرآن کی مثل ہیں کہ یہ قرآن میں سے ہیں اور اُستاد بھی علمِ قرآن سکھاتا ہے، اُستاد کے بغیر شاگرد ہرگز علمِ قرآن کا محرم وشناسا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح راہبرِ باطن مرشد ہادی کے بغیر طالب ہرگز معرفتِ الٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف نہیں ہو سکتا خواہ عمر بھر تلاوتِ قرآن کرتا رہے، ورد وظائف کرتا رہے، درود شریف پڑھتا رہے، علمِ مسائل فقہ پڑھتا رہے، نوافل پڑھتا رہے، ریاضت ومجاہدہ کرتا رہے یا شب بیدار ہو کر نمازِ تہجد پڑھتا رہے۔ ایسے ظاہری اعمال سے ظاہری عزت وشرف تو حاصل ہو جاتا ہے، چشمِ ظاہر سے لوحِ محفوظ کا مطالعہ بھی نصیب ہو جاتا ہے اور عرشِ اکبر سے تحت الثریٰ تک کے تمام مراتب بھی حاصل ہو جاتے ہیں لیکن یہ سب مراتب درجات

---

[1]:۔ ترجمہ = بے شک تجھ پر قیامت تک میری لعنت ہے۔

ہیں اور صاحبِ درجات باطن میں معرفتِ توحیدِ الٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے شرف سے بے خبر و ناواقف ہی رہتا ہے۔ معرفتِ الٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کسی صاحبِ باطن مرشدِ کامل سے طلب کر کہ باطن کسی صاحبِ باطن ہی سے کھلتا ہے اور کوئی صاحبِ باطن ہی اپنی توجہ و باطنی توفیق سے یا تصورِ اسمِ اللہ ذات سے یا کلیدِ طیبات "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے باطن کھول کر دکھا سکتا ہے۔ محال ہے کہ مرشدِ کامل کے بغیر وصالِ معرفتِ الٰہی اور جمالِ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) حاصل ہو جائے، مرشدِ کامل ہی پل بھر میں اِس درجہ پر پہنچا سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ نفسِ امارہ و شیطان و دنیا سے ہوشیار رہو کہ جب یہ تینوں اِکٹھے ہو جاتے ہیں تو بندے کو سجدہ تجو کرنے، مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر ہونے اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے سے روک لیتے ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو دعویٰ تو کرتے ہیں فنا فی الشیخ ہونے کا لیکن حقیقت میں وہ منافق و مشرک درمِ دنیا کے غم و اندوہ میں مبتلا رہنے والے لوگ ہیں۔ یہ لوگ فنا فی الشیخ نہیں بلکہ طلبِ دنیا میں پریشان فنا فی الشیطان لوگ ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ اُنہیں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری حاصل ہے اور وہ فنا فی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ محمود پر فائز ہیں لیکن حقیقت میں وہ نفسِ امارہ کے غلام طلبِ دنیا کے مارے ہوئے طالبِ دنیا مردود لوگ ہیں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو دعویٰ تو کرتے ہیں غرق فنا فی اللہ بقا باللہ ہونے کا لیکن حقیقت میں وہ خود پرستی و شرک و کفر و ہوا میں غرق ہوتے ہیں، اُن کی زبان پہ اقرارِ لَآ اِلٰهَ ہوتا ہے لیکن دل میں نفس پرستی کی وجہ سے اِس آیتِ مبارکہ کا مصداق ہوتے ہیں:- "کیا تم نے اُس شخص کو دیکھا کہ جس نے

ہوائے نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔''

ابیات:- (۱) ''جب تیری دوستی شہنشاہِ ہوس سے ہوگی تو تیرا دل مردہ ہو کر خواہشاتِ نفس کا غلام بن جائے گا۔'' (۲) ''جب تیرا نفس خود پرستی و ہوا پرستی میں مبتلا ہوگا تو تیری خواہشات تیری دشمن جان بن جائیں گی۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''وہ اپنی دلی ارادت و محبت پر اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہے لیکن درحقیقت وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔'' اے بندے! اِس کفر و شرک سے باز آ۔

بیت:- ''اے باھُو! یک زبان و یک دل و یک رنگ ہو جا اور غیر حق کی ہر چیز سے دل کو پاک کر لے۔''

یہ کتاب علما، فقہا، فقرا، اہل توحید اور اہل تقلید کے لیے کسوٹی ہے۔ جو شخص پورے اخلاص کے ساتھ ہمیشہ اسے اپنے مطالعہ میں رکھے گا تو بے شک وہ مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف ہو جائے گا، اُس پر اسرارِ الٰہی منکشف ہو جائیں گے اور زمین و آسمان کی کوئی چیز بھی اُس سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہے گی کہ اس کے مطالعہ سے صاحبِ مطالعہ عارفِ حق و راہنمائے خَلق بن جاتا ہے۔ وہ نادیدہ نہیں رہتا کہ اُسے چشمِ بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ ایسے عارفِ حق سے اسرارِ ربانی پوشیدہ نہیں رہتے۔ اگر کوئی محتاج اسے پڑھے گا تو وہ لایحتاج ولی اللہ بن جائے گا، اگر کوئی مفلس اسے پڑھے گا تو صاحبِ جمعیت ہو جائے گا، اگر کوئی اہل حیرت اسے پڑھے گا تو صاحبِ حرمت ہو جائے گا، اگر کوئی مردہ دل آدمی اسے پڑھے گا تو ذکر اللہ میں محو ہو کر زندہ دل ہو جائے گا، اگر کوئی جاہل اسے پڑھے گا تو عالم بن کر صاحبِ کشف الاحوال حیّ قیوم بن جائے گا اور ماضی حال و مستقبل کی حقیقت سے باخبر رہے گا کیونکہ جب کلمہ طیب '' لَآ اِلٰـہَ

اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی ضرب دل پر لگتی ہے تو دل روشن ہو جاتا ہے اور ذاکر عارف بینا ہو جاتا ہے، اگر کوئی عالم فاضل اِسے پڑھے گا تو اہلِ جہان کے لیے فیض بخش ہو جائے گا، اگر کوئی صاحبِ عبودیت اِسے پڑھے گا تو صاحبِ ربوبیت [1] ہو جائے گا، اگر کوئی صاحبِ مجاہدہ اِسے پڑھے گا تو صاحبِ مشاہدہ ہو جائے گا، اگر کوئی صاحبِ ریاضت اِسے پڑھے گا تو صاحبِ راز ہو جائے گا، اگر کوئی صاحبِ فقہ اِسے پڑھے گا تو اُس کا نفس فنا ہو جائے گا اور وہ " اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ " [2] کے مرتبے کا فقیر ہو جائے گا۔ اگر کوئی صاحبِ حدیث (محدث) اِسے پڑھے گا تو فنا فی ربِ جلیس ہو جائے گا اور خطراتِ ابلیس سے محفوظ رہے گا، اگر کوئی ناقص اِسے پڑھے گا تو کامل ہو جائے گا، اگر کوئی کامل اِسے پڑھے گا تو مکمل ہو جائے گا، اگر کوئی مکمل اِسے پڑھے گا تو اکمل ہو جائے گا، اگر کوئی اکمل اِسے پڑھے گا تو سُلطان الفقر ہو جائے گا، اگر کوئی بادشاہ اِسے پڑھے گا تو اُسے وزیر رکھنے کی حاجت نہیں رہے گی کہ جملہ دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی امور کی خبریں اُسے مؤکلات دے دیا کریں گے، اگر کوئی طالبِ کیمیا اِسے پڑھے گا تو اُسے علمِ کیمیا حاصل ہو جائے گا، جس نے اِس کتاب کی اِبتدا و انتہا کو پا لیا اُسے ظاہری مرشد سے دست بیعت کرنے کی حاجت نہیں رہے گی، اگر کوئی رجعت خوردہ آدمی اِسے پڑھے گا تو رجعت سے خلاصی پا جائے گا، اگر کوئی بیمار اِسے پڑھے گا تو اُسے شفا مل جائے گی، اگر کوئی غافل اِسے پڑھے گا

---

[1]:- جب تک اِنسان بشریت کے لباس میں عالمِ خلق کا باسی رہتا ہے، صاحبِ عبودیت ہوتا ہے لیکن جب مرشدِ کامل کی نگرانی میں تصورِ اسمِ اللہ ذات میں غرق ہو کر جیتے جی مر جاتا ہے اور بشریت کو فنا کر کے غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور عالمِ خلق سے نکل کر عالمِ امر یعنی عالمِ لاھوت میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ صاحبِ ربوبیت کہلاتا ہے۔ [2]:- ترجمہ = جب فقر کامل ہوتا ہے تو وہ اللہ ہی ہوتا ہے۔

تو ہوشیار ہو جائے گا اور اگر کوئی محجوب اسے پڑھے گا تو محبوب ہو جائے گا۔ یہ کتاب ایسا فیض بخش روشن آئینہ ہے کہ ہر دو جہان کی نعمتیں اس میں سے دکھائی دیتی ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ تمام مراتب اس لیے حاصل ہوتے ہیں کہ یہ تمام مراتب اس کتاب میں موجود تصورِ اسمِ اللہ ذات و تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تصورِ کلمہ طیبات "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے حاصل ہوتے ہیں۔ ننانوے اسمائے باری تعالیٰ میں سے اسمِ اعظم کی تلاش ایک امتحان ہے کہ ان میں سے جس نام کا بھی تصور کیا جائے اُس میں سے نور کی ایک ایسی تجلی نمودار ہوتی ہے جو شعلۂ آتش یا برق یا آفتاب کی طرح نہایت ہی روشن ہوتی ہے، اُس کی روشنی میں دونوں جہان صاحبِ تصور کو اُس کی پشتِ ناخن پر دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح آیاتِ قرآن کو بھی اگر خاص ترتیب اور درست خاصیت کے ساتھ پڑھا جائے تو تمام مطلوبہ درجات حاصل ہو جاتے ہیں اور ماضی حال و مستقبل کے احوال بھی آشکارا ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ طریق باطن ہے جس میں راہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی تحقیق ہوتی ہے۔ جو شخص اس میں شک کرے وہ منافق و حاسد و مردود و کافر و زندیق ہے۔ جان لے کہ نعمتِ ازل کیا چیز ہے؟ نعمتِ ازل "قَالُوْا بَلٰی" کا قول و اقرار ہے۔ نعمتِ دنیا کیا ہے؟ نعمتِ دنیا کھانا پینا اور اُس سے قرار پکڑنا ہے۔ نعمتِ ابد کیا ہے؟ آنے جانے کا اعتبار ہے۔ نعمتِ عقبیٰ کیا ہے؟ ترکِ گناہ اور استغفار ہے۔ نعمتِ معرفتِ مولیٰ کیا ہے؟ خود سے فانی ہو کر باقی باللہ ہونا اور اللہ کی راہ میں جان فدا کرنا ہے۔

بیت:۔ "مَیں کباب نہیں کہ جلوں تو رو دوں، مَیں تو کاغذ ہوں کہ جلتا ہوں تو ہنس دیتا ہوں۔"

جب یہ پانچ نعمتیں آدمی کو میسر آجاتی ہیں تو وہ عارف باللہ ہو کر لائق دیدارِ پروردگار ہو جاتا ہے، پھر وہ ہمیشہ شریعت میں ہوشیار اور کفر و بدعت سے بیزار رہتا ہے کہ اہلِ بدعت اُس کی نظر میں خوار ہوتے ہیں۔

ابیات:- (۱) ''خلوت میں دل کو وہ زندگی نصیب ہوتی ہے کہ جسم اِس جہان میں رہتا ہے اور جان لامکان میں۔'' (۲) ''بدکلامی و کفر میں مبتلا ہو کر تُو اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیوں کرتا ہے؟'' (۳) ''جب اللہ کو تیرا خاموشی سے ذکر اللہ میں غرق رہنا پسند ہے تو تُو اپنا دل کمینی دنیا سے کیوں لگاتا ہے۔'' (۴) ''تُو ہر وقت اپنی زبان کو ذکرِ پاک سے تر رکھ، اگر حاسد لوگ اِس سے جلتے ہیں تو تُو اُن کی پرواہ مت کر۔''

اگر تُو کلمہ طیب '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کو ترتیب سے پڑھے گا تو تیری نظر میں وہ برکت آجائے گی کہ اگر تُو پتھر یا دیوار یا خاک پر بھی نظر ڈالے گا تو وہ سونا چاندی بن جائیں گے۔

بیت:- ''جہاں نظر سے سونا بنایا جا سکتا ہو وہاں پارہ مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسی حالت میں میرے لیے نمدے کا معمولی لباس اطلس و حریر کے قیمتی لباس سے بہتر ہے۔''

کہ وہ ظاہر باطن میں سلک سلوکِ فقر کو جانتا پہچانتا ہے۔ یہ کتاب صاحبِ ابتدا و صاحبِ انتہا کے لیے کامل راہنما ہے، اگر کوئی عالم فاضل صاحبِ تفسیر اسے پڑھے گا تو اُسے چار علوم حاصل ہو جائیں گے، ایک علمِ کیمیائے اکسیر، دوسرا علمِ دعوتِ تکسیر، تیسرا علمِ ذکر اللہ روشن ضمیر اور چوتھا علمِ استغراق با تاثیر صاحبِ نظیر بر نفس امیر - یہ کتاب صاحبِ صدق مریدوں، صاحبِ تصدیق طالبوں، صاحبِ تحقیق عارفوں، بحق رفیق واصلوں،

باتوفیق عالموں اور دریائے وحدانیت میں غرق فنا فی اللہ فقیروں کے لیے ایک کسوٹی ہے۔ جس نے اِس کتاب سے اِسمِ اعظم و گنجِ بے رنج نہ پایا تو اُس کے سوال کا وبال اُسی کی گردن پر ہوگا۔ دین و دنیا کا ایسا عظیم و کامل تصرف کسی اور جگہ سے کسی نے نہیں پایا، اس کی خاطر تو لوگ جان بلب ہو کر مرتے مر گئے لیکن اس تصرفِ عوام کو حاصل نہ کر سکے حالانکہ یہ ایک عوامی تصرف ہے۔ جس کے پاس کامل عقل و شعور اور دانائی ہے اُس کے لیے اِطلاع ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت میں منظور ہے اور اس کے ہر ہر حرف سے مشاہدہ حضوریٔ حق نصیب ہوتا ہے اور اس کی ہر ہر سطر میں تجلیاتِ نورِ ذاتِ حق کے اسرار پوشیدہ ہیں جو اِسمِ اللہ ذات و نص و حدیث و آیاتِ قرآنی اور شریعتِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے کھلتے ہیں۔ اس کتاب کو پڑھنے والا باطل کی اندھیر نگری سے نکل کر نورِ حق میں آجاتا ہے اور غرق فنا فی اللہ ہو کر عین بعین نورِ ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ الغرض! ناقص مرشد طالب کو اعمالِ ظاہری کی ریاضت و طاعت و نوافل میں مشغول کرتا ہے حالانکہ ظاہری عبادت و ریاضت شب و روز کی ایک جنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کے کافر باطنی دشمنوں یعنی نفس و شیطان سے لڑی جاتی ہے۔ جس وقت آدمی ظاہری عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتا ہے تو نفس و شیطان اُس پر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تجھے راہِ باطن میں وسوسہ و خطرات و حُبِ دنیا اور طمع و حرص و حسد و نفاق و کبر و ہوا میں اُلجھا کر خراب کریں گے۔

ابیات:- (۱) ''تیرے ایمان کا چور نفس ہے جو تیری جان کے اندر چھپا بیٹھا ہے، تیرے پاس اُس طاقتور دشمن کا کیا علاج ہے؟'' (۲) ''اُس کافر نفس سے تُو ذکر کی تلوار اور فکر کے تیروں سے جنگ کر اور ذکر و فکر کی دو دھاری تلوار سے اُس کا سر اُڑا دے۔''

(۳) ''شیطان بھی چھپ کے تیری راہزنی کرتا ہے، وہ غیبی دشمن کسی کو چین سے نہیں رہنے دیتا۔'' (۴) ''ہر ایک دشمن سے بچنے کا بس یہی ایک علاج ہے کہ تُو غرق فنا فی اللہ ہو کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جا۔'' (۵) ''شہسوار عارفوں کو جب بارگاہِ الٰہی سے یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو یہ سب دشمن دوست بن جاتے ہیں۔'' مصنف کہتا ہے کہ نہیں مَیں غلط نہیں کہتا کہ اِس قسم کی آسان جنگ لڑنا مخنث و نامرد لوگوں کا کام ہے، اللہ تعالیٰ کے مرد غازی بندے تو نفس و شیطان سے اتنی شدید جنگ لڑتے ہیں کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار کے ایک ہی وار سے نفس کو قتل کر کے شیطان کو دُور بھگا دیتے ہیں اور روح کو غرق توحیدِ فنا فی اللہ بقا باللہ کر کے لامکان میں پہنچا دیتے ہیں جہاں نفس نور بن جاتا ہے۔ شیطان کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ لامکان میں پہنچ کر غرق فی التوحید ہو سکے۔ جو شخص ابتدا ہی میں یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار کے ایک ہی وار سے اغیارِ حق کا سر اُڑا کر ہر روز کی لڑائی سے جان چھڑا لیتا ہے۔ یہ کام استقامت کا ہے اور استقامت بہتر ہے کرامت و مقامات [1] سے کہ صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات کو ایسا لازوال استغراق حاصل ہوتا ہے کہ اُس کا ظاہری جسم تو اِس جہان میں عوام سے ہم کلام ہوتا ہے لیکن باطنی جسم اُس جہان میں معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق ہوتا ہے۔ طالب اللہ کو یہ عطا اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اُس کے فیض و فضل کی بنا پر مرشدِ کامل کی بارگاہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ توفیق بخش دیتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''مجھے تو یہ توفیق اللہ نے بخشی ہے۔'' ایسے عارف باللہ فقیر کو معرفتِ الٰہی کا صاحبِ تحصیل و فیض بخش عالم فاضل کہتے ہیں۔ اللہ

[1] :۔ مقامات = راہِ سلوک میں طالب کو پیش آنے والے مقامات و درجات مثلاً غوث، قطب، ابدال وغیرہ۔

تعالیٰ کا یہ فرمان بھی توفیقِ فیضِ فضل اللہ کی ایک عطا ہے :- ''اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو صاحبِ تقویٰ ہو-'' اِن مراتب کو مجموعۃ الحسنات کہتے ہیں اور اہل مجموعۃ الحسنات ابرار لوگ ہوتے ہیں جو غرق فنا فی اللہ فقرائے مقربین کے مراتب کو نہیں پہنچ سکتے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''ابرار لوگوں کی نیکیاں مقربین کے نزدیک گناہوں کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں- '' جان لے کہ علمِ فقہ ونص وحدیث کے عالم فاضل وصاحبِ تفسیر کا مرتبہ اور ہے اور صاحبِ وِردو وظائف وصاحبِ ذکر فکر باتاثیر کا مرتبہ اور ہے- ایک تفکر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے -ایک تفکر اللہ تعالیٰ کے احسان میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں حیا پیدا ہوتی ہے- ایک تفکر اللہ تعالیٰ کے وعدہ و وعید میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے-ایک تفکر اللہ تعالیٰ کی معرفت میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں نورِ توحید پیدا ہوتا ہے-ایک تفکر علمِ قرآن میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں اعمالِ صالحہ کا شوق پیدا ہوتا ہے-ایک تفکر معاملات دنیا میں کیا جاتا ہے، اُس سے دل میں سیاہی اور شیطانی منصوبہ بندی پیدا ہوتی ہے- جہان بھر میں دنیا اور اہل دنیا سے بدتر چیز اور کوئی نہیں ہے- عجیب احمق لوگ ہیں وہ جو اِس بدتر چیز کو اللہ کے نام پر، دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر اور فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ترجیح دیتے ہیں -مومن مسلمان وہ ہے جو(۱) ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر اور ہر قدرت پر غالب ماننے کا فرض ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر اور غالب ماننا فرضِ عین ہے اور یہ تمام فرائض سے عظیم تر فرض ہے- (۲) اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار لٹا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم سنت ادا کرتا ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے بزرگ ترین سنت ہے- اِس فرض وسنت پر عمل درآمد صرف اہل

اللہ ہی کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ”اللہ تعالیٰ کو گنہگاروں کی آہ وزاری کرّ و بیین کی تسبیح سے زیادہ پسند ہے۔“ جو شخص دنیا میں مست مردہ دل لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لیتا ہے اُس کا دل پاک وصاف ہو جاتا ہے اور نفس مر جاتا ہے۔ اُس کے نفس کا مرنا اور قتل ہونا سے سکون و قرار بخشتا ہے کہ اُسے شرک و کفر و کبر و خصائل بد سے نجات مل جاتی ہے، گویا کہ نفس کے مرنے اور اعمالِ صالحہ سے اُسے تزکیہ حاصل ہو جاتا ہے اور وہ لذاتِ دنیا اور اہلِ دنیا کے میل جول سے تائب ہو جاتا ہے، مصفا قلوب اور مقدس ارواح سے اُنس رکھتا ہے اور عبادت و معرفتِ الٰہی میں محو ہو کر نفس مطمئنہ حاصل کر لیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ”دنیا ایک کمان ہے اور حادثاتِ دنیا اُس کے تیر ہیں، پس تم اللہ کی طرف دوڑو تا کہ لوگوں سے تمہیں نجات مل جائے۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ”دنیا ایک حوض ہے، انسان مچھلی ہے، بیماری جال ہے اور موت شکاری ہے ۔“ اے عزیز! ہوشیار ہو جا اور اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کو مدِ نظر رکھ کہ :- ”ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ “ آخر تیرے اعمال ہی تیرے کام آئیں گے کہ صرف اعمالِ صالحہ ہی تیرے رفیق و یار ثابت ہوں گے، یہی وہ توفیق ہے جو بارگاہِ حق میں تیری رفیق ہوگی۔ سوائے اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب ” لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ “ کے جو چیز بھی دنیا میں تجھے لذیذ و شیریں معلوم ہوتی ہے، جان کنی کے وقت وہ تجھے کڑوی و تلخ معلوم ہوگی ۔حدیثِ قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ”دنیا میں یوں رہو کہ گویا تم ایک بے کس مسافر ہو اور خود کو اہلِ قبور میں سے سمجھو۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ”خوفِ خدا میں آنکھوں کا نم آلود نہ ہونا شقاوتِ قلبی کی نشانی ہے، شقاوتِ قلبی حرام کھانے سے ہوتی ہے، حرام خوری کثرتِ گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے، گناہوں میں زیادتی

طویل اُمیدیں باندھنے سے ہوتی ہے، طویل اُمیدیں موت کو بھلا دینے سے بندھتی ہیں، موت کا بھولنا حُبِّ دنیا کی وجہ سے ہے، حُبِّ دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے اور ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''موت اور جدائی تو بہت قریب ہے لیکن ملاقات نصیبوں سے ہوتی ہے۔'' جان لے کہ جس شخص کی زبان قرآن و حدیث کے بیان سے قاصر و مردہ ہو جائے، جس کا دل نفاق وحُبِّ دنیا کی وجہ سے مردہ ہو جائے، جس کی روح غلبۂ نفس کی وجہ سے مر جائے اور جس کا سِرّ حجاباتِ خناس وخرطوم کی وجہ سے مر جائے وہ اگرچہ بظاہر زندہ ہی دکھائی دیتا ہو لیکن حقیقت میں وہ مردہ ہے جو کتے کی طرح درجاتِ دنیائے مردار کی طلب میں سرگرداں رہتا ہے۔ اس کے برعکس جس شخص کی زبان قرآن وحدیث وتفسیر سے زندہ ہو جائے، جس کا دل ذکر اللہ سے روشن اور زندہ ہو جائے، جس کی روح زندہ ہو کر نفس پر غالب آ جائے اور جس کا سِرّ استغراقِ مشاہدۂ پروردگار سے زندہ ہو جائے وہی شخص حقیقت میں زندہ ہے۔ جسے ایسی زندگی نصیب ہو جائے اُس کا مرنے سے کیا تعلق؟

ابیات:۔ (۱)''اُس دن کو یاد رکھ کہ جس دن جان تن سے جدا ہو جائے گی اور خدا کے سوا تیری فریاد سننے والا کوئی نہیں ہوگا۔ ''(۲)''اے باھُو! اہل زندہ دل ہرگز نہیں مرتے، میرے لئے تو موت وصلِ خدا کی راہنما ہے۔''(۳)'' میں تو بڑا خطا کار تھا لیکن بے حد خوش ہوں کہ یار نے مجھے ملاقات کے لئے طلب کر لیا ہے۔ ''

جوابِ مصنف:۔ (۱) '' میں نے تو مرنے سے پہلے ہی حق کو پا لیا تھا کہ شوقِ حق ہی میرا رفیق بن گیا تھا۔ '' (۲)'' جسے بارگاہِ حق سے زندگی ملی وہ عارفِ خدا بن گیا اور جو نفس وہوا کی قید میں آیا وہ مردہ ومردُود ہو گیا۔''(۳)''جب نور نور میں مل کر نورِ ذات

ہوگیا اور ذات ذات میں ڈھل گئی تو حیاتِ جاوداں نصیب ہوگئی۔ "(۴)" قبر میرا خلوت خانہ ہے جہاں مَیں سر بسر نورِ توحید میں غرق رہتا ہوں۔" (۵) "اندھا آدمی اسرارِ الٰہی کو کیسے دیکھ سکتا ہے؟ اگر تیرے پاس چشمِ بصیرت ہے تو آ اور اہلِ یقین ہو جا۔" (۶) "دنیا ایک ساعت بلکہ ایک دم ہے اور دم وہی بہتر ہے جو طاعتِ الٰہی میں گزرے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- " دنیا ایک ساعت ہے جس میں ہم پر طاعت فرض ہے۔"

بیت:-" جو چیز یادِ الٰہی سے روک دے وہ دنیائے زشت ہے اور جو چیز واصل بحق کر دے وہ مزرعہ بہشت ہے۔"

جان لے کہ آخرت کی کھیتی دنیا کی وہ زندگی ہے جو عبادتِ الٰہی میں گزرے اور وہ زندہ دم ہے جو ذکرِ الٰہی میں گزرے۔ دنیا میں آخرت کی کھیتی یہ سونا چاندی اور درمِ دنیا نہیں کہ یہ تو فرعون کا فخر ہے، متاعِ شیطان ہے اور صنم کدے کا بت ہے۔ کسی اہلِ ریاضت کا قول ہے :- "دنیا شیطانی شراب ہے، جو اس سے مدہوش ہوا وہ کبھی ہوش میں نہیں آیا۔ قانع آدمی غنی ہوتا ہے خواہ اُس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ ہو اور حریص آدمی مفلس ہوتا ہے خواہ ساری دنیا ہی اس کی ملکیت ہو۔" مصنف کہتا ہے کہ کامل فقیر وہ ہے جو سب سے پہلے ساری دنیا کو اپنے قبضہ وتصرف میں لے آئے تاکہ اُس کا دل غنی ہو جائے اور اس کے دل میں دنیا کی کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ چنانچہ دنیا کو اپنے قبضہ میں لے لے اور پھر اُسے ترک کر دے۔ دنیا کا گلہ کرنے والا فقیر دو حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا (۱) یا تو وہ طالبِ دنیا ہوتا ہے لیکن دنیا اُس کے گھر نہیں آتی اس لئے وہ دنیا سے ناراض ہو کر اُس کا گلہ کرتا ہے ۔ (۲) یا وہ طالبِ اللہ اور مقربِ حق ہوتا ہے جو ہر وقت پاکیزگی و بندگی

اختیار کیے رکھتا ہے، دنیا سے اُسے بدبو آتی ہے کہ دنیا اُسے نجس و پلید و گندی و مردار و بری نظر آتی ہے اس لئے وہ اُس کا گلہ کرتا ہے۔

بیت :- ''دنیا تو مردانِ خدا کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہے لیکن اہل دنیا طالبِ شیطان و ہوا بن کے رہ جاتے ہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''اگر فقرأ نہ ہوتے تو اغنیأ ہلاک ہوجاتے۔'' اہل دنیا کے لئے فقیر کے آگے اِلتجا و التماس کرنا لازم ہے لیکن فقیر کے لئے اہل دنیا کے آگے اِلتجا و التماس کرنا گناہ ہے البتہ رضائے اِلٰہی کی خاطر فقیر کا اہل دنیا سے اِلتجا و التماس کرنا روا ہے۔ جو فقیر دن رات اہل دنیا کی صحبت میں رہتا ہے اور اُنہی کے ساتھ کھاتا پیتا ہے وہ اہل دنیا سے بدتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''ظالم امرأ اور اہل بدعت حکمرانوں کا کھانا مت کھایا کرو کہ اُن کا کھانا مساکین کے خون میں گندھا ہوا ہوتا ہے۔'' پہلے لقمہ حلال تلاش کر اس کے بعد فقر اور معرفتِ اِلٰہی کے میدان میں قدم رکھ کہ جب تک نفس کو فقر و فاقہ کی لذت لذاتِ دنیا سے زیادہ اچھی نہیں لگتی اُس پر معرفتِ اِلٰہی کی راہ نہیں کھلتی۔ فقیر اپنی غذا میں اتنی احتیاط کرتا ہے کہ جب تک ظاہر باطن میں اللہ تعالیٰ کے تمام غیبی خزانوں پر مکمل اختیار حاصل نہیں کر لیتا وہ اپنی ذات کے لئے دنیا کے مال و دولت سے ایک پیسہ لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ اے ناقص و خام! یہ مرتبہ ہے اُن عارفوں کا جو وقت کے مالک ہوتے ہیں۔

بیت:- ''اگر تُو اپنے نفس کو فنا نہیں کرے گا تو لامکان میں کیسے پہنچے گا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''فاقہ کی رات فقیر کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے۔''

بیت :- ''معراج اُس وقت کامل ہوتا ہے جب معدہ طعام سے خالی ہو۔''

مصنف کہتا ہے کہ مرشدِ کامل کا کھانا مجاہدہ اور سونا مشاہدہ ہوتا ہے، وہ ایک ہی دم میں ہزاراں ہزار مقامات وتجلیاتِ ذات کا علیحدہ علیحدہ مشاہدہ کرتا ہے۔ مرشدِ کامل مکمل اور طالبِ کامل کی اِبتدا تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے معرفتِ اِلٰہی کا وصال ہے، اس کی اوسط تماشائے احوال ہے اور اُس کی اِنتہا لازوال ہے بشرطیکہ وہ اس فرمانِ اِلٰہی پر کاربند رہے کہ :- ''ظالموں سے میل جول مت رکھو ورنہ اُن کے ظلم کی آگ تمہیں بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔'' یہ مرتبہ بھی ولایتِ دل کے مالک اُس فقیر کا ہے جو مرنے سے پہلے مر چکا ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' موت ایک غنیمت ہے، معصیت ایک مصیبت ہے، فقر ایک راحت ہے اور دولتمندی ایک عذاب ہے۔ ''

بیت :- ''اے باھُو! موت میرے لئے ایک بہت ہی پیارا پیامِ شادمانی ہے کہ اُس سے کامل وصالِ یار نصیب ہوتا ہے۔''

جان لے کہ دل گھر کی مثل ہے، ایک نوری گھر جو نگاہِ اِلٰہی میں ہمیشہ منظور رہتا ہے، دل کے اِس گھر میں نورِ معرفت کے سات خزانے بھرے ہوئے ہیں، ایک خزانہ ایمان ہے، دوسرا خزانہ علم ہے، تیسرا خزانہ تصدیق ہے، چوتھا خزانہ توفیق ہے، پانچواں خزانہ محبت ہے، چھٹا خزانہ فقر ہے، اور ساتواں خزانہ معرفتِ توحیدِ اِلٰہی ہے - اِن خزائن کی حفاظت کے لئے خانۂ دل کے اِردگرد سات قلعے بنے ہوئے ہیں جن میں نورِ اِلٰہی کے ستر ہزار لشکر تعینات ہیں جو ہر امر پر غالب ہیں، اطرافِ دل کے اِن سات قلعوں کو اگر سات دن آراستہ رکھا جائے تو زندگی و موت کی ہر حالت میں لشکرِ خطراتِ شیطانی، وہماتِ ہوائے نفسانی اور حادثاتِ وسوسۂ دنیائے پریشانی سے نجات مل جاتی ہے اور بندہ

دنیا و آخرت میں اللہ کی امان میں آجاتا ہے۔ یہ مراتب ہیں اہلِ مشاہدہ و اہلِ حضور عارف باللہ فنافی اللہ فقیر کے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قلعے سات تصور ہیں جنہیں ایک ہفتے تک کیا جاتا ہے۔ پہلا قلعہ تصورِ اسمِ "اَللّٰہُ" ہے، دوسرا قلعہ تصورِ اسمِ "لِلّٰہِ" ہے، تیسرا قلعہ تصورِ اسمِ "لَہٗ" ہے، چوتھا قلعہ تصورِ اسمِ "ھُوْ" ہے، پانچواں قلعہ تصورِ اسمِ "مُحَمَّدٌ" ہے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے، چھٹا قلعہ تصورِ کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے اور ساتواں قلعہ تصورِ اسمِ "فَقْر" ہے۔ ذاکرِ قلبی وہ ہے جو ان سات قلعوں کے حصار میں واقع ولایتِ قلب میں داخل ہو کر اُس میں موجود سات خزائنِ الٰہی کو بلا رنج وریاضت اپنے قصبہ وتصرف میں لے آئے۔ ایسے ذاکرِ قلبی کو "صاحبِ ولایتِ قلب" کہا جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "ایمان کا مقام خوف اور اُمید کے درمیان ہے۔" پس مقامات تین ہیں، (۱) "مقامِ خوفِ نفس:۔ جو آدمی اِس مقام میں آجاتا ہے وہ گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے اور ہر وقت "رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا" (اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) کا ورد کرتا رہتا ہے۔ (۲) مقامِ رجا:۔ جو شخص اِس مقام میں آجاتا ہے وہ طاعت و بندگی اختیار کر لیتا ہے جس سے اُس کی روح حلاوت پاتی ہے کہ یہ مقام روزِ ازل سے روح کا ہے۔ (۳) مقامِ قلب:۔ یہ مقام نفس اور روح کے درمیان ہے۔ جب کوئی شخص مقامِ قلب کی طرف متوجہ ہو کر اُس میں غرق ہوتا ہے تو اُس کا قالب قلب بن جاتا ہے اور اُس کے ہفت اندام نور میں ملبوس ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے خوف و رجا کے دونوں مقامات ہر وقت اُس کی نظر کے سامنے رہتے ہیں اور وہ اولیاء اللہ کے اُس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "خبردار! بے شک اولیائے "اَللّٰہُ" پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔" ولی اللہ اُسے کہتے ہیں جو

سر سے پاؤں تک رحمتِ الٰہی میں لپٹا ہوا ہو۔ یہ چار چیزیں اساسِ ایمان و رحمت ہیں:۔ (۱) ایمان (۲) صدق (۳) تصدیق یقین اور (۴) ذکرِ اللہ " لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰـهِ "۔ جس اہلِ ایمان کو یہ چار چیزیں نصیب ہو جائیں اُس کی عاقبت سنور جاتی ہے اور اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔

بیت:۔ " جو شخص دنیا سے ایمان سلامت لے گیا وہ سینکڑوں خزانے سمیٹ لے گیا اور جو بغیر ایمان کے گیا وہ مفلسی کی موت مرا۔"

جان لے! سلک سلوک کیا ہے؟ مجاہدہ و مشاہدہ کسے کہتے ہیں؟ ریاضت راز کسے کہتے ہیں؟ قرب، وصال، محبت، طلب، جمعیت اور معرفتِ فنا فی اللہ بقا باللہ کیا چیز ہے؟ نورِ حضوری کی یہ وہ راہ ہے کہ جس سے فقر کا جملہ فیض و نعمت و عظمت و عزت و دیدارِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کھلتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کے کل و جز کا تمام علم ایک ہی بار حاصل ہو جاتا ہے اور طالب کا ہر مطلب پورا ہو جاتا ہے، وہ جب چاہتا ہے نورِ وحدانیت میں غرق ہو جاتا ہے اور جب چاہتا ہے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو جاتا ہے اور دیدارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرف ہو کر اُن پر جان نثار کرتا ہے۔ یہ راہ اولیا یا انبیا یا شہدا کی قبور سے کھلتی ہے کہ طالب جب ایسے اہلِ قبور کی ارواح سے ملاقات کرتا ہے تو اُسے ظاہر باطن میں جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مندرجہ بالا مراتب یعنی نورِ معرفتِ وحدانیت کا استغراق، مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور ہر ایک اہلِ قبر روحانی سے ملاقات و مصافحہ کے جملہ مراتب مرشدِ کامل تصورِ اسمِ اللہ ذات، تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، تصورِ کلمہ طیبات " لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَمَّدٌ رَّسُـوْلُ اللّٰـهِ "، تصورِ ننانوے اسمائے باری تعالیٰ، تصورِ اسمِ اعظم اور تصورِ آیاتِ مشاہداتِ تجلیات کی حاضرات

سے ایک دم اور ایک ہی قدم پر عطا کر دیتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیغمبروں سے بلند تر مرتبہ اور کسی کو نہیں ملا لیکن وہ بھی فقر کے آرزومند و محتاج رہے اور اللہ تعالیٰ سے مرتبۂ فقر طلب کرتے رہے بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جو خلاصۂ موجودات ہیں فقر کے آرزومند و طلبگار رہے۔ وہ مرشد ناقص و ناتمام ہے جو ابھی مرتبۂ فقر تک نہیں پہنچا، اگرچہ وہ ریاضت کرتا ہے لیکن رازِ فقر سے بے خبر ہے، اگرچہ مجاہدہ کرتا ہے لیکن مشاہدہ سے بے خبر ہے، اگرچہ علمِ دعوت پڑھتا ہے لیکن حیاتِ فقر سے بے خبر ہے، اگرچہ ہر وقت حالتِ کشف میں رہتا ہے لیکن کشافِ فقر سے بے خبر ہے، اگرچہ صاحبِ کرامات ہے لیکن کرمِ فقر سے بے خبر ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ مرتبۂ فقر حاصل کرنا بہت مشکل و محال ہے کیوں کہ مراتبِ فقر مراتبِ قرب و وصال سے بہت آگے ہیں۔ مرتبۂ فقر غرق فنافی اللہ ہو کر نور فی النور ہونا ہے، فقر ہمیشہ نگاہِ الٰہی میں منظور اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دائم حضور ہوتا ہے۔ مراتبِ فقر تک وہ آدمی پہنچتا ہے جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دست بیعت فرما کر تعلیم و تلقین اور ارشاد و ہدایت سے نوازتے ہیں۔ مرتبۂ فقر حاصل کرنا آسان کام نہیں ہے کہ فقر میں معرفتِ عظیم اور اسرارِ پروردگار کا مشاہدہ پایا جاتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو ہوتے تو ہیں رسوائی کے مقامِ فضیحت پر لیکن دعویٰ کرتے ہیں فقر کے مقامِ فیض و نصیحت کا۔ جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں یعنی ''ف، ق، ر''۔ حرف ''ف'' سے فنائے نفس، حرف ''ق'' سے قوتِ روح اور حرف ''ر'' سے رحیم دل۔ یا حرف ''ف'' سے فخر، حرف ''ق'' سے قرب اور حرف ''ر'' سے رحمت۔ جو شخص اِس عظیم فقر کو اختیار کرتا ہے اور پھر اُسے چھوڑ کر قربِ دنیا کی طرف رجوع کرتا ہے وہ نالائق بدبخت ہے، اُس کے لیے ''ف'' سے فضیحت۔ ''ق'' سے قہرِ خدا اور ''ر'' سے رد ہے۔ جان لے

کہ فقر میں ثابت قدم وہ شخص رہتا ہے جس کی نظر میں غیبی خزائن اللہ کی قدر و قیمت بادشاہِ دنیا کے خزانوں سے کہیں بڑھ کر ہو۔ ایسا شخص باطن میں صاحبِ معرفت و وصال ہوتا ہے لیکن ظاہر میں اہلِ دنیا سے مالِ دنیا کی خاطر سوال کرتا دکھائی دیتا ہے۔ یہ مراتب ہیں فقیر کے کہ وہ بظاہر مفلس بنا رہتا ہے لیکن بباطن انتہائی غنی ہوتا ہے اور ہمیشہ مجلسِ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''باھُو فقر کو ایک ہی نگاہ میں اِس طرح پرکھ لیتا ہے جس طرح کہ زرگر سونے کو پرکھتا ہے۔'' (۲) ''یہ گداگر لوگ راہِ فقر کو کیا جانیں کہ یہ تو ہوائے نفس کے اسیر دنیادار لوگ ہیں۔''

ہاں یہ درست ہے کہ فقیر ہمیشہ راہِ راست پر رہتا ہے اگرچہ خَلق کی نگاہ میں اُس کی راہ گناہ کی راہ ہی کیوں نہ دکھائی دے جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں کشتی کو پھاڑنا یا شکستہ دیوار کو بنانا یا بچے کو قتل کرنا نظر آتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ عوام کی نظر میں اہل اللہ و واصل بخدا ہوتے ہیں لیکن باطن میں وہ اہلِ نفس و ہوا اللہ سے بہت دُور ہوتے ہیں۔

بیت:- ''سیاہ کاروں سے توبہ کی اُمید رکھنا ایک اور جرم ہے کہ دھوبی اپنا لباس کبھی اچھا نہیں دھوتا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''احمق ہے وہ شخص جو پیروی تو کرتا ہے ہوائے نفس کی اور توقع رکھتا ہے اللہ سے مغفرت کی۔'' ہاں یہ تو درست ہے کہ آدمی کے لیے بہت زیادہ علم حاصل کرنا فرضِ عین نہیں ہے سوائے علمِ فرض و واجب وسنت و مستحب کے لیکن اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے اجتناب کرنا اور حرص وحسد و کبر و طمع سے خود کو

پاک رکھنا فرضِ عین ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو بظاہر عالم فاضل اور پاکیزگی سے آراستہ ہوتے ہیں اور عوام کو وعظ و نصیحت کرتے رہتے ہیں لیکن بباطن اپنے نفس کے فتنوں سے رسوا اور رازِ معرفتِ الٰہی سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ سب لوگ فتنۂ نفس میں مبتلا اور طلبِ دنیا میں گرفتار ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''کیا تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو لیکن خود کو بھول جاتے ہو؟'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''وہ اپنے باغ میں گیا اور اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''جس نے ہوائے نفس پر قابو پایا بے شک جنت ہی اُس کا ٹھکانہ ہے۔'' نفس امارہ کا تعلق دنیا سے اِس طرح ہے جس طرح کہ دم کا تعلق جان سے ہے اور اِن دونوں کے درمیان شیطان کا کردار اِس طرح ہے جس طرح کہ وجود کے اندر دل کا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''دنیا ایک خواب ہے جس میں عیش و عشرت احتلام ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''دنیا ایمان کو اِس طرح کھا جاتی ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے:۔ ''دنیا زائل ہونے والا سایہ ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اے اولادِ آدم شیطان کی پیروی مت کرو کہ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔'' دانائی سے کام لے اور جان لے کہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے شغل سے دل جملہ گناہوں کی سیاہی اور حُبِّ دنیا سے پاک ہو جاتا ہے۔

بیت:۔ ''زبان پر لَاحَوْل اور دل میں لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کا ذکر جاری رہے کہ اِس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔''

تصورِ اسمِ اللہ ذات سے راہِ حضوری کھلتی ہے جو طالب کو حضوری سے مشرف کرتی ہے اور طالب نورِ توحید میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے، اُس کا باطن نورِ توحید سے معمور

ہو جاتا ہے، اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور وہ ہر برائی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''ذاتِ اِلٰہی تک رسائی صرف تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی سے ہوتی ہے، تصورِ اسمِ اللہ ذات سے بندہ مقاماتِ صفات سے نکل کر نورِ ذات میں داخل ہو جاتا ہے اور نجات پا جاتا ہے۔'' (۲) ''جب تُو وصفِ اوّل (مقاماتِ صفات) کی طلب کو گناہ سمجھ لے گا تو تجھے معرفتِ وحدتِ الٰہی نصیب ہو جائے گی۔''

یا پھر تُو اپنا ہر مطلب اہلِ قبور انبیا و اولیا کی ارواح سے طلب کر کہ جب طالب کی ملاقات کسی اہلِ قبر روحانی سے ہوتی ہے تو وہ اُسے کون و مکان سے نکال کر لامکان میں پہنچا دیتا ہے۔ جس مرشد کی توجہ سے طالب مجذوب و مجنون یا دیوانہ ہو جائے یا سرود و حسن پرستی و بدعت کا شیدا ہو جائے یا مرشد کی توجہ سے طالب کو ظاہری علم بھول جائے یا مرشد کی توجہ سے طالب کا دل ظاہری عبادت سے بیزار ہو جائے یا مرشد کی توجہ سے طالب پر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری نہ کھلے اور وہ ورد وظائف اور عملِ دعوتِ قبور کو چھوڑ بیٹھے یا مرشد کی توجہ سے اُسے نہ تو تلاوتِ قرآن مجید میں مزہ آئے اور نہ ہی مسائلِ فقہ میں اُس کا دل لگے تو سمجھ لیں کہ وہ قہرِ جلالیت کا مارا ہوا بے جمعیت مرشد ہے، ایسے خام مرشد سے نہ تو کلام کرو اور نہ ہی اُس سے میل جول رکھو۔ مرشد اگر کامل ہو تو اُس کے طالب بھی کامل ہوتے ہیں جو ہمیشہ شوقِ الٰہی میں مسرور رہتے ہیں۔ اپنے آبا و اجداد کی کرامات پر مغرور رہنے والے ظاہر باطن میں بے قوت و بے شریعت لوگ بزرگ نہیں ہوا کرتے، ہاں اتنا ضرور ہے کہ جو مرشد نہ تو سلک سلوک جانتا ہے اور نہ ہی علمِ حضور و علمِ دعوتِ قبور جانتا ہے تو وہ نفس پرست مرشد ہے جو قہرِ الٰہی کا شکار ہے۔ مرشد کامل تو جس طالب کو نوازتا ہے اُسے بلا رنج و ریاضت ایک ہی توجہ سے اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے کیونکہ کامل کی تو ایک ہی توجہ

کافی ہو رہتی ہے۔ مرشد کامل کی توجہ خضر علیہ السلام کی نظر سے بہتر ہوتی ہے کہ اُس کی توجہ سے خاک بھی سونا چاندی بن جاتی ہے۔ حق الیقین مرتبے کا حامل فقیر منصف مزاج وحق شناس ہوتا ہے اور وہ دونوں جہان کا امیر ہوتا ہے۔ امین اللہ، ولی اللہ، اہل اللہ، عارف باللہ فقیر اتنا صاحبِ قوت ہوتا ہے کہ وہ زمین کو کمان کی مثل بنا سکتا ہے۔ اگر ایسا تو اِس حق زمین کے مشرقی ومغربی دونوں کناروں کو کھینچ کر کمان بنا دے اور اُس میں قضا کا تیر رکھ کر جہان بھر کو نشانہ بنا دے تو قدرتِ الٰہی سے اُسے ایسا زخمی کر دے کہ تمام عالم قحط کے تیر کا شکار ہو جائے یا مرگِ مفاجات کے تیر سے مر جائے۔ فقیر تمام عالم پر اس لئے غالب ہوتا ہے کہ اُس کے قبضے میں مندرجہ ذیل چابیاں ہوتی ہیں یعنی صحت کی چابی، زحمت کی چابی، کشائش رزق کی چابی، تنگیٔ رزق کی چابی، ہفت اقلیم و بحر و بر پر محیط ملکِ سلیمانی اور روئے زمین پر موجود ہر چیز کو تصرف میں لانے والی مہمات کی چابی، تمام انبیا واولیا و غوث وقطب اہل درجات مومن مسلمان وفرشتہ وموکلاتِ کل مخلوق وجن ودیو ووحوش وطیور کی روحانیت کو اپنی قید میں لے آنے کی چابی، مقامِ ازل، مقامِ اَبد، مقامِ عقبیٰ اور مقامِ معرفتِ مولیٰ غرق فنافی اللہ لامکان کی چابی۔ اِن جملہ بارہ چابیوں کے علاوہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تصورِ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " کی حاضرات سے بارہ علوم، بارہ حکمتوں، نتائج حلم پر مبنی بارہ علوم، بارہ ذکر فکر، بارہ قبض بسط، بارہ سہو سکر، پل بھر میں مطلوب تک پہنچا دینے والی بارہ دعوتوں، حضور مذکور کے بارہ مشاہدوں، پل بھر میں مجلس انبیا واولیا میں پہنچا دینے والے بارہ سلک سلوک، بارہ مکاشفوں، بارہ محاسبوں، بارہ توجہات، بارہ دلیلوں، بارہ وہم خیال، بارہ معرفت وصال، بارہ تجلیوں، بارہ غرق اور بارہ فنافی اللہ کی چابیاں بھی اپنے

پاس رکھتا ہے اِس لئے وہ اسمِ اعظم کو پڑھ کر اور دعوتِ ختمِ قرآن کو عمل میں لا کر ہر ایک مقام کے قفل کو ان چابیوں سے کھول لیتا ہے۔ صاحبِ قربِ توحید عارف باللہ فقیر وہ ہے جس کے پاس خزائن الٰہی کی یہ چابیاں موجود ہوں ورنہ بے قوت وبے کلید فقیر محض اہلِ تقلید مقلد ہوتا ہے۔ فقیر ہونا آسان کام نہیں ہے کہ فقر اسرارِ پروردگار کے مشاہدۂ عظیم کا نام ہے۔

ابیات:- (۱) ''ہر آواز تیرے اندر سے آتی ہے البتہ اُس آواز کو سمجھتا کوئی اہلِ راز ہی ہے۔'' (۲) ''مرشدِ ناقص اُس آوازِ راز کو کیا سمجھے؟ ورنہ جو شخص اُس آواز کو سمجھ لیتا ہے وہ بے نیاز فقیر ہو جاتا ہے۔'' (۳) ''اے باھُو! یہ آواز ایک راز ہے جو مقامِ سِرّ میں پایا جاتا ہے، جو شخص اِس راز کو پا لیتا ہے وہ کامل فقیر ہو جاتا ہے۔''

مقامِ آواز سر کے اندر ایک ہڈی ہے جو عرش سے تحت الثریٰ تک پھیلی ہوئی تمام کائنات سے زیادہ وسیع ہے، یہاں ارواح کو قبض کیا جاتا ہے۔ یہ مقام اسرارِ ارواح کا ملک ہے۔ جو مرشد طالب اللہ کو ارواح کے اِس عظیم ملک میں پہنچانے کی اہلیت رکھتا ہے وہی مرشد لائق ارشاد ہے، ایسے مرشد کا طالب موت سے آزاد رہتا ہے خواہ بظاہر وہ مردہ ہی کیوں نہ دکھائی دے کیونکہ وہ پرانے لباس (جسم) کو اُتار کر ہر دم نیا لباس پہنتا رہتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ہوا و ہوس میں گرفتار نفس پرست و خود پرست ہر کوئی ہے مگر خدا پرست فقیر کوئی کوئی ہے۔ ایسے اہل اللہ فقیروں میں ضبط و تحمل کی ایسی قوت موجود ہوتی ہے کہ وہ کافر و مشرک و منافق لوگوں کی ملامت و غیبت و ستم و غصہ و غضب و قہر و آزار برداشت کرتے رہتے ہیں لیکن خلقِ خدا کو دُکھ نہیں دیتے کہ یہ سنتِ انبیاؑ ہے۔ خلقِ خدا کو دُکھ دینا ہوائے نفس کی علامت ہے۔ فقیرِ کامل وسیع حوصلے کا مالک ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ فقیرِ کامل اگر طالب کو ریاضت کروانا چاہے تو سالہا

سال تک ریاضت کروا سکتا ہے اور اگر راز بخشنا چاہے تو پل بھر میں معرفتِ الٰہی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ فقیر کے نزدیک یہ دونوں مراتب محض احوالِ سکر و خام خیال ہیں نہ کہ غرق فنافی اللہ و مشاہدہ جمال۔

بیت:۔ ''اسمِ اعظم سے معیتِ ذاتِ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے اس لئے باھُو دن رات ذکرِ ''یاھُوْ'' میں محو رہتا ہے۔''

اسمِ اعظم انبیاؑ و اولیاؒ مومن مسلمانوں کے نصیب کی چیز ہے اور یہ اُنہی کو تصدیق بخشتا ہے، اُنہی کے وجود میں تاثیر کرتا ہے، اُنہی کو نفع دیتا ہے، اُنہی کو توفیق عمل بخشتا ہے اور اُنہی کے وجود میں رواں ہو کر اُنہیں لایحتاج کرتا ہے۔ اسمِ اعظم جس ذاکر کے وجود میں رواں ہو جاتا ہے اُس کا دل صاف ہو جاتا ہے، اِس کے برعکس مردہ دل ہمیشہ کبر اور حرص و ہوا سے آلودہ رہتا ہے۔ عاملِ اسمِ اعظم جانتا ہے کہ دنیا کی زندگی ایک ساعت ہے اور عقلمند عارف وہ ہے جو اس ساعت بھر کی زندگی کو طاعت میں صرف کرتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''دنیا ایک ساعت ہے اور ہم پر اس میں طاعت فرض ہے۔ ''عوام کی طاعت دعا و پیغام ہے جسے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچاتے ہیں لیکن خواص کی طاعت غرق فنافی اللہ ہونا، ذکر مذکور کے ذریعے فنافی التوحید ہونا اور بارگاہِ الٰہی میں دائم حضور رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُن کے درمیان بطفیل حرمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ تو ملائکہ مقربین کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ہی دعا و پیغام کی۔

بیت:۔ ''گو کہ فرشتے کو بارگاہِ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے لیکن وہ مقامِ ''لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ'' تک تو رسائی نہیں رکھتا۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اپنے رب کے ذکر میں اِس طرح محو ہو جا کہ تجھے

اپنی بھی خبر نہ رہے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "اللہ تعالیٰ کی معیت میں میرا ایک وقت ایسا بھی ہے کہ اُس میں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ مداخلت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مرسل۔"

بیت:- "خَلقِ خدا کی طاعت اعمالِ بدن ہے جبکہ عارفوں کی طاعت ترکِ بدن ہے۔"

طاعت ایک پوشیدہ و بے ریا توفیق ہے جس سے معیتِ الٰہی میں اِستغراقِ فنافی التوحید حاصل ہوتا ہے، طاعت یہ نہیں جو خَلقِ خدا کے دکھاوے کے لیے کی جاتی ہے کہ یہ تو سراسر خود پرستی و ہوا پرستی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- "(شیطان نے کہا) مَیں اِس سے برتر ہوں۔"

بیت :- "جو (شیطان) خود پرستی میں گرفتار ہوا وہ نارِ جہنم کا شکار ہو گیا لیکن آدمِ خاکی (جو خود پرستی سے محفوظ رہا) سزاوارِ دیدار ہو گیا۔"

یاد رکھ! کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کبر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- "جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی کبر ہو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا ۔"

ابیات :- (۱) "اے طالب! خود پرستی چھوڑ کر غرقِ نور ہو جا تاکہ تجھے ایسی حضوری نصیب ہو کہ وصل کی حاجت ہی نہ رہے۔" (۲) "حضوری میں طلبِ وصل بھی شرک و ہوا ہے، اے طالب! اِس شرک و ہوا سے باز آ جا ۔" (۳) "جو شخص غرق فنافی اللہ ہو کر رازِ حق پا جاتا ہے عرش و کرسی اور جملہ طبقاتِ خَلق اُس کے قدموں میں آ جاتے ہیں۔" (۴) "راہِ حق میں راہنمائی کرنے والا مرشدِ کامل اپنے طالبوں کو ہوائے نفس سے پاک رکھتا ہے۔" (۵) "جو طالب صرف اپنے مطلب کا یار ہے وہ محض لافزن ہے۔"

(۶) ''اگر کوئی طالبِ حق ہے تو اُس کی راہنمائی کے لئے مَیں حاضر ہوں، مَیں اُسے مجلس مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا دونگا۔'' (۷) ''اے باھُو! مجھے جہان بھر میں کوئی طالبِ حق نہیں ملا اِس لئے مَیں خود ہی مرشد ہوں، خود ہی طالب ہوں اور خود ہی جان نثار فقیر ہوں۔''

جس طرح لوگ دن رات مرشدِ کامل کی تلاش میں رہتے ہیں اُسی طرح مَیں بھی طالبِ کامل کی تلاش میں رہتا ہوں۔ جان لے کہ دونوں جہانوں پر غالب آنا آسان کام ہے، ہر ایک طالب کو عزوجاہِ دنیا کے عام و کمینے مرتبے پر پہنچا دینا بھی آسان کام ہے، ایک جاہل آدمی کو مطالعۂ لوحِ محفوظ کا علم بخش دینا بھی آسان کام ہے لیکن نفس پر قابو پا کر رات دن اُس کا محاسبہ کرتے رہنا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کو پہچان لے، معرفتِ قربِ الٰہی حاصل کر لے، شہ رگ سے بھی قریب تر ذاتِ حق کو پا لے، صاحبِ بصیرت ہو کر اسرارِ الٰہی پا لے، بارگاہِ الٰہی سے بلا حجاب الہام پائے، علمِ واردات سے جواب باصواب پائے، علمِ لدنی کی غیبی لاریبی فتوحات پائے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر لے تو اُسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشدِ کامل تلاش کرے اور اپنے وجود میں نفس کی خبر لے کر اُسے پہچانے، اس سے گفتگو کرے، اُس کی ہر حقیقت کو پرکھے اور ہر کام میں اُس کی مخالفت کرے۔ تُو نہیں جانتا کہ جب قدرتِ الٰہی سے نفسِ امارہ پیدا ہوا تو اُس نے طمع و حرص و شرک و کفر و نفاق و کبر و ہوا کا سات رنگا تاج سر پر سجایا، زینتِ دنیا و حسد و ریا کا لباس زیبِ تن کیا، شیطان کو وزیر بنا کر ساتھ لیا اور اپنی مغرور آنکھوں میں بے حیائی و بے ادبی کا سرمہ ڈال کر خود کو معرفتِ الٰہی سے اندھا کر لیا۔ اِس حالت میں جب اُسے بارگاہِ الٰہی میں پیش کیا گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے فیض

یاب نہ ہو سکا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی معرفت و رحمت و وصال حاصل کر لیتا ہے وہ نفس امارہ سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ عارفانِ حال کے مراتب یہ ہیں کہ وہ نفس سے علیحدہ ہو کر معیتِ الٰہی اختیار کر لیتے ہیں ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، بے شک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا، بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا۔'' جو شخص نفس کو درست کر کے اپنا فرمانبردار نہیں بنا لیتا تو ناممکن ہے کہ وہ معرفتِ الٰہی حاصل کر سکے کہ ہوائے نفس سے خلاصی پائے بغیر ایسا ممکن ہی نہیں۔ جو شخص اپنے نفس خبیث ابلیس سلیمانی دیو کو اُلفتِ مع اللہ کی زنجیر سے جکڑ نہیں لیتا اور غرق فنا فی اللہ کے قید خانے میں ڈال کر فنا نہیں کر لیتا تو عارف باللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تُو نہیں جانتا کہ نفس امارہ خونی درندہ ہے جو آدمی کا خون پی کر بھی پشیمان نہیں ہوتا۔ جو شخص نفس امارہ سے یکبارگی قطع تعلق نہیں کر لیتا وہ ہرگز قلبِ سلیم و مقامِ تسلیم و رضا حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف ہو سکتا ہے۔ مرشدِ کامل پہلے ہی روز طالب اللہ کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو ہوا و ہوس سے پاک کر کے مجلس انبیا و اولیا میں حاضری دے اور اُن سے ملاقات کرے۔ علاوہ ازیں وہ طالب اللہ کو اُس کے وجود کے اندر موجود مرتبۂ نفس، مرتبۂ قلب، مرتبۂ روح اور مرتبۂ سِرّ سے آشنا کرتا ہے کہ جب یہ چاروں مراتب جمع ہو جاتے ہیں تو تجلّیٔ نور کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جسے صورتِ توفیقِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ ہر ایک صورت کی الگ پہچان ہے مثلاً صاحبِ نفس امارہ خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، ترش رُو و بدخو ہوگا، اُس کے انگ انگ سے ریا کی بُو آئے گی اور اُس کی ہر بات سے غرور و تکبر جھلکے گا۔ صاحبِ قلب کی پہچان یہ ہے کہ اُس کی ہر بات اخلاص و محبت اور ذکر اللہ سے متعلق ہوگی۔ صاحبِ روح کی پہچان یہ ہے

کہ اُس کی ہر بات نص و حدیث یعنی فرمانِ الٰہی اور فرمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے متعلق ہوگی۔ صاحبِ سِرّ کی پہچان یہ ہے کہ اُس کی ہر بات معرفتِ الٰہی، دیدارِ الٰہی اور مشاہدۂ تجلیاتِ ذاتِ الٰہی سے متعلق ہوگی اور صورتِ نورِ توفیقِ الٰہی کی پہچان یہ ہے کہ اُس کی ہر بات صورتِ توفیقِ نور، مشاہدۂ تجلیاتِ ذات اور قربِ حضور سے متعلق ہوگی۔

ابیات:۔ (۱) ''جب نفس و قلب و روح نور ہو جاتے ہیں تو مغفور ہو کر لائقِ مذکور ہو جاتے ہیں۔'' (۲) ''طالبِ حق کا یہ ابتدائی مرتبہ ہے کہ وہ وجودِ اربعہ عناصر اور ہوائے نفس سے آزاد ہو جاتا ہے۔'' (۳) ''اولیا اللہ جب چشمِ دل کھول کر حضورِ حق میں پہنچ جاتے ہیں تو اہلِ قبور پر غالب آ جاتے ہیں۔'' (۴) ''اولیا اللہ وہ شہسوار ہیں جو نر شیروں پر سواری کرتے ہیں، اگر کوئی لومڑی اُن کی برابری کا دعویٰ کرے تو شرمندہ ہوتی ہے۔'' (۵) '' مَیں ایک قدر شناس سروری قادری فقیر ہوں اس لئے ہر وقت اپنے پیر کے مدِنظر رہتا ہوں۔'' (۶) '' مَیں لاخوف ولاحزن مقام پر فائز ہوں، مَیں ہر خاص و عام کو ایک ہی نگاہ میں پہچان لیتا ہوں۔'' (۷) ''اے باھُو! حصارِ شریعت میں رہتے ہوئے شوقِ حق تعالیٰ کا شغل جاری رکھ کہ یہی فنا فی اللہ فقیروں کا انتہائی مرتبہ ہے۔''

فنا فی اللہ فقیر وہ ہے جو اپنے نفس پر امیر اور برکتِ قرآن مجید سے ''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ''[1] کے مرتبے پر فائز ہو۔ جو شخص ہوائے نفس کو پیروں تلے روند کر نفس کے گھوڑے پر سوار نہیں ہو جاتا اُس کے لئے باطن کے ان مراتب تک پہنچنا محال ہے خواہ وہ عمر بھر ریاضت کرتا رہے اُسے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''جس نے ہوائے نفس پر غلبہ حاصل کر لیا اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔''

---

[1] :۔ ترجمہ = بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ابیات:- (۱) ''نفس کی پیداوار وسوسہ و وہم و خطراتِ بد ہیں کہ حرص و حسد اُس کی غذا و قوت ہے -'' (۲) ''نفس کی حقیقت کو مردہ دم مشرک لوگ کہاں سمجھ سکتے ہیں؟'' (۳) ''نفس کو یہ عام لوگ کہاں پہچان سکتے ہیں کہ جس نے بھی نفس کو پہچانا وہ عارف کامل ہوگیا- '' (۴) ''نفس کو مغرور لوگ کہاں پہچان سکتے ہیں؟ یہ تو اہل حضور ہی ہیں جو اُس کو پہچانتے ہیں اس لئے وہ اُسے قتل کر دیتے ہیں- '' (۵) ''نفس کی حقیقت کو مَیں نے اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت سے سمجھا-'' (۶) ''یہ نفسِ ناری جب پاک و صاف ہوکر نور بن گیا تو قلب و قالب کا انگ انگ مغفور ہوگیا-'' (۷) ''جو آدمی ذکر فکر اور نفس کا فر سے فارغ ہوکر غرقِ نور ہو جاتا ہے وہ اہل حضور ہو جاتا ہے - '' (۸) ''انبیا کا نفس انبیا کی صورت پہ ہوتا ہے اور اولیا کا نفس اولیا کی صورت پہ ہوتا ہے -'' (۹) ''کافر نفس کفار کی صورت پہ ہوتا ہے جس کے گلے میں زنار کی لعنت پڑی رہتی ہے-'' (۱۰) ''خدا و نبی سے بیگانہ نفس محض ریچھ و خنزیر و دیوانہ کتا ہوتا ہے-'' (۱۱) ''مردہ دل آدمی کا نفس جن خبیث ہوتا ہے خواہ وہ قرآن و حدیث ہی کیوں نہ پڑھتا پھرے- '' (۱۲) ''شیطان نفس بہت بری بلا ہے جس نے آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوا کر ہی دم لیا-'' (۱۳) ''اگر تُو چاہتا ہے کہ نفس تیرا اچھا ساتھی بن جائے تو تُو دریائے وحدت میں غرق ہو جا- ''

صاحبِ نفس مطمئنہ کا مراقبۂ چشم میں غرق ہونا گویا خونِ جگر پینا ہے، اس قسم کا مراقبہ و مکاشفہ دراصل دریائے توحید میں غرق ہونا ہے، جب تک آدمی اس مرتبے پر نہیں پہنچتا اُس کا نفس تابع و مسلمان نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ مقامِ مومن پر پہنچتا ہے کہ مقامِ مومن نفس مردود کو فنا و نیست و نابود کر کے معرفتِ الٰہی میں محو ہونے کا نام ہے-

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا ، بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا۔'' صاحبِ نفس امارہ کا لوگوں کے سامنے منہ پر نقاب ڈالنا اور آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرنا محض خود فروشی ہے، بے شک وہ بے سدھ ہو کر بے ہوشی کا ڈھونگ رچاتا پھرے، حقیقت میں وہ اہل تقلید ہی ہے نہ کہ اہل توحید۔ مرشدِ کامل کی پہچان یہ ہے کہ وہ طالبِ صادق کو آٹھ چیزیں عطا کر دے تا کہ طالب خطا سے محفوظ رہے اور اگر خطا کرے بھی تو مردُود نہ ہو۔ وہ آٹھ چیزیں یہ ہیں، (۱) صدق المقال (سچ بولنا)، (۲) اکل الحلال (حلال کھانا)، (۳) طاعت، (۴) ہمت و توفیق ، ہمت ہوائے نفس سے پاک ہونے کا نام ہے اور توفیق اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور شریعت میں ممنوعہ باتوں سے اجتناب کرنے کا نام ہے۔ باقی چار چیزوں کا تعلق باطن سے ہے جن میں سے پہلی چیز ذکرِ زوال ہے - ذکرِ زوال سے تمام مخلوق ذاکر کی طرف رجوع کرتی ہے، مشرق سے مغرب تک ہر خاص و عام آدمی ذاکر کا طالب مرید بنتا ہے اور تمام اہل دنیا بشمول بادشاہِ دنیا و امرأ و وزرأ اور اُس کی ساری رعیت ذاکر کی فرمانبردار غلام بن جاتی ہے۔ لیکن نگاہِ فقر میں یہ مرتبہ بھی نہایت گھٹیا و کمینہ و کمتر درجے کا مرتبہ ہے کہ اس مرتبے کا طالب ولیٔ خلق ہوتا ہے نہ کہ ولی اللہ۔ دوسری چیز ذکرِ کمال -ذکرِ کمال سے تمام فرشتے ذاکر کی طرف رجوع کرتے ہیں خواہ وہ زمین و آسمان کے اہل تسبیح فرشتے ہوں یا حاملین عرشِ اکبر ہوں یا چاروں مقرب فرشتے ہوں یا جملہ مؤکل فرشتے ہوں، سب کے سب ذاکر کے محکوم و غلام بن جاتے ہیں اور ہر کام میں ذاکر کو الہام و امداد سے سرفراز کرتے ہیں، ذاکر باطنی توجہ سے جدھر بھی دیکھتا ہے اُسے اپنے اِرد گرد فرشتوں کے لشکر دکھائی دیتے ہیں، لیکن نگاہِ فقر میں یہ مرتبہ بھی کمتر مرتبہ ہے کہ اس مرتبے کا طالب بھی ولیٔ

فرشتگان ہوتا ہے نہ کہ ولی اللہ۔ تیسری چیز ذکرِ حال ہے۔ ذکرِ حال سے ذاکر کو جملہ انبیاؑ واولیا اور ازل سے اَبد تک کے تمام مومن مسلمانوں کی ارواح سے ملاقات ومصافحہ ومجلس نصیب ہوتی ہے لیکن یہ مرتبہ بھی ادنیٰ مرتبہ ہے کہ اِس مرتبے کا طالب بھی ولیٔ ارواح ہوتا ہے نہ کہ ولی اللہ۔ چوتھی چیز ذکرِ احوال ہے، ذکرِ احوال سے ذاکر غرق فی التوحید ہو کر نورِ حضور کے لازوال مرتبے پر پہنچ جاتا ہے جس سے اُس کا وجود پاک ہو جاتا ہے اور وہ معرفتِ الٰہی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے قابل ہو جاتا ہے۔ مرشدِ کامل پہلے ہی روز طالب اللہ کو تعلیم وتلقین سے نواز دیتا ہے جس سے وہ دل کے نہاں خانے میں پوشیدہ سِرِّ سبحانی کے مشاہدہ میں غرق ہو کر لامکان میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ وہ لازوال مرتبہ ہے جو عارف باللہ اولیا اللہ فنا فی اللہ بقا باللہ واصلانِ حق فقیروں کو نصیب ہوتا ہے۔ دوسرے ہر طریقے کی اِنتہا کامل قادری کی اِبتدا کو بھی نہیں پہنچتی۔ سروری قادری کامل کی اِبتدا کیا ہے؟ قادری کامل نظر سے یا تصورِ اسمِ اللہ ذات سے یا ضربِ کلمہ طیب سے یا باطنی توجہ سے طالب اللہ کو معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق کر کے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے کہ قادری طریقہ میں یہ پہلے ہی روز کا سبق ہے۔ جو مرشد اِس سبق کو نہیں جانتا اور طالبوں کو مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں نہیں پہنچاتا وہ قادری کامل ہرگز نہیں، اُس کی مستیٔ حال محض خام خیالی ہے کہ قادری کامل معرفتِ الٰہی کے نور میں غرق ہو کر ہمیشہ غرق وصال رہتا ہے۔ اور وصال بھی دو قسم کا ہے، ایک تجلیٔ اِلہام کا وصال ہے اور دوسرا اُس تجلی میں اِستغراق کامل کا دائم وصال۔ جو مرشد اپنے طالبوں کو اِس مرتبے پر فائز کر کے غوث قطب پر غالب نہیں کرتا وہ کامل قادری ہرگز نہیں۔ کامل قادری شہسوار ہوتا ہے، وہ شیر ہوتا ہے اور شرمندہ حال لومڑی یا گیدڑ

یا کتے کی کیا مجال کہ شیر کے سامنے دم مارے؟

ازل و ابد و کل مخلوقات کی درجہ بدرجہ شرح

قطعہ :- ''جس مرتبے پر مَیں پہنچا ہوں وہاں کسی اور کے پہنچنے کا امکان ہی نہیں، مَیں شہبازِ لامکان ہوں، وہاں مکھیوں کی جگہ کہاں؟ وہاں تک پہنچنے کے لئے لوح و قلم و کرسی بلکہ کونین کو بھی راہ نہیں ملتی، نہ ہی وہاں فرشتوں کی رسائی ہے، وہ جگہ اہل ہوس کی جگہ نہیں ہے۔''

اِنتہائی ذکر وجدانی سے حاصل ہونے والی اِس قسم کی کامل معرفتِ توحیدِ عیانی، اسرارِ ربانی کا مغز ہے جس کی بنیاد شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے اور یہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہے۔ اَلغرض! جب اللہ تعالیٰ نے ''کُنْ فَیَکُوْن'' کی حقیقت کو بیان کرنا چاہا تو فرمایا :- ''مَیں ایک مخفی و پوشیدہ خزانہ تھا، مَیں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں، پس اپنی پہچان کے لئے مخلوق کو پیدا کر دیا۔'' (اپنے ظہور کا ارادہ فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے) اپنی بائیں جانب قہر و جلالیت کی نظر ڈالی تو شیطانی آگ پیدا ہوگئی اور دائیں جانب لطف و کرم و رحمت و شفقت و جمعیت و التفات کی نظر ڈالی تو سورج سے بھی روشن تر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہر ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ''کُنْ'' کا امر فرمایا جس پر کل و جز کی جملہ مخلوقات و موجودات کی ارواح پیدا ہوگئیں اور حکمِ اِلٰہی سے اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے صفیں اور جماعتیں بنا کر باادب کھڑی ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پوچھا :- ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ'' (کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں؟'') تمام ارواح نے جواب دیا:- '' قَالُوْا بَلٰی '' (ہاں! کیوں نہیں؟) لیکن اس اقرار سے بعض ارواح منکر و پشیمان

ہوگئیں جیسا کہ کافروں، مشرکوں، منافقوں اور کاذبوں کی ارواح اور بعض ارواح آوازِ "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" اور اقرارِ" قَالُوْابَلٰی " سے بے حد خوش و مسرور ہوئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ "اے ارواح! مانگو مجھ سے جو تمہارے جی میں آئے تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ "تمام ارواح نے عرض کی:۔ "خداوندا! ہم تجھ سے تجھی کو مانگتے ہیں۔ "اِس پر اللہ تعالیٰ نے بائیں ہاتھ سے دنیا و زینت دنیا و آرائش و زیبائش دنیا اور تماشائے دنیا کی ارواح کو اُن کے سامنے پیش کیا تو شیطان نفس امارہ کی مدد سے دنیا میں داخل ہوگیا اور بلند آواز میں چوبیس نعرے لگائے، اِن نعروں کو سن کر جملہ ارواح میں سے نو (۹) حصہ ارواح شیطان کی طرف چل دیں۔ شیطان کے وہ چوبیس نعرے یہ ہیں:۔ "(۱) سرود کا نعرہ، (۲) حسن پرستی کا نعرہ، (۳) ہوائے خودی کی مستی کا نعرہ، (۴) شراب نوشی کا نعرہ، (۵) بدعت کا نعرہ، (۶) ترکِ نماز کا نعرہ، (۷) طنبورہ و رباب و شرنا و ڈھول جیسے ناشائستہ آلاتِ سرود کا نعرہ، (۸) ترکِ جماعت کا نعرہ، (۹) تالیاں بجانے کا نعرہ، (۱۰) غفلت کا نعرہ، (۱۱) عجب کا نعرہ، (۱۲) ریا کا نعرہ، (۱۳) حرص کا نعرہ، (۱۴) حسد کا نعرہ، (۱۵) کبر کا نعرہ، (۱۶) نفاق کا نعرہ، (۱۷) غیبت کا نعرہ، (۱۸) شرک کا نعرہ، (۱۹) کفر کا نعرہ، (۲۰) جہالت کا نعرہ، (۲۱) جھوٹ کا نعرہ، (۲۲) بدظنی کا نعرہ، (۲۳) بدنظری کا نعرہ اور (۲۴) طمع شیطانی کا نعرہ۔ "اب جو آدمی بھی اِن باتوں میں دل چسپی لیتا ہے تو محض اس لئے کہ وہ اُنہی ارواح میں سے ہے جنہوں نے اِن چوبیس شیطانی نعروں پر کان دھرے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ "اب بھی ویسا ہی ہو رہا ہے جیسا کہ اُس وقت ہوا تھا۔ " فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ (۱) "اللہ جسے چاہتا ہے ذلیل کر کے رکھ دیتا ہے۔ " (۲) "شیطان وہ ہے جو تمہیں مفلسی کا خوف دلا کر برائی پر اُکساتا ہے۔ "جس نے شیطان سے تعلق جوڑا اور

اُس کی پیروی اختیار کی وہ دنیا کا ہو کر رہ گیا، دنیا نے اُسے پسند کیا اور اُسے ایسا ڈنگ مارا کہ وہ دنیا ہی میں غرق ہو کر رہ گیا۔ جملہ ارواح میں سے باقی دسواں حصۂ ارواح اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے کھڑا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں لطف و کرم سے فرمایا:۔ ''اے ارواح! مانگ لو مجھ سے جو کچھ مانگنا چاہو تا کہ میں تمہیں عطا کر دوں۔'' اُنہوں نے عرض کی:۔ ''خداوندا! ہم تجھ سے صرف تجھی کو مانگتے ہیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے دائیں ہاتھ سے حور و قصورِ بہشت اور دیگر نعمائے بہشت کی ارواح کو اُن کے سامنے پیش کر دیا تو ان باقی ماندہ ارواح میں سے نو حصۂ ارواح بہشت کی طرف چل دیں، اُن میں سے سب سے پہلے بہشت میں داخل ہونے والی ارواح اہل تقویٰ کی تھیں، اُنہوں نے بہشت میں داخل ہو کر سریلی آواز سے تقویٰ کی بانگ دی جسے سن کر جملہ متقین کی ارواح بہشت میں داخل ہو گئیں۔ اُنہوں نے شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنا شعار بنایا اور عالم فاضل و متقی بن گئیں۔ باقی ایک حصۂ ارواح اللہ تعالیٰ کے رُوبرو کھڑی رہیں، انھوں نے نہ تو آوازِ دنیا پر کان دھرے اور نہ ہی آوازِ عقبیٰ پر۔ یہ مشتاقانِ الٰہی نورِ الٰہی میں غرق ہوئے اور غرق فنا فی اللہ بقا باللہ ہو کر اہل حضور ہوئے، اُنہیں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری نصیب ہوئی اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں عارف باللہ فقیر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ (۱) ''فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا سرمایہ ہے۔'' (۲) ''دنیا حرام ہے طالبِ عقبیٰ پر، عقبیٰ حرام ہے طالبِ دنیا پر اور دنیا و عقبیٰ دونوں حرام ہیں طالبِ مولیٰ پر۔'' (۳) ''جسے اللہ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا۔'' جو مرشد تصورِ اسمِ اللہ ذات و تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور تصورِ کلمہ طیبات ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی حاضرات سے طالب کو ان تینوں مقامات و مراتب کا سبق دے کر ان کا تصرف عطا نہیں کر دیتا اُسے مرشدِ کامل نہیں کہا جا سکتا۔ ایسے مرشد کا طالب ہمیشہ پریشان و بے جمعیت رہتا ہے۔ جمعیت کسے کہتے ہیں؟ جان لے کہ جمعیت کے بیان

کے لئے کئی دفاتر کی ضرورت ہے تاہم مغزِ اساسِ جمعیت کو سمجھانے کے لئے کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح دودھ میں جب تھوڑی سی لسی پڑتی ہے تو دودھ جمعیت پکڑ لیتا ہے۔ دودھ کی اِس جمعیت کو دہی کہتے ہیں۔ دہی کو جب بلویا جاتا ہے تو مکھن نکل آتا ہے اور جب مکھن کو آگ پر چڑھایا جاتا ہے تو گھی نکل آتا ہے۔ پس! عارفوں کے وجود میں اُس ذاتِ لازوال کی مجموعی ذات جمع ہوتی ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ نہ مَیں غلط نہیں کہتا کہ جمعیت اللہ تعالیٰ کی قدرت ولطافت والتفات کا نہایت ہی لطیف وشریف لباس ہے جو سراسر نورِ معرفتِ توحیدِ الٰہی ہے۔ جمعیت کا یہ لباس وہ شخص پہنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہو اور جسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دائمی حضوری حاصل ہو۔ جمعیت معرفتِ نورِ حضور کے اُس لطیف لباس کو پہن لینے سے وجود مغفور ہو جاتا ہے۔ جمعیت کا یہ لباس اُس شخص کو پہنایا جاتا ہے جو دنیائے مردار کی گندگی سے پاک ہو کر دائمی بندگی اختیار کر لیتا ہے۔ بندگی ایک زندگی ہے جو قلبی ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے، مردہ دل اہلِ خطرات لوگوں کو بندگی نہیں بلکہ شرمندگی حاصل ہوتی ہے۔ اَلغرض! دنیا مقام ہوا ہے اور عقبیٰ مقام ہوس، صاحبِ جمعیت اِن دونوں مقامات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جمعیت کے دیگر معنی یہ ہیں کہ جمعیت کلیدِ کل ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق (جو محض جز ہے) ایک قفل ہے۔ جب جمعیت کی یہ کلیدِ کل قفلِ جز میں لگتی ہے تو ہر ایک مرتبے کو کھول دیتی ہے ۔پس معلوم ہوا کہ جمعیت اِسمِ اللہ ذات میں پنہاں ہے (کہ تمام مراتب اِسمِ اللہ ذات ہی سے کھلتے ہیں) اور جو آدمی اِسمِ اللہ ذات کی کنہ کو پا لیتا ہے اُسے کشف وکرامات اور مقاماتِ صفات کے مشاہدے کی حاجت نہیں رہتی۔ جمعیت ایک نورِ نادر ہے جو دونوں جہان پر قادر ہے۔ صاحبِ جمعیت آدمی فنا فی اللہ مرتبے کا فقیر ہوتا ہے جو نفس پر امیر اور روشن ضمیر ہوتا ہے، ہر

دو جہان اُس کا قیدی و اسیر ہوتا ہے اور اُس کی زبان پر علمِ تفسیر با تاثیر ہوتا ہے۔ جمعیت ایک نور ہے جس کی اصل تصدیق پر قائم ہے اور تصدیق توفیقِ الٰہی سے پُر معرفتِ توحیدِ الٰہی کا مغز ہے۔ جمعیت وہ غیب الغیب نور ہے جو دل کے نہاں خانے سے سورج کی طرح طلوع ہو کر فیض بکھیرتا ہے، جمعیت کا یہ نور ہر چیز کو یوں روشن کرتا ہے کہ دونوں جہان کا تماشا پشتِ ناخن پر دکھائی دینے لگتا ہے۔ جمعیت کی شرح یوں بھی ہے :- جان لے کہ جمعیت کے پانچ حروف ہیں اور ہر حرف کا تصور ایک الگ مقام کا مشاہدہ اور اُس کی نعمتوں کا تصرف بخشتا ہے۔ صاحبِ جمعیت جب ان پانچ حروف کے تصور سے پانچ مقامات کو اپنے قبضہ و تصرف میں لے لیتا ہے تو پھر اُس کے دل میں کوئی حاجت و حسرت باقی نہیں رہتی کہ وہ جو چاہتا ہے اُسے مل جاتا ہے۔ جمعیت جامع العلوم ہے جس کا تعلق علمِ تحقیقاتِ حیّ قیوم سے ہے۔ وہ پانچ خزانے و پانچ مقامات کہ جن کے تصرف سے نعمت تمام ہو جاتی ہے یہ ہیں :- (۱) مقامِ ازل و تصرفِ ازل و نعمتِ ازل و گنجِ ازل، (۲) مقامِ اَبد و تصرفِ اَبد و نعمتِ اَبد و گنجِ اَبد، (۳) مقامِ دنیا و تصرفِ دنیا و نعمتِ دنیا و گنجِ دنیا، (۴) مقامِ عقبیٰ و تصرفِ عقبیٰ و نعمتِ عقبیٰ و گنجِ عقبیٰ اور (۵) مراتب و نعمت و تصرف و گنجِ اعلیٰ قرب و حدانیت فنا فی اللہ بقا باللہ۔ یہی جمعیتِ کامل ہے۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو حاضراتِ اسمِ اللہ ذات و حاضراتِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حاضراتِ کلمہ طیبات "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی مدد سے جمعیت کے تمام مراتب عطا کر دیتا ہے، بے شک وہ مرشدِ کامل ہے ورنہ وہ ناقص و خام و زندیق و جھوٹا و لافزن ہے۔ اللہ بس ما سویٰ اللہ ہوس۔ تُو جانتا ہے کہ رحمانی و شیطانی و انسانی کاموں کی تاثیر و قسمت میں کیا فرق ہے؟ مجھے تعجب ہوتا ہے اُس قوم پر کہ جس کے ہر خاص و عام فرد کی زبان پر اللہ کا نام، قرآن

کی تلاوت اور مسائل فقہ کا بیان جاری رہتا ہے لیکن اُن کی زبان سے جھوٹ، دل سے نفاق اور وجود سے حرص و حسد و تکبر کیوں نہیں جاتا؟ اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کا نام اخلاص سے نہیں لیتے، اللہ کا کلام رضائے الٰہی کی خاطر نہیں پڑھتے اور محض رسمی رواجی طور پر طوفانی رفتار سے ''اللہ ھو، اللہ ھو'' کرتے رہتے ہیں۔ جو شخص اللہ کے نام اور اُس کے کلام سے واقف ہو کر اُس کی کنہ تک پہنچ جاتا ہے، اُس کا نفس فنا اور قلب صفا ہو جاتا ہے اور وہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائمی حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے، اُس کی روح کو بقا حاصل ہو جاتی ہے اور وہ کونین کا نظارہ پشتِ ناخن پر کرتا ہے، وہ اللہ کے نام سے آشنا ہو جاتا ہے اور جب اُسے کامل صدق و اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے تو دونوں جہان میں معرفت کی بازی جیت جاتا ہے۔ اسمِ ''اَللّٰہُ'' وہ باعظمت و عظیم نام ہے کہ تمام ابتدا و انتہا اور معرفتِ نورِ حضور کا مشاہدہ اِس میں پایا جاتا ہے بشرطیکہ پڑھنے والا اِسے پورے اخلاص کے ساتھ پڑھے اور اِتنے اِستغراق کے ساتھ دل کا مطالعہ کرے کہ جیسے علما اوراقِ کتاب کا مطالعہ کرتے ہیں کہ یہی طرزِ عمل تو عارفوں کے لئے بمنزلہ بال و پر ہے۔

ابیات:- (۱) ''صبح و شام درویش کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتا کہ تُو اپنے ہر مقصد میں کامیاب رہے۔'' (۲) ''اگر وہ تجھے سرزنش بھی کرے تو تُو عاجزی اختیار کیے رکھ اور اپنا سب کچھ اُس کے حوالے کر کے اپنے اختیارات سے دستبردار ہو جا۔'' (۳) ''درویش کو دی ہوئی ہر چیز کو تُو جاوداں پائے گا کہ اُس نے تم پر نگاہِ عنایت کر دی تو تُو جہان بھر کا بادشاہ ہو جائے گا۔'' (۴) ''جو شخص نگاہِ درویش میں مقبول ہو جاتا ہے وہ عرش سے بالاتر مراتب کا مالک ہو جاتا ہے۔''

درویش و فقیر کے مراتب میں کیا فرق ہے؟ درویش کا مرتبہ یہ ہے کہ لوحِ محفوظ

ہمیشہ اُس کی چشمِ ظاہر کے مطالعہ میں رہتی ہے لیکن فقیر لوگ اِس مرتبے کو مرتبہ مُنجم کہتے ہیں یعنی درویش کا مرتبہ نجومی کا مرتبہ ہے اور فقیر کا مرتبہ غرق فنا فی اللہ کا مرتبہ ہے کہ وہ توحیدِ حی قیوم میں غرق ہوتا ہے۔ مراتب کے لحاظ سے درویش ایسے ہی ہے جیسے کہ مریض اور فقیر ایسے ہے جیسے کہ طبیب۔ نگاہِ درویش سے دل میں مسخرا پن پیدا ہوتا ہے اور مسخرا پن یہ ہے کہ ایک ہی نگاہ سے مفلس ماہی گیر کو بادشاہ بنا دے لیکن نگاہِ فقیر سے آدمی روشن ضمیر ہو کر دونوں جہان کا حاکم و امیر بن جاتا ہے اور معرفتِ الٰہی سے مشرف ہو کر تجلیاتِ نورِ ذات کے مشاہدہ میں اِس شان سے غرق ہوتا ہے کہ اگر اُسے ملکِ سلیمانی کی بادشاہی بھی پیش کی جائے تو اُسے ہرگز قبول نہیں کرتا کہ وہ باطن کا مرد ہوتا ہے اور ایسے مردوں کا دل دنیا و اہل دنیا اور سیم و زر سے سرد ہوتا ہے۔ یاد رکھ کہ علما میں کثرتِ علم و مطالعہ سے جاہلیت و جذب و غضب و غصہ و خشم پیدا ہوتا ہے جبکہ فقرا میں تصورِ اسمِ اللہ ذات سے معرفتِ الٰہی اور نورِ بصیرت پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا صاحبِ خشم (علما) اور صاحبِ چشم (فقرا) کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں۔ جو شخص قہر و خشم کو چھوڑ دیتا ہے وہ معرفتِ الٰہی اور نورِ بصیرت کو پا لیتا ہے، اِسی طرح جو شخص علمِ قال سے گزر جاتا ہے وہ معرفت و وصال تک پہنچ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، بے شک اُس کی زبان گونگی ہو گئی۔'' الغرض جو شخص پورے صدق و یقین اور اخلاص و اعتقاد کے ساتھ ایک بار کہہ دیتا ہے ''یَا اَللّٰہُ'' تو اُس کے ایک ہی بار ''یَا اَللّٰہُ'' کہنے سے اُس پر ازل و ابد و دنیا و عقبیٰ اور معرفتِ الٰہی کے تمام مقامات کھل جاتے ہیں اور وہ جو نعمتِ جاودانی ہے اُس کے قبضے میں آجاتی ہے، لیکن مجھے تعجب ہوتا ہے اُن سنگ دل لوگوں پر جو ذکرِ جہر کرتے ہیں اور رات دن ''یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ'' پکارتے رہتے ہیں لیکن اسمِ اللہ ذات کی کنہ سے ناواقف ہی رہتے

ہیں اور رجعت کھا کر پریشان اہلِ بدعت ہو جاتے ہیں اور ہوائے نفس سے مغلوب ہو کر سرود کا سہارا لیتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اُن کی خلوت گاہ لوگوں کو زیرِ دام لانے کے لئے زیرِ خاک بچھایا ہوا پھندہ ہے اور اُن کا حجرہ بادشاہ و امرأ کو مرید بنانے اور بے کار تسخیرات کرنے کے لئے ایک آڑ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اِسمِ اللہ ذات پاک و اعظم چیز ہے جو وجودِ معظم، اخلاصِ خاص اور عطائے مرشد کے بغیر نہ تو تاثیر کرتا ہے، نہ قرار پکڑتا ہے اور نہ ہی نفع دیتا ہے۔ جان لے کہ فقیر وہ ہے جو عین العیان مرتبے کا مالک ہو اور دونوں جہان دل و جان سے اُس پر عاشق ہوں اور اُس کے مکھڑے کی زیارت کے لئے ہر وقت منتظر و پریشان رہتے ہوں۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق لوگوں پر جو ایک دوسرے کو طالب و مرشد کہتے اور سمجھتے رہتے ہیں لیکن طالبی و مرشدی کی حقیقت نہیں جانتے، وہ دونوں احمق و نادان ہیں۔ مرشدِ کامل اللہ تعالیٰ کے حبیب حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مثل ہونا چاہیے اور طالب اُن کے جان نثار اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مثل کہ جن کا وظیفہ ہر وقت دیدارِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تھا اور جو ہمیشہ کفر و شرک و بدعت سے استغفار کرتے رہتے تھے۔ جس شخص کا عمل شرعِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہو وہ ملعون مرشدی کے لائق کہاں ہو سکتا ہے؟ کیونکہ راہِ مرشدی تو نکلتی ہی شریعتِ قرآن سے ہے۔ مرتبۂ مرشدی مشاہدہ حضوری کا نام ہے جو اِسمِ اللہ ذات و آیاتِ قرآن سے کھلتا ہے اور اسی کو فنا فی اللہ کہا جاتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''جو شخص اپنی جان فدا کر کے غرق فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے وہ جو کچھ بھی دیکھے اُس پر روا ہے۔'' (۲) ''سیر فی اللہ اور جمالِ اِلٰہی تک بھلا عقل و فکر کی رسائی کہاں ممکن ہے؟ معرفتِ دیدار ہی تو وصالِ حق ہے۔'' (۳) ''عارفوں کو نہ تو معرفتِ

لقائے الٰہی کے علاوہ کوئی مرتبہ منظور ہے اور نہ ہی خدا کے علاوہ اُن کا کوئی مذکور ہے۔ ''

(۴) '' اگرچہ عارف بظاہر ہمیشہ خاموش رہتا ہے لیکن بباطن وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتا ہے اور اُسی کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ '' (۵) '' جو شخص یہاں دیدارِ الٰہی سے محروم رہا وہ سیاہ دل ہے اور اس کی سیاہ دلی کا سبب حُبِّ دنیا ہے جو تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ ''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' جس نے اپنے رب کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی گئی۔ '' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- '' اور جو شخص یہاں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا۔ ''

بیت :- '' وہ آنکھ اور ہے جس کے لئے دیدارِ الٰہی روا ہے، دیدارِ الٰہی کے لائق یہ ہوا و ہوس سے بھری ہوئی آنکھ نہیں ہے۔ ''

جو عارف باللہ اس مراقبہ و مکاشفہ میں محو ہو جاتا ہے وہ گویا اپنی جان سے گزر جاتا ہے۔

بیت :- '' وہ زبان اور ہے جو رموزِ حق بیان کرتی ہے، یہ لاف زن زبان کچھ اور ہے۔ ''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' سکوت مومنوں کے سر کا تاج اور رب کی رضا ہے۔ '' قولِ مصنف ہے :- '' سکوت عبادت کی چابی ہے، سکوت جنت کا مکان ہے، سکوت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، سکوت شیطان سے حفاظت کا قلعہ ہے، سکوت خیر البشر ہے، سکوت سنتِ انبیأ ہے، سکوت نارِ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے، سکوت قربِ ربانی ہے اور سکوت اِستغراقِ نورِ توحید ہے۔ '' لائق سکوت خاموشی یہ ہے کہ بندہ ہر وقت

مشاہدۂ حضور میں غرق رہے۔ ایسے صاحبِ سکوت کو ساکنِ لاھوت کہتے ہیں۔ اصل سکوت جسم و جان کی قید سے نکل کر لامکان میں غرق ہونے کا نام ہے۔ جو سکوت اِس طرز کا نہیں وہ مکر ہے اور رجوعاتِ خَلق کے لئے محض ایک تماشا ہے، ایسا سکوت مکرِ شیطانی اور فریبِ نفسِ امارہ ہے ۔ شیطان عارف باللہ فقیر ولی اللہ آدمی پر سات قسم کے حربے استعمال کرتا ہے، (۱) ذکر اللہ کے بغیر سکوت اختیار کرواتا ہے، (۲) دشت و بیاباں میں خلوت وتنہائی اختیار کرواتا ہے تاکہ نماز با جماعت کی سنت اُس سے چھوٹ جائے، (۳) اِس بہانے سے مالِ دنیا جمع کرواتا ہے کہ یہ تو درویشوں، فقیروں، بیواؤں، یتیموں، مسکینوں، عاجزوں، اور مستحقوں کی حاجت روائی کے لئے ہے نہ کہ طمعِ نفس کے لئے۔ یہ بھی شیطانی حیلہ ہے کہ جب مال بکثرت جمع ہو جاتا ہے تو زکوٰۃ کی ادائیگی کا منکر ہو جاتا ہے، (۴) اپنی تعریفوں کے غرور میں مبتلا کرنے کے لئے کشف و کرامات میں مشغول کرواتا ہے تاکہ خودی کے جال میں گرفتار رہے، (۵) پانچواں شیطانی حربہ یہ ہے کہ اُسے علم و علماء کا مخالف کر دیتا ہے، (۶) چھٹا شیطانی حربہ یہ ہے کہ وہ اُسے کہتا ہے :- ”تیرے مرشد سے تیرا مرتبہ بلند ہو گیا ہے اس لئے اپنے مرتبے کو مدِ نظر رکھ“ اور پھر مختلف شیطانی تماشے دکھا کر اُسے اِس طرح قائل کرتا ہے کہ وہ اُس کی بات کو مانتا بھی ہے اور اُس کا اظہار بھی کرتا ہے، اِس طرح اُسے بارگاہِ مرشد سے مردود کروا دیتا ہے، (۷) ساتواں شیطانی حربہ یہ ہے کہ وہ اُس سے کہتا ہے کہ :- ” اب تُو مَیں ہے اور مَیں تُو ہے، اب تجھے عبادتِ ظاہری اور تصورِ اسمِ اللہ ذات کی کیا حاجت ہے؟ کہ اِسمِ اللہ ذات تو محض ایک نام ہے اور تیرا کام صرف میرا دیدار کرنا ہے۔ اِس موقع پر طالب اگر صادق ہو اور اُس نے کسی کامل مرشد کے ہاتھ پر بیعت بھی کر رکھی ہو تو وہ شیطانِ لعین زندیق کے ہر حربے کو سمجھ

لیتا ہے اور لاحول پڑھ کر اُسے قتل کر دیتا ہے اور خود سے دُور پھینک دیتا ہے۔ اِس راہ میں مرشدِ کامل ایسا صاحبِ توفیق ہونا چاہیے جو ہر وقت طالب کی گردن پر سوار رہے اور ظاہر باطن کی ہر حالت میں اس کے تمام اقوال و افعال و اعمال کی نگرانی کرتا رہے اور خود کو درمیان میں لائے بغیر اپنے تمام امور سپردِ خدا کر دے۔

بیت :- ''کارہائے جہان اگر تیری منشا کے مطابق ہونے لگیں تو تُو کبھی نہیں مانے گا کہ کوئی خدا بھی ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- '' اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو چاہتا ہے اُس کا حکم دے دیتا ہے۔ ''آدمی کے وجود میں نفس یزید کی مثل ہے اور روح بایزید کی مثل ہے، اگر صاحبِ روح یادِ الٰہی میں مشغول ہو اور تصورِ اسمِ اللہ ذات و تصورِ کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کی تلوار ہاتھ میں رکھتا ہو تو گویا وہ رات دن شداد و نمرود و قارون و فرعون و ہامان علیہم اللعنت جیسے کفار کو قتل کر رہا ہے لیکن اس کے برعکس اگر وجود کے اندر نفس یزید زندہ اور دل مردہ ہے اور خدائے تعالیٰ سے غافل ہے اور اُس نے غفلت کی تلوار ہاتھ میں پکڑ رکھی ہے تو گویا وہ پیغمبروں کو قتل کر رہا ہے۔ اہلِ نفس یزید اور اہلِ روح بایزید کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں، تُو خود اِن میں سے کون ہے، اہلِ بایزید یا اہلِ یزید؟ معرفت و قربِ الٰہی کی اِس راہ میں سر کو پاؤں بنا کے چلنا پڑتا ہے بلکہ سر پیر کی شناخت بھی ختم کرنا پڑتی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق ''قدموں کے بغیر سر کے بل چلنا پڑتا ہے۔''

ابیات:- (۱) ''صاحبِ اسرار ہمیشہ بے سر ہوتا ہے کہ اس کے لئے ایک دوسرا سر ہوتا ہے جو ہمیشہ خدا سے ہم کلام رہتا ہے۔'' (۲) ''وہ سرّ ایک راز ہے جو ہمیشہ قرب

خدا میں غرق رہتا ہے، عوام کا سرا اور ہے جو ہمیشہ ہوا و ہوس سے پُر رہتا ہے۔ "(۳) "اگر میں اُس سرّ کی حقیقت بیان کرنے لگوں تو اُس کے لئے کئی دفاتر درکار ہوں گے۔"(۴) "اے باھُو! خدارا کھول کر بتادے کہ اُس سرّ کو پانا ہے تو دل سے ہر غیرِ حق نقش کو مٹا دے ۔"(۵) "آہ! تو اُس راہ و راز پر چلنے کے لائق تب ہوگا کہ جب تُو اپنی جان و جگر کو ہر وقت عشقِ اِلٰہی کی آگ میں جلائے گا ۔"

اُس راہ میں بے درد آدمی نامرد ہے کہ اہلِ دل کے لئے درد کی دوا بھی درد ہے اور دل کی دوا بھی درد ہے۔

احوالِ معرفتِ وصال، فنائے نفس، زندگیٔ قلب اور بقائے رُوح

احوالِ معرفتِ وصال، فنائے نفس، زندگیٔ قلب اور بقائے روح کی شرح بھی سمجھ لے، وہ یوں ہے کہ۔ ''ظلمت، غلاظت، روشنی اور باطنی صفائی ایک دوسری کے ساتھ پیچ در پیچ اُلجھی ہوئی ہیں اور باہم بدلتی رہتی ہیں جیسا کہ فرمانِ اِلٰہی ہے:۔ ''رات دن میں بدل جاتی ہے اور دن رات میں بدل جاتا ہے۔ ''سورج رات کی تاریکی میں غوطہ زن ہوکر چھپ جاتا ہے لیکن پھر تاریکی سے اُبھر آتا ہے اور اُس کی روشنی سے تاریکی ختم ہو جاتی ہے، اِسی طرح نفس کی سیاہی و تاریکی میں بھی روح کا سورج چھپا نہیں رہتا کہ سالک اِس راہ کی ہر منزل و ہر رسم سے باخبر ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص نفسانیت کا غلام بن جاتا ہے، وہ جو کام بھی کرتا ہے گناہ کا کرتا ہے لیکن اگر وہ توبہ کرکے گناہوں سے کنارہ کش ہو جائے تو

اللہ تعالیٰ اُسے بخش دیتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان پانی کے ایک قطرے کی مثل ہے اور پیدا بھی پانی کے ایک قطرے سے کیا گیا ہے۔ انسان کے وجود میں پانی کے اِسی ایک قطرے کی شہوت انسان کو اِتنا خراب کرتی ہے کہ اُسے عقل وخرد سے بیگانہ کر کے اِنسان سے حیوان بنا دیتی ہے، ایسے سنگین حالات میں صرف مرشدِ کامل ہی ہے جو دستگیری فرما کر اُسے شہوت و شامتِ نفس سے بچا سکتا ہے ۔ عارفوں میں بھی شہوت ہوتی ہے لیکن اُن کی شہوت نورِ حضور کے شوق اور برکتِ قربِ اِلٰہی کی پیداوار ہوتی ہے جو شہوتِ نفس کو اپنے قابو میں رکھتی ہے۔ جب تک تُو ہوائے نفس سے نجات حاصل نہیں کر لیتا عرشِ اکبر پر قدم نہیں رکھ سکتا۔

بیت :۔ ''اگر تیری آرزو وتمنا جنت میں جانے کی ہے تو آرزوئے ہوا کے قدموں پر مت جا۔''

جو شخص ہوائے نفس کو بند کر لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عارف بن جاتا ہے اور عارف چار قسم ، چار اِسم اور چار جسم کے ہوتے ہیں،(۱) معرفتِ ازل کا عارف،(۲) معرفتِ اَبد کا عارف،(۳) معرفتِ دنیا کا عارف،(۴) معرفتِ عقبیٰ کا عارف لیکن عارفِ حقیقی کے لئے یہ چاروں معرفتیں حجابِ اکبر ہیں، خاص الخاص معرفت اور عارفِ منتہی وہ ہے جو اِن چاروں قسم کی معرفتِ طبقات سے نکل کر غرق فنافی اللہ ذات ہو جائے۔

ابیات:۔ (۱) ''مرد وہ ہے جو غرقِ نور ہو، یہ مغرور لوگ بھلا غرقِ نور کہاں ہو سکتے ہیں؟''(۲)''یہ تو دنیائے مردار کے طالب کتے ہیں جو ہر وقت فتنہ وفریاد میں مبتلا رہتے ہیں۔''(۳)''اِن کتوں کو عارفوں کی جماعت سے نکال دو کہ یہ ہر وقت جیفۂ دُنیا کی طلب میں سرگردان رہتے ہیں۔''(۴)''اے باھُو! خدارا کھول کر بتادے کہ عارفوں کو معرفتِ حق تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ہی سے حاصل ہوتی ہے ۔''

معرفتِ الٰہیہ کے یہ مراتب شہسوارِ شریعت مردانِ خدا کے مرہونِ ہمت ہیں، یہ طالب دنیا کتے معرفتِ دیدار کے لائق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ جان لے کہ مراتب تجرید و تفرید وہ شخص حاصل کرتا ہے جو ایک دن یا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں تہتر کروڑ دس لاکھ اور تین ہزار بلکہ بے شمار مقامات طے کر جاتا ہے اور اگر مرشد کامل ہو تو اِن تمام مقامات کی طیر سیر ایک ہی دم اور ایک ہی قدم میں کرا دیتا ہے جس سے طالب کے وجود کو دونوں جہان کی زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات میں مشغول ہوتا ہے تو قدرتِ الٰہی سے دس لاکھ یا اُس کے وجود کے بالوں سے بھی زیادہ بے حد و بے شمار نورانی صورتیں اُس کے وجود سے نمودار ہوتی ہیں اور طالب اُن نورانی صورتوں کے ساتھ پوری ہوش مندی سے معرفتِ الٰہی میں غرق ہوتا رہتا ہے اور جب اُس کا وجود معرفتِ الٰہی میں پک جاتا ہے تو خلقِ خدا کی راہنمائی اور ارشاد کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ مراتبِ مقامات اور صورتِ تجلیاتِ نورِ ذات علمِ فقر و معرفتِ الٰہی کے ابتدائی قاعدے کی الف ب ہے۔ جو شخص علمِ فقر کے اِس ابتدائی قاعدے کو نہیں پڑھ سکتا وہ انتہائے معرفتِ الٰہی کا ایک حرف بھی نہیں جان سکتا اور جو شخص اِس قاعدے کو اچھی طرح پڑھ لیتا ہے اور اُس کے بعد مقاماتِ ترک و توکل، تسلیم و رضا، تجرید و تفرید، فنا و بقا و صفا اور توحید کا مشاہدہ بھی کر لیتا ہے تو اُسے خواب و مراقبہ میں انبیاؑ و اولیاؒ و سُلطان الفقر کی مجلس کی حضوری اور ملاقات نصیب ہو جاتی ہے۔ سُلطان الفقر ایک صورتِ نور ہے جو ہمیشہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر رہتی ہے یا اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجتماعی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ تجرید یہ ہے کہ سالک ہر ایک مقام سے نکل کر تنہا ہو جائے اور نفس و شیطان سے خلاصی پا جائے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور رہے اور نفسِ مطمئنہ بن کر حضورِ حق میں ہمیشہ با

ادب رہے۔ شیطان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ مقامِ حضور منظور تک پہنچ سکے اور تفرید یہ ہے کہ سالک فرد (اکیلا) ہو جائے، بظاہر رات دن عوام میں گھل مل کر رہے لیکن بباطن مکمل طور پر فردانیتِ ربوبیت میں غرق رہے۔ اس راہ کا تعلق زبانی قیل وقال سے نہیں بلکہ مشاہدہ احوال سے ہے اور مشاہدہ احوال مرشدِ کامل کی عطا اور اللہ تعالیٰ کے فیض وفضل سے حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ انعام عطا کر دیتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''بے شک آپ جسے چاہتے ہیں ہدایت نہیں فرماتے بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے۔'' اسی طرح فرمایا گیا ہے :- ''کوشش کرنا میرا کام ہے اور پایۂ تکمیل تک پہنچانا اللہ کا کام ہے۔'' جب عارف فقر و معرفت و توحید و تجرید و تفرید کا تمام علم حاصل کر لیتا ہے اور ظاہر باطن میں اُس کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی اور ذات وصفات کے تمام مقامات اُس کے تصرف میں آجاتے ہیں تو اُسے جوہرِ جمعیت کہتے ہیں۔ جوہرِ جمعیت کی دو علامات ہیں، (۱) ظاہر میں ہوشیار ہوتا ہے اور شریعت پر کاربند رہتا ہے اور (۲) باطن میں غرقِ مراقبہ ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے گویا کہ وہ ایک مردہ ہے لیکن حقیقت میں وہ مشرفِ دیدار ہو کر تجلیٔ انوار کی دید اور ربوبیت کے مشاہدے میں غرق ہوتا ہے۔ جو کوئی اِس میں شک کرے وہ کافر ہے اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔ جو کوئی اِس کھلے دروازے سے آتا ہے وہ طالبِ دیدار عارفِ شہباز ہے اور جو اِس کھلے دروازے میں آنے سے گریز کرتا ہے وہ حرص ولالچ کا مارا ہوا طالبِ دنیا غلیواز (چیل) ہے۔

ابیات :- (۱) ''آنکھ وہ ہے جو لائق دیدارِ الٰہی ہو، وہ آنکھ آنکھ ہی نہیں جو مردار دنیا کی متلاشی ہو ۔'' (۲) ''ایک اندھا آدمی سورج کو کہاں دیکھے کہ اُس کے اور سورج

کے درمیان سینکڑوں حجابات ہیں۔"

بینا اہل روح ہے اور نابینا اہل نفس امارہ ہے۔ اہل ارواح مقدس اور اہل نفس امارہ نجس باہم ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ جان لے کہ جہان بھر میں جہالت سے بدتر چیز اور کوئی نہیں ہے۔ اَلغرض علم عمل کرنے کے لئے ہے، علم بغیر عمل کے بانجھ عورت کی مثل ہے ۔یقین جانیے کہ اِبتدا و انتہا کے چودہ علوم کو اپنے قبضہ و تصرف میں لا کر عالم فاضل بن جانا آسان کام ہے لیکن اطاعت گزار و متقی پرہیزگار و باعمل عالم بننا بہت مشکل و دشوار کام ہے، زندہ دل وہ ہے جو ذاکرِ خفیہ ہے۔ ذاکرِ خفیہ رات دن ذکر کی تلوار سے نفس کو قتل کرتا رہتا ہے۔ذاکرِ خفیہ ہونا بھی آسان کام ہے لیکن صاحبِ مذکور غرق مع اللہ ہو کر صاحبِ الہام حضور ہونا بہت دشوار کام ہے۔ الہام مذکور حضورِ پروردگار ہونا آسان کام ہے لیکن وسیع حوصلہ کے ساتھ وجود میں معرفتِ اِلٰہی کی نگہداری کرنا بہت دشوار کام ہے۔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں داخل ہو کر دیدارِ انوار رحمت سے مشرف ہونا آسان کام ہے لیکن ولایت و ہدایتِ محمدی، خوئے بوئے محمدی، خُلقِ محمدی، ترک و توکلِ محمدی، تسلیم و رضائے محمدی اور فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اختیار کرنا بہت دشوار کام ہے۔بادشاہ بن جانا اور مشرق سے مغرب تک ملکِ سلیمانی پر حکومت کرنا آسان کام ہے لیکن عدل و احسان قائم کر کے مسلمانوں کو اُن کے حقوق بہم پہنچانا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ مرشد بن جانا آسان کام ہے لیکن طالب مریدوں کو اُن کے مطلوب تک پہنچانا، اِنتہائے معرفت تک پہنچا کر اُنہیں نورِ وحدانیت میں غرق کرنا اور اُنہیں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچانا بہت دشوار کام ہے۔ طالبِ مولیٰ بننا آسان کام ہے لیکن باادب و باحیا ہو کر اپنے تمام اختیارات مرشد کے حوالے کرنا بہت دشوار کام ہے۔ پیر بن

جانا آسان کام ہے لیکن بوقتِ مشکل مرید تک پہنچنا بہت دشوار کام ہے - مرید بننا آسان کام ہے لیکن مراد سے دست بردار ہونا بہت دشوار کام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''مرید وہ ہے جس کی کوئی مراد نہ ہو۔ ''قولِ مشائخ ہے:- ''مرشد کے سامنے طالب اِس طرح ہوتا ہے جس طرح مردہ غسال کے ہاتھوں میں۔'' اَلغرض! جب کوئی طالب مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں داخل ہوتا ہے تو چار نظریں اُس پر اثر انداز ہوتی ہیں، (۱) حضرت صدیق اکبرؓ کی تاثیرِ نظر سے اُس کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور جھوٹ ونفاق اُس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ (۲) حضرت عمرؓ کی تاثیرِ نظر سے اُس کے وجود میں عدل اور محاسبہ نفس کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اُس کے وجود سے خطرات وہوائے نفسانی کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جاتا ہے، (۳) حضرت عثمانؓ کی تاثیرِ نظر سے اُس کے وجود میں ادب وحیا پیدا ہو جاتی ہے اور بے ادبی و بے حیائی اُس کے وجود سے نکل جاتی ہے، (۴) حضرت علیؓ کی تاثیرِ نظر سے اُس کے وجود میں علم وہدایت وفقر پیدا ہو جاتا ہے اور جہالت وحُبِّ دنیا سے اُس کا وجود پاک ہو جاتا ہے، اِس کے بعد وہ اِس لائق بنتا ہے کہ اُسے تلقین کی جائے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے دست بیعت فرما کر مرشدی کے لازوال ولاتخف ولاتحزن ولارجعت مراتب تک پہنچاتے ہیں۔ جو مرشد طالب اللہ کو پہلے ہی روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں نہیں پہنچاتا، اصحابِ کبارؓ سے نعمت نہیں دلواتا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دست بیعت نہیں کرواتا اور ایک ہی ساعت میں طاعت و ریاضت کے بغیر محض تصورِ اسمِ اللہ ذات کی حضوری سے ولایت وہدایت سے ہمکنار نہیں کر دیتا اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا۔ اگر باطن میں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور قربِ حق تعالیٰ میں غرق فنافی اللہ کے مراتبِ اعلیٰ کا شرف نہ ہوتا تو راہِ حق کے تمام راہی

گمراہ ہو چکے ہوتے۔ باطن یہ ہے کہ جو کچھ باطن میں دیکھا جائے اُس کا وجود پر نص و حدیث اور قرآن و شریعت کے مطابق ظہور ہو ورنہ باطن باطل قرار پائے گا کیونکہ شریعت دراصل باطن ہی کا اظہار ہے۔ جان لے کہ اگر کوئی شخص خواب یا مراقبے کی حالت میں تجھے نیکی یا برائی کا حکم دے یا دینی و دنیوی مہمات سر کرنے کی اجازت دے یا اُس سے منع کرے اور اُس وقت وہ اپنی زبان سے کلمہ طیب "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھے یا درود شریف پڑھے یا" لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ " پڑھے یا فاتحہ پڑھے تو بے شک وہ انبیا و اصحابِ کبارؓ و مجتہدین و اولیا و فقرا و درویشانِ باطن صفا کی ارواح میں سے ہے لیکن اگر وہ اِن صفات سے متصف نہ ہو تو بے شک وہ جن ہے یا شیطان - جان لے کہ مراقبے کا تعلق چار چیزوں سے ہے اور وہ چار "م" ہیں۔ پہلی "م" مراقبۂ محبت ہے، مراقبۂ محبت سے اسرارِ پروردگار کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، یہ مراقبہ اِسمِ "اَللّٰهُ" کے تصور سے کیا جاتا ہے۔ دوسری "م" مراقبۂ معرفت ہے۔ مراقبۂ معرفت سے توحید انوارِ الٰہی نمودار ہوتی ہے، یہ مراقبہ اِسمِ "لِلّٰهِ" کے تصور سے کیا جاتا ہے۔ تیسری "م" مراقبۂ معراج الصلوٰۃ ہے جس سے دل میں مشاہدہ کھلتا ہے اور فرحت انگیز و ذوق بخش ذکر جاری ہوتا ہے، تمام وجود ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور ہر رونگٹے کی زبان پر اللہ کے نام کا ذکر جاری ہو جاتا ہے، یہ مراقبہ اِسم "لَهٗ" کے تصور سے کیا جاتا ہے، چوتھی "م" مراقبۂ مجموعۃ الوجود ہے۔ مراقبۂ مجموعۃ الوجود سے طالب کے ساتوں اندام مشاہدۂ نورِ ذات میں غرق ہو جاتے ہیں اور وہ نفس و شیطان پر غالب آ جاتا ہے۔ صاحبِ مراقبہ جب تک جملہ انبیا و اولیا سے مجلس و ملاقات نہیں کر لیتا مراقبہ سے باہر نہیں آتا۔ بظاہر وہ لوگوں کے سامنے پل بھر کے لیے آنکھیں بند کرتا ہے بلکہ ایک بات کے دورانیے کے برابر مراقبہ کرتا ہے لیکن باطن

میں اُس کا وہ مراقبہ ستر سال کا ہوتا ہے۔ یہ مراقبۂ ہفت اندام صاحبِ مراقبہ کا انتہائی کامل مراقبہ ہے کہ دورانِ مراقبہ صاحبِ مراقبہ کے ہر ایک اندام سے ستر ہزار نوری صورتیں نمودار ہو کر ذکر اللہ کرتی ہیں اور جب صاحبِ مراقبہ مراقبے سے باہر آتا ہے تو تمام نوری صورتیں واپس جا کر صاحبِ مراقبہ کے جسم میں گم ہو جاتی ہیں۔ بعض صاحبِ مراقبہ اس مراقبہ کو جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے - یہ مراقبہ اسمِ "ھُـوْ" کے تصور سے کیا جاتا ہے۔ تصورِ اسمِ "ھُوْ" سے چار منتہی ذکر کھلتے ہیں جنہیں غرقِ نور حضور کہتے، (۱) ذکرِ حامل، یہ ذکر مرشدِ کامل سے حاصل ہوتا ہے۔ (۲) ذکرِ سلطانی، اس ذکر سے ذاکر ہوائے نفسانی کی قید سے نکل کر لاھوت لامکان میں پہنچ جاتا ہے، (۳) ذکرِ قربانی، اس ذکر سے خطراتِ شیطانی سے خلاصی نصیب ہوتی ہے، (۴) ذکرِ خفی، اس ذکر سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ جس شخص کو یہ ذکر حاصل نہیں اُس کا مراقبہ مردود ہے اور وہ خطرات میں گھرا ہوا دنیائے مردار کا سیاہ دل طالب ہے۔ اہلِ دنیا خواہ کتنا ہی صاحبِ عز و جاہ اور صاحبِ روضہ و خانقاہ کیوں نہ ہو، قربِ الٰہی ہرگز نہیں پا سکتا - جس شخص کی نظر آخرت کے ملکِ عظیم پر ہو وہ صاحبِ صفتِ کریم نفس و شیطان کے شر سے فارغ رہتا ہے۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ جان لے کہ نورِ ہدایت اِن علوم سے حاصل ہوتا ہے یعنی اِنجیل کے علم، زبور کے علم، توریٰت کے علم، قرآن کے علم، حدیثِ قدسی و حدیث نبوی کے علم، ایمانِ مجمل و ایمانِ مفصل کے علم، "سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ ..... الرُّوْحُ" اور "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ---- الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ" کے علم، کلمہ طیب "لَآاِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور کلمہ شہادت "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" اور اِن دونوں

کلمات کے اقرار و تصدیق قلب کے علم سے، علمِ جفر کے نقش و دائرے کھینچنے سے اور علمِ اِرادات سے کہ جس کے ذریعے فتوحاتِ غیبی حاصل ہوتی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفاقت نصیب ہوتی ہے اور شہ رگ سے نزدیک تر الہاماتِ قدرتِ الٰہی سننا نصیب ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے فقیروں پر حضورِ حق سے جواب باصواب کی صورت میں کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہونے والی تجلی نور سے بڑھ کر تجلیاتِ نور وارد ہوتی ہیں۔ یہ جملہ علوم نورِ ہدایت ہیں ۔ ابلیس ملعون کے پاس وہ کون سا زبردست علم ہے کہ جس کی قوت سے وہ عالم، فاضل، فقیر، درویش اور عارف واصل لوگوں پر غالب آ جاتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اس کی حکمت یہ ہے کہ شیطان آدمی کے وجود میں ستر مرتبہ داخل خارج ہوتا ہے کیونکہ آدمی کے ہر ایک بال کے اندر اُس کے لیے ایک راستہ ہے، لہٰذا مردہ دل طالبِ دنیا آدمی کے وجود میں شیطان داخل ہو کر نفسِ امارہ کو طمعِ دنیا کا علم پڑھاتا ہے۔ طمع وجود کے اندر وسوسہ و خطرات کے ذریعے خناس و خرطوم کو زندہ کر دیتی ہے۔ اِسی علمِ طمع کے ذریعے وہ لوگوں پر غالب آتا ہے اور لوگ اُس کا کہنا مانتے ہیں اور حرص و طمع کو نہیں چھوڑتے کہ شیطان کے پاس اُن کے لیے علمِ طمع کی چابی موجود ہے۔ تین آدمیوں کے وجود میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا، (۱) وہ آدمی جس کے وجود میں صورتِ نورِ ایمان نقش ہو اور وہ ہمیشہ تصدیقِ دل کے ساتھ کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھتا ہو کیونکہ نورِ کلمہ طیب کی آگ شیطان کو جلاتی ہے اور وہ بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ (۲) وہ آدمی کہ جس کے وجود میں تصورِ اسمِ اللہ ذات ثبت ہو جائے۔(۳) وہ آدمی کہ جو " لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ " پڑھتا رہتا ہو کیونکہ لاحول ایک تلوار ہے جس کے ایک ہی وار سے ستر شیاطین قتل ہو جاتے ہیں۔ یہ دو گروہ یعنی علمائے عامل اور فقرائے

کامل شیطان کے علم و مکر و حیلہ سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ با اَخلاص ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ’’ ہر چیز کی ایک آفت ہے اور علم کی آفت طمع ہے۔‘‘ فرمان حق تعالیٰ ہے :- ’’ اے شیطان! بے شک میرے بندوں پر تیرا داؤ نہیں چلے گا اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو ۔‘‘ علمائے عامل اور فقرائے کامل کے علاوہ تمام طالب ِ دنیا لوگ شیطان کے شمار میں اِس طرح رہتے ہیں جس طرح کہ چرواہے کے شمار میں بھیڑ بکریاں ۔ فرمان حق تعالیٰ ہے :- ’’ اے اولادِ آدم! شیطان کی پیروی مت کرو کہ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔‘‘ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ’’ جن شیطان سے انسان شیطان زیادہ بُرا ہے۔‘‘ فرمان حق تعالیٰ ہے :- ’’ (مَیں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) حاسد کے شر سے کہ جب وہ حسد کرنے لگے۔‘‘ چنانچہ کلماتِ معرفت ِ ربانی ، اسرارِ سبحانی ، قرب ِ مشاہداتِ ہر دو جہانی ، تصرفاتِ کل مسخرات ، عرش سے تحت الثریٰ تک جہان بھر کی طیر سیر ، ہر ملک و ہر زمین کا قبضہ و تصرف ، تمام جنوں ، اِنسانوں ، فرشتوں ، مؤکلوں اور ملک ِ سلیمانی پر حکومت ، ذات و صفات کے جملہ علومِ درجات و مقامات و طبقات ، جملہ روحانیوں اور ارواحِ انبیاؑ و اولیاؒ سے مصافحہ و ملاقات ، مقامِ اَبد ، مقامِ دنیا ، مقامِ عقبیٰ ، مقامِ معرفت ِ مولیٰ اور اُن سے متعلقہ ہر چیز کا مشاہدہ ، مقامِ فنا فی اللہ بقا باللہ اور قرب ِ حق تعالیٰ کے تمام ادنیٰ و اعلیٰ مقامات کا مشاہدہ ، کل و جز کے جملہ مقامات کا مشاہدہ اور مطلق توحید ذات کے تمام مراتب تصورِ اسمِ اللہ ذات ، تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، تصورِ کلمہ طیبات ’’ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ‘‘ ، تصورِ اسمِ اعظم ، تصورِ آیاتِ قرآن اور تصورِ ننانوے اِسمائے باری تعالیٰ کی حاضرات سے حاصل ہوتے ہیں ۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ’’ اِسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور وہ بلند کرتا ہے

ہر نیکی کے کام کو - ''فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور اُن پر لازم فرمایا پرہیزگاری کا کلمہ اور وہ اِس کے اہل بھی تھے اور سزاوار بھی اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے-'' اِیمان ، جمیعت ، معرفتِ اِلٰہی ،تصدیق اورذکرِ کلمہ طیب '' لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' سب نور ہے جس کا مقام دل ہے- جب اِس مجموعی نور کا سورج دل کی نگری میں جگمگاتا ہے تو غنچۂ دل کھل اُٹھتا ہے اور دل کا پھول خوشبو و فرحت بکھیرنے لگتا ہے اور زبان پر '' لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کا سچا اِقرار جاری ہو جاتا ہے- پس دین و ایمان کی اصل بنیاد تصدیق ہے جس کا مقام دل ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور ابھی تک اِیمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کم نہ کریگا، بے شک اللہ تعالیٰ غفورٌ رحیم ہے-'' اور علم بھی دو قسم کا ہے، (۱) علمِ ظاہر، اِس کا تعلق معاملات اور اِقرارِ زبان سے ہے، یہ علم رسمی رواجی طور پر پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے، اِس کا اِنحصار قیل وقال کی تحقیق پر ہے اور اِس کے بہت سے درجے ہیں- (۲) علمِ باطن، یہ معرفتِ اِلٰہی اور تصدیقِ قلب کا علم ہے، یہ اللہ حیّ قیوم کا وہ علم ہے جسے علمِ لدنی کہا جاتا ہے-

بیت :- ''رسمی رواجی علم صاف دل لوگوں کے کسی کام نہیں آتا کہ جب آئینہ خود ہی روشن ہو تو اُسے جوہر کی حاجت نہیں ہوتی-

البتہ جب تک علمِ ظاہر رفیق نہ ہو، علمِ باطن کی توفیق نہیں ملتی- علمِ ظاہر ابتدا ہے اور علمِ باطن اِنتہا - جب تک یہ دونوں علم جمع نہ ہوں مرتبۂ عین (قربِ حق تعالیٰ کا اِنتہائی مرتبہ) تک رسائی ممکن نہیں- علم مونسِ جان ہے، زاہدِ بے علم شیطان ہے- یاد رہے کہ ازل کے دن جب '' اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ '' (کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں؟) کی آواز کانوں میں

پڑی تو بعض ارواح نے یہ آواز سن کر جواب دیا:۔ ''قَالُوْا بَلٰی'' (ہاں کیوں نہیں؟)، بعض ارواح کو اُس آواز سے اتنی لذت آئی کہ وہ اُس آواز کی طرف بھاگ کھڑی ہوئیں اور بعض ارواح ایسی بھی تھیں جو اُس آواز سے پیشتر ہی مشاہدہِ انوارِ دیدارِ پروردگار میں مست ہو کر دُہائی دے رہی تھیں :۔ ''اَنَا الْمُشْتَاقُ الْمُدَ بِرِیْنَ ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ'' (ہم غلام تو تیری اس کرم نوازی کے مشتاق ہیں، کیا مزید کرم نوازی بھی ہوگی؟)، اُنہوں نے خود کو اللہ کے سوا ہر چیز سے لاتعلق کر رکھا تھا۔ ایسے صاحبِ دیدار لوگوں کے جسد کو جسد الاسرار کہا گیا ہے۔ یہ زندہ دل لوگ ہر وقت مشاہدہِ ربوبیت میں غرق رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ظاہر میں بیدار، شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی میں ہوشیار، بدعت وشرک وکفر سے بیزار اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے محوِ استغفار رہتے ہیں۔ اس مرتبے کے لوگوں کو محبوب کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ دیدارِ حق، مشاہدہِ حق، معرفتِ نورِ حق اور عرفانِ تجلیاتِ ذاتِ حق کے سوا نہ تو کسی چیز کے طالب ہوتے ہیں اور نہ ہی کلماتِ حق کے سوا اُن کی زبان پر کوئی اور الفاظ آتے ہیں۔ یہ حق الیقین کا مرتبہ ہے جو علم الیقین اور عین الیقین کے مراتب سے بہت آگے ہے۔ یقین یہ ہے کہ بندہ فنا فی اللہ ہو جائے اور فنا فی اللہ یہ ہے کہ بندہ بقا باللہ ہو جائے یعنی ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مراتب پالے۔ جو شخص ازل کے دن دیدارِ الٰہی میں غرق رہا وہ دنیا میں بھی اسی طرح غرقِ دیدار ہو کر دنیا سے بیزار رہتا ہے۔ ایسے شخص کو مادر زاد ولی اللہ کہتے ہیں۔ جس شخص کو دنیا میں دیدارِ الٰہی نصیب ہو جائے اور اُس کا دل ذکر اللہ سے زندہ ہو جائے تو اُس کی آنکھیں ازل سے ابد تک بیدار رہتی ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچنا بھی آسان کام ہے لیکن نورِ دیدارِ الٰہی میں غرق ہونا اور بظاہر اوراقِ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے بھی معرفتِ فنا فی اللہ میں غرق

رہنا بہت مشکل کام ہے۔ بعض لوگ بظاہر خلقِ خدا کی نظر میں مجذوب ہوتے ہیں لیکن بباطن حضورِ حق میں محبوب ہوتے ہیں۔ جو شخص محبوب ہے اور نہ مجذوب وہ بے چارہ اندھا ہے محجوب۔ جس کے پاس چشمِ دل ہی نہیں وہ معرفتِ الٰہی کے لیے بینائی کہاں سے لائے ؟ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ جو شخص یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا ۔''

بیت:۔ '' عارفوں کی نظر تو ازل سے ہی محو دیدار چلی آ رہی ہے، ازل کے اندھے کو کیا دکھائی دے کہ وہ تو ہے ہی مبتلائے زوال ۔''

ہاں! یہ بات درست ہے کہ جو شخص ازل کے دن حق الیقین کے مرتبے تک پہنچا وہ دنیا میں بھی حق الیقین کے مرتبے پر ضرور پہنچتا ہے۔ صاحب مرتبۂ حق الیقین مجموعی طور پر چار چیزوں سے تعلق رکھتا ہے جن میں سے دو کا تعلق ظاہر سے ہے اور وہ یہ ہیں:۔(۱) طاعتِ الٰہی بتوفیقِ الٰہی اور (۲) شریعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل پیروی اور دو چیزوں کا تعلق باطن سے ہے، (۱) مشاہدہ معرفتِ نورِ الٰہی کا استغراق اور (۲) مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری۔ یہ مرتبہ ہے باطن آباد صاحب حق الیقین حضرات کا۔ معرفتِ توحید و فقر کی راہ بہت مشکل ہے، اہلِ تقلید میں سے بعض لوگ مثلاً کسی زمیندار یا کسان یا تعلقہ دار کا کوئی بیٹا یا بھائی فقیر بن بیٹھتا ہے اور خود کو لوگوں کے سامنے بے حد متقی و پارسا اور صالح ظاہر کرتا ہے لیکن اُس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اُس کے باپ بھائی اُس پر اعتماد کریں اور وہ اُس سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں قتل کردے اور اُن کے مال و دولت پر قابض ہو کر عیش کرے۔ اِسی طرح اگر کوئی سرکاری عہدہ دار یا سپاہی فقیر بن جاتا ہے تو اُس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ فقیری کی آڑ میں وہ شاہی دربار میں کوئی اچھا سا عہدہ حاصل کر لے یا شاہی منصب دار اُس کے مرید بن جائیں اور اگر کوئی منصب دار فقیر بنتا

ہے تو محض اِس غرض سے کہ وہ اِس بہانے سات ہزاری سردار بن جائے یا پھر شاہی دربار کے اُمرا اُس کے طالب مرید بن جائیں اور اگر اُمرا میں سے کوئی امیر فقیری اختیار کرتا ہے تو اُس کا مقصد بھی صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ شاہی دربار میں وزارت حاصل کر لے اور بادشاہ کا مقرب بن جائے، اگر کوئی وزیر فقیری اختیار کرتا ہے تو اُس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ یا تو خود بادشاہ بن جائے یا بادشاہ کو اپنا گرویدہ بنا لے تاکہ اُس سے اپنی ہر بات منوا لیا کرے لیکن اگر کوئی بادشاہ فقیری اختیار کرتا ہے تو اُس کی فقیری محض رضائے اِلٰہی کی خاطر ہوگی اور اُس کا مقصود صرف معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری ہی ہوگی اور وہ یہ دونوں مراتب حاصل کر کے واصل باللہ عارف ہو جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "بے شک اللہ تعالیٰ فقرائے غنی کو پسند فرماتا ہے۔" مصنف کہتا ہے کہ مرشدِ کامل کی علامت یہ ہے کہ وہ طالب اللہ کو پہلے ہی روز ساری دنیا کی بادشاہی کا مکمل تصرف عطا کر کے غنی بنا دے تاکہ اُس کا دل دنیا اور اہلِ دنیا سے سرد ہو جائے کیونکہ راہِ معرفت میں اُسی کو ہی کامل ہدایت نصیب ہوتی ہے جسے اِنتہائی غنایت حاصل ہو جائے لیکن مرد وہ ہے جو ایک ہاتھ سے حصولِ دنیا کا علم لے تو دوسرے ہاتھ سے چھوڑ دے۔ غنایتِ دل اور توفیقِ ہدایت کے لیے مرشد طالب اللہ کو چار چیزیں عطا فرماتا ہے، (۱) سنگِ پارس کہ جس سے اگر لوہا مس کر جائے تو سونا بن جاتا ہے، اِس سے فقیر دنیا میں لایحتاج رہتا ہے۔ (۲) زمین بھر میں چھپے ہوئے تمام خزائنِ اِلٰہی کا تصرف کہ جتنا چاہے طالب اللہ زمین سے خزانہ حاصل کر لے، اِس سے بھی فقیر دنیا میں لایحتاج رہتا ہے۔ (۳) مؤکل فرشتے کہ وہ طالب اللہ کو علمِ کیمیا الہام کر دیتے ہیں جسے وہ اپنے عمل میں لا کر دنیا میں لایحتاج رہتا ہے۔ (۴) طالب اللہ کی نظر میں ایسی تاثیر بھر دیتا ہے کہ جس

سے مٹی سونا بن جاتی ہے جو زرگر کے ہاتھ میں جا کر بھی دوبارہ مٹی نہیں بنتا بلکہ سونا ہی رہتا ہے۔ اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اُس میں اسمِ اعظم کی برکت سے تصرف کرتا ہے، اس سے فقیر دنیا میں لا یحتاج رہتا ہے۔ مرشد ابتدا ہی میں یہ چاروں چیزیں تصورِ اسمِ اللہ ذات کی حاضرات سے طالب اللہ کو عطا کر دیتا ہے تاکہ وہ ہوائے نفس سے پاک ہو کر جمعیت پکڑے لیکن یہ بھی ادنیٰ مرتبہ ہے، اے طالب! اس پر مغرور نہ ہو بلکہ اس سے آگے بڑھ کر مرشد سے معرفتِ الٰہی کا قرب، نگاہِ الٰہی میں منظوری، نورِ الٰہی میں استغراق فنا فی اللہ اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری طلب کر اور یہ التماس کر کہ تجھے دائمی ذکر مذکور اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری حاصل رہے۔ یہ لوگ ہرگز فقیر نہیں ہوتے جو درمِ دنیا جیسے فتنہ وفضیحت کی طلب میں لوگوں سے مال بٹورتے رہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''بعض لوگ ترکِ دنیا کر کے اس غرض سے فقیر بن جاتے ہیں کہ وہ دنیا میں نام و ناموس کما لیں، خلقِ خدا اپنی مرادوں کے لیے اُن کی طرف رجوع کرے، دنیا میں شان وشوکت حاصل کریں اور مالِ دنیا جمع کریں۔'' جان لے کہ بعض فقیر کہتے ہیں ہمیں دین و دنیا اکٹھی عطا کی گئی ہیں لیکن یہ اُن کے نفسِ امارہ کا فریب، شیطانی حیلہ اور خطا ہے کیونکہ تمام عبادات کی جڑ ترکِ دنیا ہے اور تمام خطاؤں اور خطرات کی جڑ حُبِّ دنیا ہے۔ عجیب احمق ہیں یہ لوگ کہ خطا کو عطا سمجھے بیٹھے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حُبِّ دنیا تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''آپ فرما دیں کہ متاعِ دنیا قلیل ہے۔'' اہلِ مراتبِ دنیا منافق و بخیل اور محروم از معرفتِ ربِّ جلیل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔'' مومن کے دل میں حُبِّ دنیا اور دین کا جمع ہونا اس طرح ناممکن ہے جس طرح کہ آگ اور

پانی کا ایک ہی جگہ پر جمع ہونا۔" فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- " اُن کے دلوں میں مرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا ہے۔ " وجود میں آتشِ حرصِ دنیا کا موجود ہونا ایک مرض ہے ۔ نورِ توکل ایک پانی ہے جس سے فقرا جب سیراب ہوتے ہیں تو انہیں کامل صحت اور جمعیت نصیب ہو جاتی ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- " اور جس نے توکل کیا اللہ پر اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ "

بیت :- " عارف کبھی نہیں ڈرتے اور نہ کسی کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں ۔ "

اہلِ دنیا منافق و مشرک و نفس پرست ہوتے ہیں کہ نماز بھی ریا سے پڑھتے ہیں۔

بیت :- "نفس پلید ہو تو پاک لباس کا کیا فائدہ، دل میں شرک ہی شرک ہو تو زمین پر سجدہ ریزی کا کیا فائدہ؟ "

جان لے کہ تین آدمیوں کا وجود ہرگز پاک نہیں ہوتا کہ وہ نجس ہیں اور ہر وقت نجاست میں لتھڑے رہتے ہیں، جب تک وہ نجاست سے نکل نہیں آتے ہرگز پاک نہیں ہوتے ، ایک دیوث (بھڑوا) کہ وہ ریچھ صفت ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " دیوث ہرگز جنت میں نہیں جائے گا۔ " دوسرا طالبِ دنیا کتا ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- " دنیا مردار ہے اور اُس کے طالب کتے ہیں ۔ " تیسرا کافر اور اُس جیسے منافق و کاذب اور متذبذب لوگ جو کبھی مومن بن جاتے ہیں اور کبھی منکر اور معرفتِ الٰہی سے محروم مشرک و مردود اہلِ بدعت تارکِ نماز و تارکِ جماعت، حسن پرست اہلِ سرود تارکِ شریعت ۔

ابیات :-(۱) " سرود ایک لعنت ہے جو گناہوں کی جڑ ہے اُسے مباح قرار دینے والا پکا شیطان ہے۔ " (۲) " مدحتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیان کرنے والی سریلی

آواز اور ہے کہ جس سے واصل باللہ حضرات نفس کو قتل کرتے ہیں ۔''

جان لے کہ سرود کفر ہے۔ کافر بتوں کے سامنے سرود بجاتے ہیں۔ شیطان دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہو کر گوناگوں قسم کے سرود کے ساتھ گیت گائے گا جسے سن کر تمام اہلِ سرود مست ہو جائیں گے اور دوڑ کر شیطان سے جا ملیں گے اور شیطان اُس ٹولے کو ساتھ لے کر جہنم میں داخل ہو جائے گا۔ عارفوں کو سرود کی آواز گدھے کی آواز سے بھی زیادہ بُری لگتی ہے۔ مسلمانوں، مومنوں اور انبیا و اولیا کو تلاوتِ قرآن مجید، تلاوتِ احادیث اور مد کھینچ کر بلند آواز سے کلمہ طیب '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھنے کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ اصحابِ کبارؓ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو کر با آوازِ بلند مد کھینچ کر کلمہ طیب '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کا ذکر کریں گے جسے سن کر آپ کی اُمت کے با اخلاص کلمہ گو تمام مومن مسلمان مست ہو جائیں گے اور دوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد جمع ہو جائیں گے اور جنت سے فرمانِ الٰہی کی یہ ندا آئے گی:- '' اے نفوس مطمئنہ! اپنے پروردگار کی بارگاہ میں راضی خوشی چلے آؤ اور میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنتِ قرب میں آ جاؤ ۔'' اِس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمتِ خاص کو ساتھ لے کر جنت میں داخل ہو جائیں گے ۔ تمام مومن مسلمانوں کو جنت میں یہ داخلہ مبارک ہو۔ سرود کی طرف رجوع وہ شخص کرتا ہے اور اُس سے اخلاص وہ شخص رکھتا ہے جو کلمہ و قرآن و دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے برگشتہ ہو چکا ہو۔ یہ فقیر حسد سے نہیں بلکہ حساب سے کہتا ہے کہ جو شخص سرود کے ساتھ ذکر اللہ کرتا ہے اور تالیاں بجا بجا کر اللہ کا نام لیتا ہے وہ اللہ کے نام کو رُسوا کرتا ہے کہ سرود سراسر رُسوائی ہے اور اللہ کا نام عزت و صفائی اور پاکیزگی سے تعلق رکھتا ہے۔ جو شخص اللہ کا پاک نام سرود

پلید کے ساتھ لیتا ہے وہ مطلق کافر ہے- پس اللہ کا نام پاک ہے اور اُس کا دائمی ذکرِ جہر و ذکرِ خفیہ فرضِ عین بندگی ہے جس سے دل کو زندگی نصیب ہوتی ہے جب کہ سرود شیطان کا شر اور پلیدی و شرمندگی ہے اور صاحبِ سرود کا خاتمہ بالشر اور گندگی ہے- پس معلوم ہوا کہ اہلِ بندگی اور اہلِ گندگی باہم اکٹھے نہیں ہو سکتے -

ابیات:-(۱) ''ذکرِ قلبی کیا چیز ہے؟ ذکرِ قلبی خاص الخاص نور ہے جس سے ذاکر کو دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے-'' (۲) ''بے حضور ذکر ذاکر کو ہوائے نفس میں مبتلا کرتا ہے جب کہ باحضور ذکر ذاکر کو مجلسِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچاتا ہے -'' (۳) ''جو شخص صبح و شام ذکرِ قلبی میں مشغول رہتا ہے وہ ہمیشہ امن میں رہتا ہے اور اُس کا خاتمہ بالخیر ہوتا ہے -'' (۴) ''ذاکرانِ قلبی کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہوشمند ہوتے ہیں جب کہ ذکرِ قلبی سے غافل لوگ مردہ دل اور معرفتِ حق تعالیٰ سے بیگانہ ہوتے ہیں-'' (۵) ''جو شخص ذکرِ حق میں غرق ہو کر دیوانہ ہو جاتا ہے تو عرش و کرسی اور تمام طبقاتِ خلق اُس کے قدموں میں آجاتے ہیں -'' (۶) ''ذاکرانِ قلبی کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت نورِ الٰہی میں غرق رہتے ہیں-'' (۷) ''جو شخص ذکرِ الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اُس کا نفس کفر و ریا میں مبتلا ہو کر فربہ ہو جاتا ہے -''

اور فرمایا گیا ہے:- ''ریا کاری کفر سے شدید تر گناہ ہے -'' ذاکر سے اُس وقت تک ذکر اللہ قائم نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اُس کی چابی حاصل نہیں کر لیتا اور ذکر اللہ کی چابی تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے - تصورِ اسمِ اللہ ذات سے وہ ذکر کھلتا ہے کہ جس کو شمار نہیں کیا جا سکتا، جسم کا ہر بال اِس طرح علیحدہ علیحدہ ذکر اللہ کرتا ہے کہ سر سے قدم تک وجود کا تمام گوشت پوست، رگیں، مغز اور ہڈیاں، غرض تمام اعضا ذکر اللہ کرنے لگتے ہیں- صاحبِ

تصورِ اسمِ اللہ ذات کا مرتبہ ''ہمہ اُوست در مغز و پوست'' ہوتا ہے۔ (یعنی اُسے ہر چیز کے ظاہر و باطن میں اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے) نیز ذکر اللہ چار چیزوں کے بغیر قائم نہیں ہوتا، (۱) مشاہدہ غرق فنافی اللہ، (۲) حضوری مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، (۳) ترکِ ما سویٰ اللہ اور (۴) مرتبہ بقا باللہ تک رسائی - اِن چار مراتب کا تعلق اذکارِ ربانی سے ہے اور وہ اذکارِ ربانی یہ ہیں، ذکرِ خفیہ عین العیانی، ذکرِ حامل کہ جس سے نفس فنا ہوتا ہے، ذکرِ سُلطانی کہ جس سے رُوح فرحت پاتی ہے، ذکرِ قربانی کہ جس سے دل کو زندگی نصیب ہوتی ہے اور ذکرِ مجموعۃ العلوم ذکرِ حیٔ قیوم کہ جس سے انتہائی خفیہ اسرارِ سبحانی منکشف ہوتے ہیں۔ اِس مرتبے کے ذاکر کو تصورِ اسمِ اللہ ذات سے وہ کلماتِ ربانی اور مشاہداتِ ربوبیتِ رحمانی حاصل ہوتے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''آپ فرما دیں کہ اگر سمندر کو سیاہی بنا کر کلماتِ ربانی لکھے جائیں تو کلماتِ ربانی ختم نہ ہوں گے مگر سمندر ختم ہو جائیں گے خواہ اُن جیسے اور سمندر بھی ساتھ ملا لیے جائیں -'' یہ حدیثِ قدسی بھی اُسی مرتبے کے متعلق ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:- ''جو شخص مجھے تلاش کرتا ہے بے شک وہ مجھے پا لیتا ہے، جو مجھے پا لیتا ہے وہ مجھے پہچان لیتا ہے، جو مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق بن جاتا ہے اور جو میرا عاشق بنتا ہے مَیں اُسے قتل کر دیتا ہوں، جسے مَیں قتل کرتا ہوں اُس کی دیت میرے ذمے ہو جاتی ہے اور اُس کی دیت مَیں خود ہوں -'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''کہ جسے اللہ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا -''

بیت:- ''دیدارِ الٰہی کے شہیدوں کو ہر وقت وصالِ الٰہی حاصل رہتا ہے اور وہ ہر وقت مشاہدہ جمال میں غرق رہتے ہیں -''

جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ کر معرفتِ فقر کے اِنتہائی درجے پر قدم رکھ لیتا ہے اُس پر پانچ مراتب کھل جاتے ہیں ۔ پہلا مرتبہ یہ ہے کہ وہ '' لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ''۱ کا مصداق بن جاتا ہے اور اپنا سب کچھ راہِ خدا میں صرف کر کے صفاتِ کریمہ اختیار کر لیتا ہے ۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ '' فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰهِ ''۲ کے حکم کی تعمیل میں قربِ الٰہی کی طرف بھاگ کھڑا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کبھی خوف زدہ ہوتا ہے اور کبھی پُر اُمید ۔ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر سے '' وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ''۳ کی تصدیق میں شہ رگ سے نزدیک تر تجلیاتِ انوارِ الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے ۔ حضوری کے اِس مقام پر اُسے وہم و خیال اور دلیل کے ذریعے قدرتِ الٰہی سے الہامات و پیغامات آتے رہتے ہیں ۔ اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ولی اللہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُس کا وجود کوہِ طور کی مثل ہوتا ہے اور وہ خود اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل ہوتا ہے ۔ ایسے ہی فقیر کو علمائے عامل کہا جاتا ہے اور اُسی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- '' میری اُمت کے علما انبیائے بنی اسرائیل کی مثل ہیں ۔'' چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ وہ '' وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ''۴ کی دعوت پر عمل کرتے ہوئے اپنے وجود کے اندر جھانکتا ہے۔

بیت :- '' چشمِ دل کھول کر اسمِ اللہ ذات کے نور سے دیکھ تا کہ اسمِ اللہ ذات تجھے حضورِ حق میں پہنچا دے ۔ ''

---

۱ :- ترجمہ = تم ہرگز نیکی نہ کما سکو گے جب تک کہ اپنی مرغوب چیزیں راہِ خدا میں خرچ نہ کرو ۔ ۲ :- ترجمہ = پس دوڑو اللہ کی طرف ۔ ۳ :- ترجمہ = اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔ ۴ :- ترجمہ = اور میں تمہاری جان کے اندر ہوں، کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اپنے رب کا ذکر اتنی محویت سے کر کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔'' جو شخص ذکر اللہ میں غرق ہو کر اپنی ہستی ہی بھلا بیٹھے اور دیوانگی کا شکار ہو جائے اُسے ہاتھ لگا کر دیکھو، اگر اُس کا وجود آگ کے انگارے کی طرح گرم ہو تو سمجھ لو کہ وہ معرفت " اِلَّا اللّٰہُ " کے مشاہدے میں غرق ہے اور اگر اُس کا وجود مردے کی طرح پانی سے زیادہ سرد ہو تو سمجھ لو کہ وہ انبیا و اولیا اللہ سے مجلس و ملاقات کر رہا ہے۔ یہ مراتب توحید ہیں۔ اگر اُس کے وجود میں سردی ہو نہ گرمی اور وہ گریہ زاری اور آہ وفغاں کر رہا ہو تو سمجھ لو کہ وہ محض اہل تقلید ہے۔ پانچواں مرتبہ یہ ہے کہ وہ ''مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ''[1] کا مصداق بن کر مشاہدہ جمالِ الٰہی میں غرق رہتا ہے۔

قطعہ :- ''جو شخص اہل بصیرت ہو کر واصل بخدا ہو جاتا ہے اُس کی نظر کونین پر نہیں ٹکتی کیونکہ کونین کو وہ شخص دیکھتا ہے جس پر ہوائے نفس کا غلبہ ہو۔ جس کی نظر جمالِ الٰہی کے نظارے میں غرق ہو وہ روشن ضمیر کبر کا شکار نہیں ہو سکتا کہ اُسے تو وصالِ کبریا حاصل ہوتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جب فقر اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔'' تجلیاتِ نورِ الٰہی کے یہ تمام عین بعین حق نما و برحق مراتب کلمہ طیبات " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کی چابی سے کھلتے ہیں، جو کوئی اس میں شک کرے وہ کافر و زندیق ہے بلکہ کلید کلمہ طیبات اور حاضرات اسمِ اللہ ذات سے تو ''وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَ سْمَآءَ کُلَّھَا ''[2] کا علم، '' عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ '' [3] کا علم اور ''عَالِمُ

[1] :- ترجمہ = نہ چوکی آپ کی نظر اور نہ حد سے بڑھی [2] :- ترجمہ = اور آدم علیہ السلام کو تمام اسمائے باری تعالیٰ کا علم سکھایا گیا۔ [3] :- ترجمہ = انسان کو وہ علم سکھایا گیا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔

اَلْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃَ ۱؎ کا علم منکشف ہوتا ہے جس سے ذاکر کا وجود شرک و بدعت و گمراہی سے پاک ہو جاتا ہے اور لباسِ شریعت پہن کر اَمر بالمعروف کی اشاعت کرتا ہے اور دریائے معرفت نوش کرتا ہے۔ یہ مراتب ہیں اُس حوصلہ مند و ہوشیار ذاکر کے جو معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" کے اِستغراق اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف رہتا ہے۔ جان لے کہ مرشد تین قسم کے ہوتے ہیں اور طالب بھی تین قسم کے ہوتے ہیں، (۱) مرشدِ دنیا اور اُس کے طالب، یہ دونوں دنیا اور عزوجاہِ دنیا کے طالب ہوتے ہیں اس لئے گمراہ ہوتے ہیں۔ (۲) مرشدِ عقبیٰ اور اس کے طالب، یہ دونوں طالبِ عقبیٰ اور صاحب تقویٰ ہوتے ہیں اور ہر وقت آہ و فغاں کرتے رہتے ہیں۔ (۳) مرشدِ عارف باللہ اور اُس کے طالب، یہ دونوں اِستغراقِ نورِ الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔ طالب خاص وہ ہے جو عالم باعمل ہو اور ہر وقت معرفت و وصالِ الٰہی کی طلب میں اعمالِ صالحہ اختیار کیے رکھتا ہو۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب اللہ کو دعوتِ ورد و وظائف اور ذکر فکر کی مشقت میں نہ ڈالے کہ دعوتِ ورد و وظائف اور ذکر فکر سے رجعت، سکر، سہو، لغو، لہو، قبض، بسط، رجوعاتِ خلق، حوادثِ دنیا، ہوائے نفسانی، خطراتِ شیطانی اور گوناں گوں قسم کے مصائب اور بلائیں پیدا ہوتی ہیں۔ مردِ مرشد وہ ہے جو طالب اللہ کو ایسی ہر بلا سے محفوظ رکھے اور حاضراتِ اِسمِ اللہ ذات کی مدد سے ایک ہی دم میں معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" میں غرق کر کے نگاہِ الٰہی میں منظور کرا دے اور نورِ الٰہی میں غرق کر کے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری سے مشرف کر دے۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے علاوہ اور کوئی مسلک سلوک نہ جانے اور طالبِ صادق وہ ہے

۱؎:۔ ترجمہ = وہ ظاہر و باطن کی ہر چیز کو جانتا ہے۔

جو معرفتِ " اِلَّا اللّٰہُ " اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کے علاوہ مرشد سے اور کوئی چیز طلب نہ کرے ۔ اکثر لوگ سانس بند کر کے ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ حبسِ دم ہے حالانکہ یہ ذکرِ حبسِ دم نہیں ہے، اس قسم کا حبسِ دم کفار کا بے سود و بے کار رسم و رواج ہے۔ مسلمان اولیائے کاملین کی تحقیقات کے مطابق حبسِ دم یہ ہے کہ جب کوئی شخص ذکرِ حبسِ دم کرتا ہے تو اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے، نفس مر جاتا ہے اور ذکر اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں لے جاتا ہے، نورِ وحدانیت میں غرق کرتا ہے اور اُس کے وجود سے غلط و غیرِ حق اور غمِ دنیا کو نکال دیتا ہے۔ اِس قسم کے ذاکرِ حبسِ دم دنیا میں کمیاب و گمنام ہوتے ہیں۔ پس انتہائی کامل ذکر اسمِ اللہ ذات کا ذکر ہے، جب اس ذکر کا آفتاب کسی وجود میں طلوع ہوتا ہے تو اُس کی روشنی سے نفس و شیطان کی تاریکی مٹ جاتی ہے۔ جان لے کہ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ فقر صلحِ کل اور ہر دلعزیز ہوتا ہے، یہ احمق لوگ نہیں جانتے کہ کفر و اسلام، حلال و حرام اور علم و جہل میں کیا فرق ہے؟ اور نہ ہی یہ صلحِ کل کے معنی جانتے ہیں۔ صلحِ کل تو دونوں جہان کے اٹھارہ ہزار عالم کی چابی ہے اور وہ چابی ہے کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - " آیاتِ قرآن و احادیث کے عین مطابق حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے کلمہ طیب کی یہ چابی جب کسی کے ہاتھ میں آجاتی ہے تو شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی برکت سے دونوں جہان اُس کے اختیار میں آجاتے ہیں کیونکہ صلحِ کل رفیقِ الٰہی، غرق فنا فی اللہ اور صاحبِ توفیق ہوتا ہے ۔ یہ اہلِ بدعت زندیق لوگ صلحِ کل نہیں ہوتے۔ فرمایا گیا ہے:- " زندیق وہ ہے جو اپنے کفر کو چھپائے رکھتا ہے۔ " اور اکثر لوگ کہہ دیتے ہیں:- " پیر میرا خس ہے لیکن اعتقاد میرا بس ہے۔ " اُن کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ مراتب تین ہیں یعنی (۱) عام (۲) خاص (۳) خاص الخاص اخص۔ جب پیر میرا

معرفتِ فقر میں انتہائی کامل خاص الخاص اخص ہے تو اعتقاد میرا بس ہے۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ حج کے لیے جانا دنیا جہان کا سیر تماشا ہے، نفلی روزے رکھنا روٹی کی بچت ہے، نوافل ادا کرنا بیوہ عورتوں کا کام ہے اور لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنا مردوں کا کام ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ اُن مردہ دل وخوار لوگوں کی باتیں ہیں جو حیاتِ قلب اور معرفتِ پروردگار سے بے خبر ہیں ۔ نہ تو ہر وجود میں وہ دل ہوتا ہے جو گنجِ نورِ الٰہی اور گنجِ معرفتِ وصال سے پُر ہو، نہ ہر پتھر لعل ہوتا ہے، نہ ہر شخص مشاہدۂ جمالِ ربوبیت میں غرق ہوتا ہے، نہ ہر زبان پر تفسیر با تاثیر وارد ہوتی ہے اور نہ ہر شخص روشن ضمیر، نفس پر امیر اور فنافی اللہ فقیر ہوتا ہے۔ قال نمائندۂ ماضی و مستقبل وحال ہے۔ سن اے احمق گدھے حج کے لیے جانا سرمایۂ سلامتیٔ ایمان ہے، نفلی روزے رکھنا پاکیٔ جان ہے، نوافل ادا کرنا خوشنودیٔ رحمان ہے اور جو کوئی اِس طاعت رحمانی سے روکتا ہے وہ دیو خبیث، ابلیس رہزن شیطان ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اہلِ دنیا کے دل کو اپنے قابو میں کرنا پریشان لوگوں کا کام ہے، کشف وکرامات میں مشغول رہنا ناقص و ناتمام لوگوں کا کام ہے، رجوعاتِ خلق سے خوش ہونا نادان لوگوں کا کام ہے، نقش پُر کرنا اور بادشاہ واُمرا کو اپنے تابع کرنا خام لوگوں کا کام ہے اور اپنی ہستی کو مٹا کر عین بعین فنا فی اللہ بقا باللہ ہونا مردوں کا کام ہے۔ جو مرشد عرشِ اکبر کے گرد لکھے ہوئے تیس حروف میں سے ہر ایک حرف کے تصور سے کشف وکرامات کا پردہ اُٹھا سکتا ہو اور مذکورہ بالا تمام مراتب کا مشاہدہ پشتِ ناخن پر یا ہاتھ کی ہتھیلی پر پل بھر میں کر سکتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُس کا یہ وصف زندگی بھر قائم بھی رہے تو ایسے صاحب محبت کو محنت کی کیا ضرورت ہے؟ ایسے صاحب مشاہدہ کو مجاہدہ کی کیا ضرورت ہے؟ اور میدانِ معرفت میں ایسے باکمال صاحب فقر عارف کو جنونیت و مؤکل و الہام کی کیا ضرورت ہے؟ سن اے ناقص وخام! عارف باللہ

مرشدِ کامل طالب اللہ کو رنج و ریاضت میں ڈالے بغیر ایک ہی ساعت میں ابتدا سے انتہا تک تمام معرفتِ اِلَّا اللّٰہُ ، مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور آرام و جمعیت عطا کر دیتا ہے کیونکہ ایسے صاحبِ گنج مرشد کو ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ محنت و رنج کو بروئے کار لاتا پھرے؟ وہ تو ایک ہی ہفتہ کے اندر اپنے طالبوں کو اُن کے ہر ایک ظاہری و باطنی مطلب تک پہنچا کر لا یحتاج کر دیتا ہے۔ جو مرشد اس سے زیادہ محنت و ریاضت کرواتا ہے تو جان لیں کہ وہ باطن میں راہِ معرفت اور حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کی حضوری سے ناواقف ہے، وہ ناقص و خام ہے اور معرفت و وصال سے بے خبر ہے۔ جو شخص حاضراتِ اسمِ اللہ ذات، معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" اور درجاتِ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا انکار کرتا ہے اور اُس پر یقین نہیں رکھتا وہ مردود اور کافرِ مطلق ہے کیونکہ طریقِ تحقیق سے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری برحق ہے، جو کوئی اس میں شک کرتا ہے وہ منافق و زندیق ہے۔ عارف باللہ آدمی صاحبِ چشمِ دل اور صاحبِ نظر ہوتا ہے، وہ اندھا اور بے دیدہ نہیں ہوتا اور اُس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ نہیں ہوتی۔ البتہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ باطن میں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری کا وہ شخص انکار کرتا ہے جو بے بصیرت، نابینا، کور چشم، اہلِ خشم، حاسد، اہلِ طمع اور اندھا ہو۔ عارفوں کو تحقیق کے لیے اِستخارے کی ضرورت نہیں ہوتی، اُن سے ہمیشہ حق طلب کرو کہ وہ صاحبِ حق ہوتے ہیں، وہ باطل سے بیزار ہوتے ہیں۔ جو شخص اُن کی رضا حاصل کر لیتا ہے وہ بھی صاحبِ نظر ہو جاتا ہے، دونوں جہان اُس کے مدِنظر رہتے ہیں اور وہ ہر چیز کا نظارہ کرتا رہتا ہے۔ اُس کا دل اللہ کے سوا دنیا کی ہر چیز سے سرد ہو جاتا ہے کہ دنیا اُس کی نظر میں پیروں کے نیچے آئے ہوئے کنکر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

مصنف کہتا ہے کہ جان لے کہ علم کے تین حروف ہیں، عمل کے تین حروف ہیں، فقر کے تین حروف ہیں، فقہ کے تین حروف ہیں، فیض کے تین حروف ہیں، فضل کے تین حروف ہیں، رحم کے تین حروف ہیں، حلم کے تین حروف ہیں، نفس کے تین حروف ہیں، قلب کے تین حروف ہیں، روح کے تین حروف ہیں، راز کے تین حروف ہیں، نور کے تین حروف ہیں، غرق کے تین حروف ہیں، فنا کے تین حروف ہیں اور بقا کے بھی تین حروف ہیں، یہ کل اڑتالیس حروف ہیں اور ان میں سے ہر ایک حرف سے تہتر ہزار (73,000) علوم اور تہتر ہزار درجات منکشف ہوتے ہیں۔ جو مرشد طالب اللہ کو پہلے ہی روز حاضراتِ اسمِ اللہ ذات، کلید کلمہ طیبات "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" اور ہر ایک آیتِ قرآن و حدیث کی خاصیت سے یہ تمام علوم و تمام درجات کھول کر دکھا نہیں دیتا تو بے شک وہ ناقص و ناتمام مرشد ہے بلکہ تعلیمِ علم اور تلقینِ فقر کے لیے تو ایک حرف ہے کافی ہے۔

ابیات:- (۱) "علم ایک یک حرفی نکتہ ہے، اگر وہ نکتہ تیری سمجھ میں آ گیا تو تُو ایک محترم عارف بن جائے گا۔" (۲) "جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجھے اُس یک حرفی نکتے کا علم حاصل ہوا تو میں تمام اسرارِ الٰہی سے واقف ہو گیا۔" (۳) "حضورِ حق میں جاہلوں کے لیے کوئی جگہ نہیں لیکن علما کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہر طبق اُن کے قدموں میں رہتا ہے۔" (۴) "فرش سے عرش تک ہر مقام محض ایک خواب گاہ ہے اس لئے میں ہر وقت غرق فنا فی اللہ رہتا ہوں۔"

جان لے کہ وہ کون سی راہ ہے کہ جس پر چلنے سے شیطان عمر بھر نزدیک نہیں آ سکتا اور نفس ہر وقت عباداتِ ظاہری و باطنی میں مشغول رہتا ہے اور دنیا و اہلِ دنیا اُس کے غلام بنے رہتے ہیں؟ تُو نہیں جانتا کہ عارف فقیر کی زبان اللہ تعالیٰ کی ننگی تلوار ہے؟ تجھے نہیں

معلوم کہ فقیر کی دلیل اور توجہ دمِ عیسیٰؑ کی مثل ہے جو ایک جان بلب آدمی کو حیاتِ جاوداں بخش دیتی ہے؟ تُو نہیں جانتا کہ فقیر بذریعہ وہم نص وحدیث کے عین مطابق علمِ واردات اور فتوحاتِ غیبی کا صحیح الہام بخشتا ہے؟ فرمایا گیا ہے:- ''دوسروں کے دل میں بلاکسب نیکی کا خیال وارادہ ڈالنا الہام کہلاتا ہے، الہام رحمٰن کے نزدیک اور شیطان سے دُور کرتا ہے-'' اور یہ وہ الہام ہے جو تصورِ اسمِ اللہ ذات، نفی اثبات اور کلید کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی حاضرات سے دل میں پیدا ہو کر زبان پر آتا ہے اور اُس سے ماضی حال و مستقبل کے حقائق منکشف ہوتے ہیں- تُو نہیں جانتا کہ خیالِ فقیر سے دل میں معرفتِ الٰہی جنم لیتی ہے اور زبان پر کلامِ الٰہی اور کلامِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاری ہوتا ہے؟ وہ قال کا معاملہ قال سے، حال کا حال سے اور وصال کا وصالِ لازوال سے کرتا ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''برتن سے وہی چیز باہر آتی ہے جو اُس کے اندر ہوتی ہے-'' وہ کون سا سلک سلوک ہے کہ جس سے اِنسان دائمی طور پر اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر رہتا ہے اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہ کر پورے شعور کے ساتھ التماسِ ذکر مذکور کرتا ہے؟ وہ سلک سلوک جہاد ہے جو تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار سے کیا جاتا ہے، ایسا جہاد قاتلِ نفس ہے اور اُس سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے جو مطلوب ومقصودِ ہر دو جہان ہے- بے شک یہ تمام مراتب حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات، تصورِ اسمِ محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کلیدِ کلمہ طیب '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' سے کھلتے ہیں جو کوئی اِس میں شک کرے وہ ملعون وزندیق ہے- بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پہاڑ یا دیوار حائل نہیں ہے اور نہ ہی میلوں تک پھیلی ہوئی طویل مسافت ہے بلکہ پیاز کے پردے سے بھی زیادہ باریک پردہ ہے جسے تصورِ اسمِ اللہ ذات

اور صاحبِ راز مرشدِ کامل کی توجہ سے توڑنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تُو آنا چاہے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ فقر و معرفتِ الٰہی کا مرتبہ باقی تمام مراتب سے عظیم و کریم و بلند تر مرتبہ ہے۔ یہ لوگ فقیر نہیں ہیں جو کتے کی طرح ہر دروازے سے لقمے مانگتے پھرتے ہیں یہ تو بد مذہب و بد نظر و تارکِ نماز اہل بدعت خبیث و شرابی قسم کے شیطان صفت لوگ ہیں جن کے نصیب میں معرفتِ الٰہی کی نعمت نہیں، جو لوگ ان سے دوستی رکھتے ہیں وہ گویا شیطان سے دوستی رکھتے ہیں، اُن سے دوستی دراصل خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دشمنی ہے۔ یہ اہل بدعت و نفس پرست لوگ تو صرف ہوائے نفس کے غلام ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''شیطان وہ ہے جو تمہیں مفلسی سے ڈرا کر برائی پر اُکساتا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''اہل بدعت جہنم کے کتے ہیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے:۔ ''اہل بدعت سے میل جول مت رکھو۔'' چنانچہ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف چلتا ہے وہ ہرگز منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔''

جوابِ مصنف:۔ ''خلافِ شریعت چلنے والا دراصل اندھا ہوتا ہے جو مرتے دم تک نورِ ہدایت سے محروم رہتا ہے۔''

فقر ایک صورتِ نور ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت نصیب رہتی ہے۔ یہ ایک فیض بخش صورت ہے جس کا نام سلطان الفقر ہے ۔ سلطان الفقر کا نور آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور اس کی خوشبو کستوری و گلاب و عنبر و عطر کی خوشبو سے زیادہ فرحت بخش ہے۔ جو شخص دورانِ خواب سلطان الفقر کی زیارت کر لیتا ہے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس خوش بخت کو باطن میں دست بیعت فرما کر تعلیم و تلقین

فرماتے ہیں - میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے۔جب کوئی شخص فقر کے کمال پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا و عقبیٰ کی ہر چیز اُس کے قدموں میں آ جاتی ہے۔

ابیات:- (۱)''مجھے اپنے پیر طریقت کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد ہے کہ یادِ الٰہی کے علاوہ جو چیز بھی ہے اُسے فنا و برباد ہونا ہے -''(۲)''اللہ تعالیٰ دولت کتوں میں بانٹ رہا ہے اور نعمت گدھوں میں اور ہم مزے سے بیٹھے یہ تماشا دیکھ رہے ہیں -''

جان لے کہ کلمہ طیب کے چوبیس حروف ہیں اور دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں، ان چوبیس گھنٹوں میں انسان چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔جب کوئی فقیر حالتِ حضوری میں آ کر تصدیق و اخلاص کے ساتھ پڑھتا ہے''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ''تو کلمہ طیب کا ہر ہر حرف ہر ہر گھنٹے کے گناہوں کو جلا کر اس طرح بھسم کر دیتا ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑی کو۔ کلمہ طیب کے ہر ہر حرف سے ہزار ہزار علوم منکشف ہوتے ہیں اور ہر ہر علم سے ہزار ہزار مقبول اعمال منکشف ہوتے ہیں۔ان مجموعی اعمالِ مقبول سے کلمہ طیب کا ذاکر عارف باللہ ہو کر مقربِ حق بن جاتا ہے اور تمام اسرارِ الٰہی اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔مجھے تعجب ہوتا ہے اُن احمق اور بے شعور و مردہ دل نفس پرست و مغرور و بے باطن لوگوں پر جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم و اجازت اور رخصت و قوت کے بغیر محض تقلید کے طور پر تعلیم و تلقین کرتے پھرتے ہیں، خود کلید کلمہ طیب کی کنہ سے ناواقف ہیں لیکن طالبوں کو اُس کی تعلیم اور اُس کے ذکر کی تلقین کرتے رہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کلمہ طیب کا ذکر اُن کے وجود میں تاثیر نہیں کرتا، نہ اُن کا نفس خواہشِ گناہ سے باز آتا ہے اور نہ ہی توحید معرفتِ الٰہی کے احوال اُن پر منکشف ہوتے ہیں۔جب مرشدِ کامل طالب اللہ کو اصل ذکر و اساسِ ذکر یعنی توحید تک پہنچانا چاہتا ہے تو سب سے پہلے توجہ اور تصورِ اسم اللہ ذات کے

ذریعے اُسے صدفِ توحید یعنی دریائے سِرّ میں غوطہ دیتا ہے جس سے طالب کا وجود پاک ہو جاتا ہے، اِس کے بعد مرشد اُسے کلمہ طیب کے ذکر کی اجازت دیتا ہے اور طالب پڑھتا ہے:- "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" - جب طالب اِس ترتیب سے کلمہ پڑھتا ہے تو اُس کے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ معرفتِ راز کے مقام پر پہنچ جاتا ہے اور مقاماتِ ذات وصفات اور طبقاتِ زمین وآسمان کی کوئی چیز بھی اُس سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی ورنہ کلمہ طیب تو جادو منافق اور مردہ دل لوگ بھی پڑھتے ہیں۔ لیکن وہ کلمہ طیب کی کنہ کو نہیں جانتے۔ کلمہ طیب شریعتِ مطہرہ کے حصار ہی میں صحیح تاثیر کرتا ہے۔ پابندیٔ شریعت کے بغیر ذکرِ کلمہ طیب سے اُلٹا رجعت وخرابی پیدا ہوتی ہے -

بیت:- "مجھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی راہ پر ہی چلنا ہے کیونکہ جو کوئی اِس راہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ پر چلتا ہے تو وہ شقاوتِ قلبی کا شکار ہو جاتا ہے۔"

جان لے کہ علمِ توریت، علمِ انجیل، علمِ زبور، علمِ قرآن، علمِ احادیثِ قدسی و احادیثِ نبوی، علمِ امورِ ایمان، علمِ اسرارِ ربانی، علمِ نور، علمِ حضور، علمِ معراج، علمِ مشاہدہ اور علمِ قدس جیسے کل وجز کے جملہ علوم کلمہ طیب کی طے میں پائے جاتے ہیں۔ جب کلمہ طیب کی کنہ کھلتی ہے تو یہ تمام علوم پوری شرح کے ساتھ کھل جاتے ہیں۔ جو شخص کلمہ طیب کو اُس کی کنہ سے معنیٔ خاص کے ساتھ پڑھتا ہے تو اُس پر تمام علوم منکشف ہو جاتے ہیں اور وہ اُنہیں یاد کر لیتا ہے۔ جو شخص اِس طرح کلمہ طیب پڑھنے والے بزرگ کو جاہل سمجھتا ہے اور کلمہ طیب کو اِس طرح پڑھنے سے روکتا ہے تو وہ کافر ہے کہ کلمہ طیب کی آواز سے تو کافر ہی پریشان وجان بلب ہوتا ہے اور کافر ومنافق وحاسد وسیاہ دل ومردہ دل آدمی ہی کو کلمہ طیب کی آواز نہیں بھاتی۔ مومن ومسلمان وصاحبِ تصدیقِ قلب کو تو کلمہ طیب کی آواز فرحت ولذت وجمعیت

بخشی ہے کہ اُس آواز سے اس کے وجود میں شوق وشفقت اور عزت وشرف پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ نعمتِ الٰہی اور ذکر اللہ تمام مومن ومسلمان بھائیوں کو نصیب کرے۔ (آمین!) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''تمام فرائض میں سے پہلا فرض کلمہ طیب'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کا ذکر ہے۔ ''فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور اللہ کے ذکر کا بہت بڑا درجہ ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جس نے ایک مرتبہ کہا:۔ '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' تو اُس کے ذمہ کوئی گناہ باقی نہ رہا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جس نے'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھ لیا وہ بلاحساب وبلاعذاب جنت میں داخل ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''زبانی کلمہ'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھنے والے تو کثیر ہیں لیکن اخلاص سے پڑھنے والے قلیل ہیں۔ مصنف کہتا ہے:۔ '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' پڑھ لینے سے عصمتِ کلمہ طیب کی بدولت آدمی کی جان ومال وتن سب پاک ہو جاتے ہیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''سب سے افضل ذکر کلمہ طیب'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کا ذکر ہے۔'' مصنف کہتا ہے:۔ ''کلمہ طیب کا یہ ذکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے اولیاء اللہ کے نصیب میں ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' خبردار! بے شک اولیاء اللہ پر نہ تو کچھ خوف ہے اور نہ ہی کوئی غم۔'' فرمانِ الٰہی ہے:۔ '' عنقریب آپ کا رب آپ کو اس قدر عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔''

ابیات:۔ (۱) ''لوگوں کی جان اور نجات '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' ہے اور کلید باغ وبہارِ جنت'' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ '' ہے۔'' (۲) ''جو شخص '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ' کا وِرد کرتا رہتا ہے اُسے شیطانِ لعین اور آتش دوزخ کا کیا خطرہ؟'' (۳) ''اُس وقت بھی وردِ امانِ

''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' تھا کہ جب ملائکہ تھے، نہ یہ عالم تھا اور نہ نیلا آسمان تھا۔''

ذاکرِ کلمہ طیب چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے، (۱) تصدیق قلب کہ جسے تصدیق قلب حاصل نہیں وہ منافق ہے۔ (۲) حرمت و پاکیزگی کہ جسے کلمہ طیب پڑھنے سے حرمت و پاکیزگی حاصل نہیں وہ فاسق ہے۔ (۳) اخلاص و جمعیت کہ جسے کلمہ طیب پڑھتے وقت لذت و حلاوت و جمعیت و اخلاص حاصل نہیں وہ ریاکار ہے اور (۴) تعظیم کہ جس کے دل میں کلمہ طیب کی تعظیم نہیں وہ بدعتی ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ کلمہ طیب کا نام کلمہ طیب کیوں رکھا گیا ہے؟ اِس لیے کہ کلمہ طیب میں اللہ تعالیٰ کے نام کی پاکیزگی بیان کی گئی ہے جس کی بدولت صاحبِ کلمہ ناپاک مشرکوں، کافروں، منافقوں، حاسدوں، غافلوں اور مردہ دل لوگوں پر غالب آجاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''بے شک ذکرِ جلی (ذکرِ جہر) کے دس فائدے ہیں، یعنی دلوں کی صفائی، غافلوں کو تنبیہ، دشمنانِ خدا سے جنگ، اظہارِ دین، خطراتِ شیطانی وخطراتِ نفسانی کی نفی، اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان، غیر اللہ سے بیزاری اور اللہ اور بندے کے درمیان سے حجابات کا خاتمہ۔'' مصنف کہتا ہے کہ مرشد وطالب کے درمیان اس قسم کا مکالمہ ہوتا ہے۔ مرشد کہتا ہے کہ اے میرے بیوی بچوں اور جان سے عزیز تر طالب! اپنا ہر مطلوب و مقصود مجھ سے مانگ لے۔ طالب کہتا ہے کہ اگر آپ میری ہر طلب اور ہر مطلب پورا کر سکتے ہیں تو مجھے دونوں جہان کی حقیقت سے آشنا کر دیں، اگر آپ مقربِ خدا اور حق پرست مرشد ہیں تو مجھے پشتِ ناخن پر کونین کا نظارا دکھا دیں۔ مرشد باھُو کہتا ہے کہ یہ تو کمتر وادنیٰ مرتبہ ہے، اسے مت دیکھ، آ میں تجھے غرق فنا فی اللہ کر کے حق الیقین کے مرتبے پر پہنچا دوں تا کہ تیرے دل سے غیر حق کا ہر نقش مٹ جائے اور طلبِ خدا کے علاوہ تیرے دل میں اور کوئی طلب باقی نہ رہے۔ فقرِ الٰہی کے

مرتبے پر وہی شخص پہنچتا ہے جو بدعت و گمراہی میں قدم نہیں رکھتا کیونکہ یہ صدق اور تصدیق قلب کا مرتبہ ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''وہ لوگ اپنے رب کے نزدیک راہِ حق پر گامزن ہیں لیکن کافر کہتے ہیں کہ یہ تو پورا جادوگر ہے۔''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''اللہ کے نام کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ منافق لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''لوگوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا، اگر وہ نیکی کریں گے تو بدلہ بھی نیک ہوگا اور اگر وہ برا کریں گے تو بدلہ بھی برا ہوگا ۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''جو شخص ذرہ بھر نیکی کرے گا اُسے نیک بدلہ ملے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا، وہ اُس کی سزا بھگت لے گا۔''فرمان حق تعالیٰ ہے :- ''جس نے نیک عمل کیا وہ اُس کا فائدہ اُٹھالے گا اور جس نے برائی کی ، اُس کا وبال اُسی کی جان پر ہوگا ۔'' کافر و منافق و حاسد لوگ انبیا و اولیا اللہ کے پرانے دشمن ہیں۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- '' اے نبی! یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور وضعداری کے ساتھ اُن سے الگ رہو، اُن کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دو۔اِن جھٹلانے والے خوشحال لوگوں کو اِن کے حال پر تھوڑی سی مہلت دے دو۔''مزید فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بہن بھائیوں کے حق میں نیک گمان کیا ہوتا اور کہہ دیا ہوتا کہ یہ تو سراسر بہتان ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''مومنوں کا گمان ہمیشہ نیک ہی ہوتا ہے۔''

ابیات:- (۱)''جو شخص مومنوں کے ساتھ برا گمان رکھتا ہے، اُسے مومن نہیں بلکہ کافر سمجھو۔(۲)''مومن وہ ہے جس کا دل پاک ہو اور سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ شرک وکفر و زندقہ سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ تحقیق و تصدیق کامل کے ساتھ کلمہ طیب '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کا اِقرار کیا

جائے۔ جان لے کہ کلمہ طیب کے شروع میں " لَآ " اِس لئے رکھا گیا ہے کہ " لَآ " کی صورت قینچی کی سی ہے اور لَآ کی یہ قینچی گناہوں کو اِس طرح کاٹتی ہے جس طرح کہ لوہے کی قینچی کپڑے کو، یا پھر یہ کہ "لَآ" کی صورت دودھاری تلوار کی سی ہے جو نفس کافر کو قتل کر دیتی ہے۔"لَآ " نفس کی نفی کر کے اُسے نیست و نابود کر دیتا ہے سب سے پہلے "لَآ " سے نفس کی مطلق نفی ہو جاتی ہے اور وہ "اِلٰہ " تک پہنچ جاتا ہے جہاں اُس پر "اِلَّا اللّٰہُ" کی معرفت کھل جاتی ہے اور " اِلَّا اللّٰہُ" اُس پر ثابت ہو جاتا ہے۔جب "اِلَّا اللّٰہُ " کی اثبات اُس پر ثابت ہو جاتی ہے اور وہ اثبات میں آ جاتا ہے تو "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کا اِقرار اُسے جمعیتِ ایمان بخش دیتا ہے اور روحِ ایمان سے متفق ہو کر اُسے اپنا رفیق بنا لیتی ہے۔ نفس کی موت تصدیق سے ہے، جسے تصدیق حاصل نہیں وہ منافق ہے۔ مسلمان ہونے کی شرط زبان سے کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " کا اِقرار ہے۔ جو آدمی زبان سے کلمہ طیب کا اِقرار نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ اقرارِ زبان کے دو گواہ ہیں اور وہ محض دو علامات ہیں، (۱) صدق المقال یعنی سچ بولنا سختی ہو یا آسانی ہر حال میں سچ بولنا۔ (۲) اَکْلُ الْحَلَالِ یعنی حلال کی روزی کھانا، چاہے وہ خشک و بے مزہ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ حرام کے لذیذ و مجرب کھانے سے بہتر ہے۔ اور تصدیق کی بھی دو علامات ہیں، (۱) دل میں محبتِ الٰہی، (۲) طلبِ معرفتِ الٰہی، ایسے صاحبِ تصدیق آدمی کا ایمان ہرگز سلب نہیں ہوتا۔ اسلام اور مسلمان کی اِبتدا ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل کا اقرار ہے اور اُس کی تکمیل کلمہ طیب کی شہادت ہے جس سے عاقبت سنور جاتی ہے اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔ تُو نہیں جانتا کہ صاحبِ تصدیق آدمی پر اللہ تعالیٰ ستر ہزار مرتبہ نگاہِ رحمت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا منظورِ نظر ہو جاتا ہے؟ تصدیقِ قلب کے تین لباس ہیں، (۱) نورِ ایمان کا لباس، (۲) تقویٰ روح کا لباس،

(۳) ذکرِ قلبی کا لباس۔ جس طرح زبان گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اُسی طرح دل بھی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ دل میں تصدیق اُس وقت قائم ہوتی ہے جب دل اپنی زبان کی جنبش سے ''یَااَللّٰہُ، یَااَللّٰہُ، یَااَللّٰہُ اور لَآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا ورد کرتا ہے۔ دل کا تعلق روح سے ہے۔ جب دل کا تعلق روح سے قائم ہو جاتا ہے تو تصدیق سے بھر جاتا ہے اور بلند آواز سے گواہی دیتے ہوئے کہتا ہے:۔ '' قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ'' یعنی میں نے تمام احکامِ الٰہی قبول کئے۔'' جان لے کہ ایمان تصدیق میں ہے یا تصدیق ایمان میں ہے، تصدیق رحمتِ الٰہی میں ہے یا رحمتِ الٰہی تصدیق میں ہے، تصدیق توفیقِ الٰہی میں ہے یا توفیقِ الٰہی تصدیق میں ہے، تصدیق معرفتِ توحیدِ الٰہی میں ہے یا معرفتِ توحیدِ الٰہی تصدیق میں ہے۔ تصدیق قلب میں ہے، قلب روح میں ہے، روح سِرّ میں ہے، سِرّ خفی میں ہے، خفی یَخْفٰی میں ہے، یَخْفٰی لَا تَحْزَنْ میں ہے اور لَا تَحْزَنْ لَاتَخَفْ میں ہے۔ جس آدمی کو تصدیق حاصل ہو جاتی ہے وہ لامکان میں داخل ہو کر لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے، اُس کا باطن آباد ہو جاتا ہے اور وہ شوقِ الٰہی میں مسرور رہتا ہے، وہ روحانیتِ اہلِ قبور سے ملاقات کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نظر میں دائم منظور اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دائم حضور ہوتا ہے۔ اُس کا وجود مغفور اور قلب بیت المعمور ہوتا ہے۔ جب صاحبِ تصدیق اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو تصدیق صورتِ نور اختیار کر لیتی ہے اور وہ ہر وقت اسمِ اللہ ذات کے تصور و تصرف و قبض و استغراق کے ذریعے تجلیاتِ ربوبیت کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے، وہ خناس و خرطوم و وسوسہ و وہمات اور خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔ وہ رات دن تصدیقِ قلبی کے ساتھ کلمہ طیب '' لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' پڑھتا ہے اِس لئے ہر وقت اُس کے اِردگرد کلمہ طیب کا حصار قائم رہتا ہے۔

جو آدمی اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے بے شک وہ صاحبِ تصدیق دل مومن مسلمان ہو جاتا۔ جو اس میں شک کرے وہ منافق و زندیق ہے۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب اللہ کو ذکرِ قلبی کے ذریعے باطن میں تصدیق کے مرتبے پر نہیں پہنچاتا وہ خام و بے قوت و بے توفیق مرشد ہے۔ مَیں حیران ہوتا ہوں اُن لوگوں پر جنہیں نہ تو تصدیق کی خبر ہے، نہ معرفتِ الٰہی کی توفیق ہے اور نہ ہی حقیقتِ نفس سے آگاہی ہے بلکہ محض گندگی کے کیڑے کی طرح طلبِ درمِ دنیا کی گندگی و غلاظت و نجاست سے آلودہ و نجس رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہوائے نفس کے دھوکے میں خود کو اہلِ فراست سمجھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ علم سے رجعت کھا کر معاشی لذت و ذائقہ و عیش میں غرق ہو چکے ہیں، نہ اُنہوں نے فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں قدم رکھا اور نہ ہی خود کو سپردِ خدا کیا۔ علمائے عامل کی جان لبوں تک ہی کیوں نہ آجائے، فقر و فاقہ سے مرتے مر ہی کیوں نہ جائیں لیکن اہلِ دنیا کے دروازے پر ہرگز نہیں جاتے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہونے کے ناطے وہ خود غنی و بادشاہ ہوتے ہیں۔ وہ ہر حاجت سے بے نیاز ہوتے ہیں کہ خلقِ خدا اُن کے تابع و فرمانبردار ہوتی ہے۔ گروہِ علماً سعادت مندوں کا گروہ ہے، وہ درمِ دنیا کی خاطر پریشان نہیں ہوتے۔ فقیر کا یہ کہنا از روئے حساب ہے نہ کہ از روئے حسد۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔''

ابیات:۔ (۱) '' تُو جانتا ہے کہ علم کیا چیز ہے؟ علم راہبر و راہنمائے حق ہے، علم سے باطن کی صفائی ہوتی ہے۔'' (۲) ''علم کے تین حروف ہیں یعنی ''ع ل م۔'' اِن سے صراطِ مستقیم ہاتھ آتی ہے۔'' (۳) ''علم کا ظہور عین (نورِ ذاتِ حق) سے ہے، عین (ذاتِ حق) کو عین (چشمِ دل) سے دیکھ تاکہ تُو اہلِ یقین ہو کر عارف باللہ ہو جائے۔'' (۴) ''علم

کا ادب واحترام اور عزت کر اور جہالت وکفر وشرک وتکبر سے باز آ۔'' (۵) ''علم کو زینتِ چشم بنا کہ یہ وہ نور ہے کہ جس سے راہِ مصطفےٰ صلی اللہ علیٰ وآلہٖ وسلم) پر چلنا نصیب ہوتا ہے۔'' (۶) ''باھُو کو حضورِ حق سے علم وتعلیم حاصل ہوئی ہے جس کی بدولت اُس کے وجود میں غرور وغصہ ناپید ہے ۔'' (۷) ''علم ذکر اللہ سے کھلتا ہے اِس لئے خوب ذکر اللہ کیا کرو کہ یہ ذکر اللہ ہی تو ہے کہ جس سے چشمِ بصیرت روشن ہوتی ہے۔''

'' لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' ذکر امرِ الٰہی ہے جس کا تعلق روح سے ہے۔ علم ادب ہے جس کا تعلق نفسِ مطمئنہ سے ہے۔ الغرض! اصحابِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے پاس ظاہری علم نہ تھا لیکن ذکر اللہ کی تاثیر، کلمہ طیب '' لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ '' کی محبت اور قلبی، روحی، سرّی جیسے ذکر خفیہ سے اُنہیں علمِ لدنی اور علمِ تفسیر کا روشن اور پُر تاثیر فیض حاصل تھا، وہ اپنی ہر گفتگو میں پہلے کلمہ طیب یا اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے اور اِس کے بعد کوئی دوسری بات کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جس نے اللہ جل شانہٗ کو پہچان لیا اُس سے کوئی چیز مخفی وپوشیدہ نہ رہی۔'' پس ذکر کل ہے اور علم جز ہے۔ جز کا حصول کل سے ہے لیکن کل کا حصول جز سے ممکن نہیں۔ جب تک کل کی چابی کسی کو حاصل نہ ہو جائے اُس کے لئے توحیدِ معرفت کا قفل کھولنا مشکل ہے۔ کل سے دو علوم منکشف ہوتے ہیں، یعنی علمِ سعادت اور علمِ اِرادت۔ علمِ ارادات کا تعلق تصدیق دل سے ہے اور تصدیق دل محض مشاہدۂ نورِ الٰہی اور معرفتِ وصال ہے۔ یہ باطن کا علمِ غیب ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے:۔ '' يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ '' (جو عالمِ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں)۔ اور تین علوم زبان کے ہیں جن کا تعلق جز سے ہے یعنی علمِ سعادت، علمِ اجازت اور علمِ عبادت۔ اِن تینوں علوم کا دارومدار محض قیل وقال پر ہے۔ جو شخص کل وجز

کے تمام علوم کا عالم و عامل ہے وہ عالمِ باعمل اور فقیرِ کامل ہے۔ فقیرِ کامل اُسے کہتے ہیں جو معرفت میں مقامِ فنافی اللہ پر فائز ہو اور عارف بقاباللہ اُسے کہتے ہیں جو نورِ ربوبیت کے مشاہدے میں غرق ہو۔ ایسے فقیرِ کامل کے نزدیک زندگی اور موت برابر ہوتی ہے۔

ابیات:- (۱) ''موت اگر حالتِ ایمان میں ہو تو حیات ہے اور دنیا سے روانگی اگر حالتِ ایمان میں ہو تو نجات ہے۔'' (۲) ''عارفِ فنافی اللہ کا جسم اِس جہان میں اور روح اُس جہان میں ہوتی ہے جہاں وہ اہلِ قبور کی ارواح سے مجلس و ملاقات کرتا رہتا ہے۔'' (۳) ''مَیں ایک صاحبِ وصال غرق فنافی اللہ عارف ہوں، مَیں نے یہ لازوال مرتبہ اپنی ہستی کو مٹا کر حاصل کیا ہے۔'' (۴) '' مَیں اپنے اِس مرتبے کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتا ہوں کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری حاصل ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''الٰہی تُو جو بھی اچھی چیز میری طرف بھیجے مَیں اُس کا حاجتمند ہوں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' فقرا کی محبت جنت کی چابی ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے :- '' فقرا کی محبت رحمان کی محبت ہے۔'' بے شک کبھی کوئی جاہل عارف ولی اللہ نہیں ہوا ۔ علم ضرور حاصل کرنا چاہیے خواہ وہ علمِ ظاہر ہو یا علمِ باطن۔ کبھی کوئی عالم بدبخت نہیں ہوا سوائے ابلیس کے۔

بیت:- '' علمِ باطن مکھن ہے اور علمِ ظاہر دودھ، دودھ کے بغیر مکھن کہاں اور پیر کے بغیر بزرگی کہاں؟''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''حیوان اور انسان کے درمیان فرق کرنے والی اور کوئی چیز نہیں سوائے علم کے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے :- ''علم دو قسم کا ہے، علمِ معاملہ اور علمِ مکاشفہ ۔ اگر علما نہ ہوتے تو لوگ حیوان بن کر رہ جاتے۔''

مصنف کہتا ہے کہ بعض لوگ صورت کے لحاظ سے اِنسان ہوتے ہیں لیکن سیرت کے لحاظ سے حیوان ہوتے ہیں- کامل اِنسان وہ ہے کہ جس میں یہ پانچ چیزیں پائی جائیں یعنی علم، ادب، حیا، تصدیق اور یقین-فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اپنے پروردگار کی عبادت اِس حد تک کر کہ تجھے یقین کامل حاصل ہو جائے -''

ابیات:- (۱) ''ایک بیٹے کو اپنے باپ کا ایسا کامل یقین حاصل ہوتا ہے کہ اُس کے دل میں کسی اور کا گمان تک نہیں آتا-'' (۲)''یہ یقین ہی تو ہے جو بندے کو مرتے دم تک اطاعتِ اِلٰہی میں محو رکھتا ہے-''(۳)''یہ یقین ہی تو ہے جو دل سے رازِ اِلٰہی کو آشکارا کرتا ہے اور لاسوی اللہ کا ہر نقش دل سے مٹا دیتا ہے-''(۴)''یقین اللہ تعالیٰ کی وہ مدد اور توفیق ہے کہ جس سے فیض و فضلِ اِلٰہی کی آگاہی حاصل ہوتی ہے-''(۵)''جو آدمی غرق فی الیقین ہو جاتا ہے اُس کی نگاہ غیر اللہ کی طرف ہرگز نہیں اُٹھتی اور وہ اولیأ اللہ میں اُٹھتا بیٹھتا ہے-''(۶)''یقین نماز روزہ اور سجدہ ریزی میں پایا جاتا ہے کہ سجدہ ریزی ایسا عمل ہے کہ جس سے یادِ ذاتِ اِلٰہی قائم رہتی ہے-''(۷)''بے شریعت آدمی ہرگز صاحب یقین نہیں ہو سکتا خواہ وہ اہل طریقت ہونے کے جتنے بھی دعوے کرتا پھرے -''(۸)'' صاحبِ یقین آدمی ہمیشہ شاہد و مشہود کی معیت میں رہتا ہے کہ وہ ہر وقت بندگیٔ معبود میں غرق رہتا ہے-''(۹)''زندگی بھر خود کو طاعتِ اِلٰہی میں مشغول رکھتا کہ تو حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جائے-''(۱۰)''اگر تو کفر اختیار کر کے ملحد و اہل بدعت بن جائے گا تو تجھے یقین ہرگز حاصل نہ ہو سکے گا اِس لئے تجھے اِس بات سے ڈرنا چاہیے-''(۱۱)''جب کافر و ملحد و اہل بدعت لوگوں کو ابلیس کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو وہ نماز و سجدہ کے نزدیک نہیں جاتے-''(۱۲)''اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیتا ہے اور پھر

صاحبِ خزانہ بھی ہو تو باطن اللہ سے یگانہ ہوتا ہے۔''

بیت:۔ ''فقیر محض رضائے اِلٰہی کی خاطر دربدر گداگری کر کے اپنے نفس کو رُسوا کرتا ہے۔''

علم پر مغرور مت ہو، علم وہ ہے جو تجھے حضورِ حق میں پہنچا دے اور تُو صاحبِ اِلہام ہو کر قربِ اِلٰہی میں رہے۔ علم پانچ طرح کا ہے اور عالم بھی پانچ طرح کے ہیں۔ جو آدمی یہ پانچ علوم حاصل کر لیتا ہے وہ عالم ہے اور علم سے اُسے اِفتخار و جمعیت و اعتبار حاصل رہتا ہے۔ وہ پانچ علوم اور پانچ عالم یہ ہیں:۔ (۱) علمِ زبان اور عالمِ زبان، (۲) علمِ قلب اور عالمِ قلب، (۳) علمِ روح اور عالمِ روح، (۴) علمِ سِرّ اور عالمِ سِرّ اور (۵) علم یَخْفٰی اور عالمِ یَخْفٰی۔ جب کوئی شخص یہ تمام علوم باری تعالیٰ یعنی علمِ اِقرارِ زبان، علمِ نورِ معرفتِ توحید یعنی علمِ قلب کہ جس سے نفس مر جاتا ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے اور اِنسان صاحبِ حضور ہو کر نورِ ربِ جلیل کا مشاہدہ کرتا ہے، علمِ روح کہ جس سے روح آفتاب کی طرح روشن ہو کر فیض فضل و ثواب بخشتی ہے، علمِ سِرّ کہ جس سے ظلمات کا پردہ چاک ہوتا ہے اور سِرِّ اسرارِ ربانی قدرتِ سبحانی اور تجلیٔ ذات کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور علمِ خفی کہ جس سے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری نصیب ہوتی ہے خیر البشر اِنسانِ کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پڑھ لیتا ہے تو اُس سے کوئی چیز بھی مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ تمام علوم علمِ توحید میں سے ہیں جس کا حصول و اِنکشاف حاضراتِ اِسمِ اللہ ذات اور کلید کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سے ہوتا ہے۔ اِن جملہ علوم اور مسلکِ سلوکِ حضوری کو اہلِ تقلید کیا جانیں؟

ابیات:۔ (۱) ''جب میرا وجود خودی اور نام و ناموس کے احساس سے پاک

یہ اہلِ علم حضرات کی ہنسی اُڑاتے رہتے ہیں۔ ’’دین باطل کی طرف مائل یہ ملحد لوگ اکثر کہتے رہتے ہیں:۔ ’’نماز اُس وقت تک فرض ہے جب تک کہ اِنسان مراتبِ یقین تک نہیں پہنچ جاتا اور جب اِنسان مراتبِ یقین پر پہنچ جائے تو نماز روزہ فرض نہیں رہتا۔ خبردار! یہ شیطانِ لعین کا فریب اور کافرو بے دین نفسِ اَمارہ کی حجت بازی ہے۔ بے شک یقین کا تعلق اِسلام کے پانچ بنیادی ارکان سے ہے۔ علم وعلما کا ادب ملحوظ رکھ چاہے اُن کی صورت تجھے دیوار پر لکھی نظر آئے۔ فقرا کے حکم کی تعمیل کر کہ اُن کی مخالفت آدمی کو دونوں جہان میں خوار کرتی ہے۔ یہ دونوں گروہ علما وفقرا اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ابرار لوگ ہیں۔‘‘

بیت:۔ ’’ تُو صاف دل لوگوں کی ہنسی اُڑاتا ہے، خبردار! آئینہ کی ہنسی اڑانے والا خود اپنی ہی ہنسی اُڑاتا ہے۔‘‘

بے شک فقیر خود کو مفلس وحقیر بنائے رکھتا ہے حالانکہ تمام دنیا فقرا کے زیرِ فرمان کر دی گئی ہے۔ تمام پریشان دنیا درویشوں سے اِلتماس کرتی ہے:۔ ’’مجھے قبول کرو لیکن فقرا کہتے ہیں:۔ ’’اے عورت! تمام مقرب مردانِ خدا تجھے تین طلاقیں دے چکے ہیں۔ دنیا کو وہ شخص قبول کرتا ہے جو نادان وجاہل ہو کیونکہ دنیا کافروں اور مجہول لوگوں کے گھر میں زیادہ جمع ہوتی ہے۔ اہل اللہ وظلِ اللہ (مسلمان بادشاہ) دنیا کو اِس انداز سے خرچ کرتے ہیں کہ اُن کا تصرف دنیا عین مسلمانی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عثمانؓ اور حضرت نعمانؓ کا تصرفِ دنیا تھا اور اِسی کے بارے میں فرمایا گیا ہے:۔ ’’دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ وہ دن کی روزی رات تک خرچ کر دیا کرتے تھے اور رات کی روزی دن چڑھے تک خرچ کر دیتے تھے۔ چنانچہ صاحبِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ہے:۔ ’’ فقیر نہ تو دنیا کی طمع کرتا ہے، نہ دنیا کو جمع کرتا ہے اور نہ ہی دنیا کو روکتا ہے۔‘‘ فقیر بظاہر

ہو گیا تو اِسمِ اللہ ذات نے لے جا کر مجھے وحدتِ الٰہی میں غرق کر دیا۔'' (۲) ''یہ مراتب قلبِ سلیم ہیں اور جب یہ حاصل ہو جاتے ہیں تو دل وحدتِ حق کا سمندر بن جاتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جاہل عالم سے ڈرو۔ پوچھا گیا جاہل عالم کون ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم؟'' فرمایا:- ''جو زبان کا عالم ہو مگر دل کا جاہل ہو۔'' جان لے کہ دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) روشن شاہراہ ہے اور ظلماتِ بدعت اور اہلِ بدعت گلِ لالہ کی طرح سیاہ دل ہیں، اُن کے دل میں منافقت کا داغ ہے۔

ابیات:- (۱) ''گلِ لالہ کے دل کا داغ شبنم سے نہیں دھویا جا سکتا، نہ ہی تقدیر کا لکھا رونے دھونے سے مٹایا جا سکتا ہے۔'' (۲) ''حکمِ قضا سے سامنا کرتے وقت چہرے کو شکن آلود نہ کر اور نہ ہی حکمِ قضا سے خود کو چھپا کہ آگ جب چٹائی کو جلاتی ہے تو چٹائی کی چیں بچیں کی پرواہ نہیں کرتی۔''

مصنف کہتا ہے:- (۱) ''اے باھُوؒ! رضا جب قضا پر غالب آتی ہے تو تقدیرِ خداوندی کا خوف ختم ہو جاتا ہے۔'' (۲) ''تقدیرِ الٰہی سے وہ کیوں ڈرے کہ جسے اللہ تعالیٰ کا قربِ تمام حاصل ہو، ڈرے تو وہ جو ناقص و عام و خام ہو۔'' (۳) ''رضا قاضی ہے اور قضا اُس کی غلام ہے، حکمِ رضا کے بغیر قضا ایک بال کی بھی جان نہیں لے سکتی۔''

جان لے کہ بندہ اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا کہ ہر کام اُس کی مرضی سے ہوا کرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے:- ''میں نے اپنے رب کو اپنے عزائم کی ناکامی سے پہچانا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔'' پس بہتر یہ ہے کہ ہر کام خدا کے سپرد کر دیا جائے اور خود کو درمیان سے نکال دیا جائے۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- '' مَیں اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں کہ بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر گیری کرتا ہے۔''

جان لے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ بے مثل و بے مثال حیّ قیوم واحد ذات ہے جس نے خود کو اپنی ہی صورت پر قائم کر رکھا ہے، اُس کی صورت غیر مخلوق ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو خواب یا مراقبے میں دیکھ لیتا ہے تو مجذوب ہو جاتا ہے یا بیدار و ہوشیار ہو کر توحید ربوبیت کے نور کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے جس سے اُس کے وجود میں اتنی تپش پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جل کر مر جاتا ہے یا پھر اُس کی زبان پر مہرِ سکوت لگ جاتی ہے اور وہ خاموشی اختیار کر لیتا ہے یا پھر رات دن سجدہ ریز رہتا ہے، لباسِ شریعت میں ملبوس ہو کر احکامِ شریعت کی پابندی میں کوشاں رہتا ہے اور اُس صورتِ بے مثل کو کسی صورت کی مثل قرار نہیں دیتا۔ ایسے واصل باللہ عارف کو دورانِ رویت و مشاہدہ حضوری اس قدر نعمتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے کہ جو کسی کے وہم و گمان میں نہیں آسکتی۔ یہ مراتب بھی حاضراتِ اسمِ اللہ ذات اور کلید کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' سے حاصل ہوتے ہیں۔ کلمہ طیب کی راہ ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک راہ ہے، جو کوئی اِس میں شک کرے وہ زندیق ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے :- ''اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور کرو مگر اُس کی ذات میں غور مت کرو۔''

پس معلوم ہوا کہ آوازِ نفس، مقامِ نفس، سوالِ نفس و حالتِ نفس اور ہے، آوازِ قلب، رازِ قلب، مقامِ قلب، سوالِ قلب و حالتِ قلب اور ہے اور آوازِ روح، رازِ روح، مقامِ روح، سوالِ روح و حالتِ روح اور ہے۔ نفس کی آواز علمِ دنیا ہے اور اُس کا مقام ہوا (خواہش نفس) ہے۔ قلب کی آواز ذکر اللہ ہے، اُس کا علم محبتِ الٰہی اور شوقِ الٰہی ہے اور اُس کا مقام صفائی باطن ہے۔ روح کی آواز کلامِ الٰہی اور نص و حدیث ہے اور اُس کا مقام جمعیت علم

علوم ہے۔ ہر گروہ اپنے اپنے مقام سے پہچانا جا سکتا ہے کہ یہ اہلِ نفس ہے، یہ اہلِ قلب ہے اور یہ اہلِ روح ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے۔ ''بے شک اولادِ آدم کے وجود میں دس قسم کی آگ بھری ہوئی ہے یعنی شہوت کی آگ، حرص کی آگ، حسد کی آگ، نظر کی آگ، غفلت کی آگ، جہالت کی آگ، پیٹ کی آگ، زبان کی آگ، گناہوں کی آگ اور شرمگاہ کی آگ۔ شہوت کی آگ روزے کے بغیر نہیں بجھتی، حرص کی آگ ذکرِ موت کے بغیر نہیں بجھتی، حسد کی آگ طہارتِ قلب کے بغیر نہیں بجھتی، نظر کی آگ ذکرِ قلب کے بغیر نہیں بجھتی، غفلت کی آگ ذکر اللہ کے بغیر نہیں بجھتی، جہالت کی آگ علم کے بغیر نہیں بجھتی، پیٹ کی آگ رزقِ حلال کے بغیر نہیں بجھتی، زبان کی آگ تلاوتِ قرآن کے بغیر نہیں بجھتی، گناہوں کی آگ توبہ و استغفار کے بغیر نہیں بجھتی اور شرمگاہ کی آگ نکاح کے بغیر نہیں بجھتی۔''

قطعہ:- ''ایک مردِ خدا کو دین و دنیا سے کیا حاصل؟ ارے اُنہیں چھوڑ دے اور حرص و ہوا کو بھی چھوڑ دے کہ یہ دونوں جہان کی روسیاہی ہے لیکن اگر تُو نیک سیرت بن جائے تو تجھے روشن ضمیری نصیب ہوگی۔ بعض فقیر خالق کو پسند ہوتے ہیں اور بعض مخلوق کو۔''

بیت:- ''جو فقیر خالق کو پسند ہے اُسے اگر مخلوق پسند نہ بھی کرے تو کیا مضائقہ؟''

جان لے کہ مسائل علمِ فقہ پڑھنے، علمِ عربی پڑھنے اور طاعتِ خداوندی میں ریاضتِ ظاہری کرنے سے نفس بے حد موٹا ہوتا ہے، خلقِ خدا میں نیک نامی و شہرت سے بہت خوش ہوتا ہے اور ہوائے خود پسندی میں مبتلا ہو کر خود کو لوگوں کی نظروں میں آراستہ و پیراستہ کیے رکھتا ہے لیکن علمِ تصوف یعنی علمِ وحدانیت توحید اور علمِ معرفتِ الٰہی سے شرمندہ ہوتا ہے، ذکرِ خفیہ کر کے اپنی جان کا گوشت کھاتا ہے اور خوفِ خدا میں رو رو کر اتنی آہ و

زاری کرتا ہے کہ ہڈیوں سے مغز بھی نکل آتا ہے۔ اِس پوشیدہ و بے ریا ریاضت سے خونِ جگر پیتا ہے اور لاغر ہو کر ہوا سے فارغ ہو جاتا ہے اور نیست و نابود ہو کر غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ علمِ تصوف کہ جس کا پڑھنا فرضِ عین اور سنتِ انبیا علیہم السلام ہے، اس کے پڑھنے سے مراتبِ اولیا تک رسائی اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اگر کوئی فقیہہ و عالم فاضل ساری عمر بھی علم پڑھتا رہے تو اُس کے دل سے سیاہی و زنگار و کدورت و خطرات اور حُبِّ دنیا کی نجاست دُور نہیں ہوتی جب تک کہ دل کی صفائی کرنے والا علمِ تصوف نہ پڑھ لے اور اُس وقت تک اُس کی مردہ دلی ختم نہیں ہوتی جب تک کہ ذکرِ خفیہ اور کلید کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" سے دل کو زندہ کرنے کا علم نہ سیکھ لے۔ مردہ دل آدمی اگر توریت و انجیل و زبور اور تفسیر قرآن کا علم پڑھتا رہے تو پھر بھی اُس کا دل زندہ نہیں ہوتا بلکہ اُس کی عمر برباد، روح پریشان اور نفس شاد رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''ہر چیز کی صفائی کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دل کی صفائی کے لیے ذکر اللہ ہے۔ " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" جان لے! کہ جو شخص ابھی مومن مسلمان بھی نہیں ہو سکا وہ فقیر فنا فی اللہ عارف باللہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جان لے کہ مسلمان کے چھ حروف ہیں یعنی ''م س ل م ا ن۔ ''حرف ''م'' سے موافق رحمان ومخالفِ شیطان، موافقِ علم ومخالفِ جہالت، موافق روح ومخالفِ نفس، موافق شریعت و مخالف بدعت، موافق فقر ومخالفِ دنیا و اہلِ دنیا اور قاطع شہوات وحرص وطمع اور قاطع دیگر اوصافِ ناشائستہ۔ حرف ''س'' سے سلیم الطبع یعنی صاحبِ قلبِ سلیم، صاحبِ تسلیم ورضا اور خلقِ خدا سے خوش خُلقی سے پیش آنے والا۔ حرف ''ل'' سے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ذاکر۔ حرف ''م'' سے متکلم علمِ نص وحدیث، متکلم علمِ مسائل فقہ اور متکلم علم

توحید و تصوف۔ حرف ''الف'' سے اِرادہِ صادق کا حامل صدیق با تصدیق اور حرف ''ن'' سے نیک نیت۔ یہ ہے صحیح مسلمان۔ تجھ پر سلام ہو اے مسلمان! جو شخص ان اوصاف سے متصف ہے وہ حق بردار، حق پر جان نثار اور باطل سے بیزار حقیقی مسلمان ہے۔ جان لے کہ مومن کے بھی چار حروف ہیں یعنی ''م، و، م، ن۔ حرف ''م'' سے مومن نفاق سے پاک ہوتا ہے، مدام تصدیق القلب، مولیٰ طلب میں غرق اور محبت افزا۔ یہ شان ہے ایک صاف دل و حیادار و باادب مومن کی۔ حرف ''و'' سے واحد، وحدانیت میں غرق، لاسویٰ اللہ سے بیزار، مردہ دل لوگوں سے الگ، صاحبِ توحید، صاحبِ ترک و توکل، صاحبِ تجرید و تفرید، صاحبِ اخلاص، دوستِ روحِ بازید اور دشمن نفس یزید۔ مومن معرفتِ الٰہی کے سوا نہ کچھ خریدتا ہے اور نہ اختیار کرتا ہے۔

بیت:- ''معرفتِ الٰہی حاصل کر کہ یہی چیز تیرے ساتھ جائے گی، یہ نصاب سیم و زر کسی اور کے نصیب کی چیز ہے۔''

جوابِ مصنف:- ''آدمی کو چاہیے کہ وہ صاحبِ معرفت ہو خواہ بظاہر لباسِ حریر ہی پہنا کرے، صدف کو دیکھو کہ اُس کا سینہ موتیوں سے پُر رہتا ہے۔''

ابیات:- (۱) ''عارفانِ الٰہی معرفتِ الٰہی میں اِس طرح غرق رہتے ہیں جس طرح کہ مچھلی پانی میں۔'' (۲) ''جو آدمی خود کو عارف باللہ مشہور کرتا ہے وہ محض لافزن ہے کہ عارف تو خاموش و گمنام ہو کر اللہ سے ہم کلام رہتے ہیں۔'' (۳) ''جو آدمی خود کو عارف باللہ کہلاتا ہے وہ ہوائے نفس کا غلام ہے کہ عارف تو ہر وقت غرق فنا فی اللہ ہوتے ہیں، انہیں اپنی تشہیر کی کیا ضرورت ہے؟'' (۴) ''ہاں البتہ مَیں عارف بھی ہوں، واصل بھی ہوں اور مقربِ حق بھی ہوں اور مجھے یہ مراتب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عطا فرمائے ہیں۔''

حرف ''مِ دوم'' سے مومن موذی نفس کو مرادِ لذت ہوا مہیا نہیں کرتا۔ حرف ''ن'' سے نیت مومن اُس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ ہے مومن کی شان۔ اے مومن تجھ پر سلام ہو! مومن کا دل ہر وقت رحمتِ الٰہی کے نور سے پُر رہتا ہے اور ازلی عنایت و ہدایت کی بدولت دنیا میں ہر وقت صاحبِ فیض و فضل، صاحبِ عنایت اور صاحبِ ولایت ولی اللہ ہوتا ہے۔ مومن کی دو علامات ہیں:۔ (۱) دوسروں کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے۔ (۲) اپنے وجود کو غصے سے پاک رکھتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' مومن غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کی کوتاہیوں سے درگزر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو پسند فرماتا ہے۔''

ابیات:۔ (۱) ''مردِ مومن وہ ہے جو غصے سے دُور رہتا ہے اور دنیا سے تارک فارغ و بے نیاز رہتا ہے۔'' (۲) ''مومن اپنی ملکیت میں مال و دولت رکھنا گناہ سمجھتا ہے کہ اُس کی نظر ہمیشہ قربِ الٰہی پر رہتی ہے۔'' (۳) ''اگر کوئی آدمی مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اُس میں یہ وصف دیکھو کہ مومن تو اللہ کے نام پر جان قربان کر دیتے ہیں۔''

مومن مسلمان ہونا آسان کام نہیں ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت اسرارِ پروردگار کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے۔ مومن دنیائے مردار کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا خواہ اُسے فقر و فاقہ میں کئی روز ہی کیوں نہ گزر جائیں۔ طالبِ دنیا کو مومن مسلمان نہ سمجھ کہ دنیا تو کافروں اور منافقوں کا نصیبہ ہے۔ جان لے کہ جب دل جنبش میں آتا ہے اور صاحبِ قلب تصورِ اسمِ اللہ ذات کو دل پر نقش کر کے غور سے دیکھتا ہے تو اِسمِ اللہ ذات کے ہر ایک حرف سے دل کے اِردگرد آفتاب کی طرح روشن نور کا شعلہ طلوع ہوتا ہے جس سے دل سر سے قدم تک تجلیاتِ نورِ ذات سے بھر جاتا ہے اور اُس کی زبان پر '' یا اَللّٰہُ، یا اَللّٰہُ، لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا وِرد جاری ہو جاتا ہے۔ اِس طرح

جب دل اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب کا ذکر کرتا ہے تو ہر بار اُسے ستر ہزار ختمِ قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے بلکہ اِس سے بھی زیادہ بے حد و بے حساب ثواب ملتا ہے۔ جب ایسا صاحبِ قلب آدمی ذکرِ اِسمِ اللہ ذات کے تصور میں آنکھیں بند کرتا ہے اور غرقِ مراقبہ ہو کر دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو تجلیاتِ نورِ ذات اور مشاہدہِ ربوبیت میں غرق ہو جاتا ہے اور اُس کے اَسی (80) سال کے گناہ نورِ اِسمِ اللہ ذات کی عصمت اور کلمہ طیبات '' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کی برکت سے بحکمِ الٰہی کراماً کاتبین کے دفتر سے مٹا دیے جاتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر ہمیشہ دل پر رہتی ہے اِس لیے اُس کا یہ پوشیدہ و بے ریا عمل بارگاہِ الٰہی میں ہمیشہ مقبول و منظور رہتا ہے۔ جان لے کہ جب کوئی ایسا صاحبِ تصرف کہ جسے تصورِ اِسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب با ترتیب پڑھنے پر تصرف حاصل ہو اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے بھی مشرف ہو اپنی آنکھیں بند کرتا ہے اور مراقبہ میں غرق ہو کر تصورِ اِسمِ اللہ ذات کی تلوار ہاتھ میں پکڑتا ہے تو گویا وہ قتل کرتا ہے عمر بھر کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں کو، قتل کرتا ہے نفس و شیطان کو، قتل کرتا ہے خناس، خرطوم اور جملہ خطرات کو اور تہہ تیغ کرتا ہے زمین بھر کے دار الحرب کو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ '' گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔'' اِس قسم کے ذکرِ مدام، تفکرِ تمام اور مراقبہِ حضوری مجلس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجموعۃ الحسنات کہتے ہیں اور یہ اِس فرمانِ حق تعالیٰ کے عین مطابق ہے:۔ '' بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ تذکرہ ہے ذکر کرنے والوں کا۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ '' اللہ تعالیٰ نے اُنہیں جو چار پائے مویشی دے رکھے ہیں، اِن خاص دنوں میں قربانی کرتے وقت اُن پر اللہ کے نام کا ذکر کریں اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھائیں اور محتاج فقیروں کو بھی کھلائیں۔'' جان لے کہ

جب ذاکرِ خفیہ بند آنکھوں سے مراقبہ میں غرق ہو کر دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے مد کھینچ کر بلند آواز کے ساتھ کلمہ طیب " لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- ''اے علیؓ! آنکھیں بند کر لے اور اپنے دل میں '' لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کا ذکر سن-'' جو آدمی اِس نعمتِ عظمیٰ کو پا لیتا ہے اُسے حافظ رحمانی کہتے ہیں لیکن جو آدمی اس سے محروم رہتا ہے وہ سیاہ دل ہو کر خطراتِ شیطانی میں گھر جاتا ہے- حیوان اور انسان میں تمیز کرنے والی چیز دل ہی تو ہے- اگر تیرا دل قلبِ سلیم ہے اور ذکر اللہ کے نور سے پُر ہے تو تُو صاحبِ دل روشن ضمیر انسان ہے ورنہ حیوان ہے- اِنسان وہ ہے جو بظاہر عبودیت (بندگی) میں مشغول رہے اور بباطن چشمِ دل کے ساتھ نورِ معرفتِ الٰہی اور حضوریٔ ربوبیت کے مشاہدے میں غرق رہے کہ عبودیت کا تعلق نمازِ ظاہر کی آواز سے ہے اور ربوبیت کا تعلق چشمِ دل کے ساتھ مشاہدۂ رازِ حضوریت سے ہے- عبودیت اور ربوبیت ایک مومن سالک و عارف کے دو بال وپَر ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جو شخص دائمی فرض ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اُس کے وقتی فرض کو قبول نہیں کرتا اور جو شخص وقتی فرض ادا نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اُس کے دائمی فرض کو قبول نہیں کرتا-'' وقتی فرض نمازِ پنجگانہ ہے اور دائمی فرض زبانِ دل سے ذکر اللہ میں محو رہنا ہے یعنی دل سے ہر وقت یَااَللّٰہُ، یَااَللّٰہُ کی آواز آتی رہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حال میں ذکر اللہ جاری رکھو-'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''حضوریٔ قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی-'' اور حضوریٔ قلب یہ ہے کہ دل خطراتِ شیطانی سے محفوظ ہو کر ہر وقت ذکر اللہ کے نور اور تجلیاتِ نورِ ذات سے معمور رہے- ایسا صاحبِ قلب آدمی ہمیشہ باطن میں انبیا و اولیا سے ملاقات کرتا رہتا ہے-

پس معلوم ہوا کہ ایسا صاحبِ مراقبہ ذاکرِ دل ہر وقت دل میں دائمی نماز پڑھتا رہتا ہے اور دنیا و آخرت میں شرک و کفر و نفاق سے محفوظ رہتا ہے۔ اُسے حیاتِ قلب نصیب ہوتی ہے اس لیے وہ ہر وقت دل میں صلوٰۃِ دائمون کو قائم رکھتا ہے جس سے اُس کی روح با جمعیت اور نفس پریشان رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے :- ''اُن کے جسم دنیا میں ہوتے ہیں اور دل آخرت میں۔'' اقرار و تصدیق کلمہ طیب، ظاہر باطن میں نماز وقتی و نمازِ دائمی کی ادائیگی اور ہدایت و سخاوتِ نافع المسلمین کے یہ تین مقبول اعمال اُن کے حال کی گواہی دیتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''نماز برائیوں کو مٹا دیتی ہے، کلمہ طیب گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور سخاوت گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔'' پس معلوم ہوا کہ مراقبہ دو قسم کا ہے، ایک مراقبہ اہل حضور ہے، یہ مراقبہ محمود ہے۔ دوسرا مراقبہ اہل خطرات ہے، یہ شیطانی مراقبہ مردود ہے۔ مراقبۂ محمود تین قسم کا ہے۔ (۱) ابتدائی مراقبۂ محمود :- ''اِس مراقبہ میں غرق ہو کر اہل مراقبہ شش جہاتِ جہان کا مشاہدہ کرتا ہے۔'' اگر کوئی آدمی ہفت اقلیم کی شاہی کی خاطر متواتر سات روز تک اِس مراقبہ میں غرق رہے تو مشرق سے مغرب تک تمام جہان اُس کے قبضہ و تصرف میں آجاتا ہے۔ (۲) متوسط مراقبۂ محمود :- اِس مراقبہ میں صاحبِ مراقبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہو کر تمام انبیاؑ و اصفیاؑ و مرسلین سے مجلس و ملاقات کرتا ہے۔'' اگر کوئی آدمی اِس مراقبہ میں سات دن تک غرق رہے تو وہ گناہوں سے اِس طرح پاک و صاف ہو جاتا ہے جس طرح کہ ایک نوزائیدہ بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔ (۳) انتہائی مراقبۂ محمود :- اِس مراقبہ میں صاحبِ مراقبہ نورِ توحید میں غرق ہو کر بظاہر ہر چیز سے بے خبر معلوم ہوتا ہے لیکن باطن میں وہ پورے شعور کے ساتھ تفکرِ ذات میں غرق و صاحبِ حضور ہوتا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان

ہے :- ''گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔'' مصنف کی دعا ہے کہ یہ نعمتِ عظمٰی اور سعادتِ کبریٰ اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلمان کو نصیب کرے - معرفتِ توحیدِ الٰہی اور فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی یہ راہ ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک ہے۔ جو کوئی اِس میں شک کرے وہ کافر وزندیق ہے۔ جو آدمی ابھی تک مرتبۂ مومن بھی حاصل نہیں کر سکا وہ عارف فقیر کس طرح ہو سکتا ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' جو آدمی اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے اُسے مجلسِ خَلق میں مزا نہیں آتا۔'' شیخ محی الدین شاہ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا ارشاد ہے :- ''عارف باللہ آدمی اللہ تعالیٰ سے اُنس رکھتا ہے اور غیر اللہ سے وحشت کھاتا ہے۔'' ذکر وعلم عطائے خدا ہے اور طلبِ دنیا وجہالت خطائے خطراتِ شیطان ہے۔ صاحبِ عطا و صاحبِ خطا کا ہم مجلس ہونا درست نہیں۔'' ہاں یہ سچ ہے کہ پارہ اُس وقت تک کشتہ نہیں ہوتا جب تک کہ کسی عامل کے عمل میں نہیں آتا، اِسی طرح مراتبِ فقر اور معرفتِ حضوری کا اِستغراق بھی عارف باللہ مرشدِ کامل کی عطا کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ عارف باللہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں :- (۱) عارفِ طبقات صاحبِ حیرت، (۲) عارفِ غرق فنا فی اللہ ذات صاحبِ حضور۔ عارفِ حضور کے یہ چار اوصاف گواہ ہیں، ایک تجرید، دوسرے تفرید، تیسرے ترک وتوکل اور چوتھے توحید۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''توکل اور توحید دو جڑواں بھائی ہیں۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور مومنوں کا تو وصف ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔'' اَلغرض! مرشدِ کامل اکمل سلکِ حضوری جانتا ہے اِس لیے طالبوں کو ذکر فکر ورد وظائف اور اعمالِ ظاہری مشقت میں مشغول نہیں کرتا کہ مرشدِ حضور سے طالب اللہ کو پہلے ہی روز مرتبۂ حضوری نصیب ہو جاتا ہے۔ اِبتدائے راہِ حضوری مرتبۂ فنا فی الشیخ ہے، متوسطِ راہِ حضوری

مرتبۂ فنافی اللہ ہے اور انتہائے راہِ حضوری مرتبۂ فنافی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے۔ جو شخص حضوری محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، شریعتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امر معروف ونص وحدیث سے قدم باہر رکھتا ہے وہ مردُود وخبیث ابلیس ظاہر باطن میں اہلِ بدعت، اہلِ سرود، حسن پرست اور خدوخال تاڑنے والا ہوائے نفس کی مستی میں غرق ہے، وہ کسی منزل مقام پر نہیں پہنچ سکتا کہ اُس کے باطن کی بنیاد ہی باطل پر قائم ہے، لہٰذا اگر کچھ کمالات اُس میں تجھے نظر آتے ہیں تو وہ محض جنونیت و استدراج ہے اور فرمایا گیا ہے کہ:- ''اِستدراج رحمتِ الٰہی سے بہت دُور ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور جو لوگ ہماری آیات (نشانیوں) کو جھٹلاتے ہیں، عنقریب ہم اُنہیں بتدریج اُس طرف سے گھیریں گے کہ جس طرف سے اُنہیں گمان بھی نہ ہوگا۔'' جان لے کہ مرتبۂ فنافی الشیخ کا ابتدائی درجہ یہ ہے کہ جب طالب اپنے شیخ کی صورت کو اپنے تصور وتصرف میں لاتا ہے تو اگر شیخ کامل ہو تو طالب کے دل کو زندہ کر کے نفس کو مار دیتا ہے جس سے طالب کا وجود ہوا و ہوس سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر شیخ ناقص ہو تو طالب کے وجود میں جیفۂ دنیا کی طلب پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جیفۂ دُنیا کا طالب کتا بن جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شیخ کامل کا طالب ہی مرتبۂ فنافی الشیخ پر پہنچتا ہے۔ شیخ کامل جب کسی کو نوازتا ہے تو یک دم اُسے اپنا ہم مرتبہ بنا دیتا ہے۔ ایسا طالب فنافی الشیخ کہلاتا ہے۔ جب شیخ ناقص کا طالب اپنے شیخ کی صورت کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو شیطان فوراً اُس کے شیخ کی صورت اختیار کر کے اُس کے سامنے آجاتا ہے اور طالب فنافی الشیخ ہونے کی بجائے فنافی الشیطان ہو جاتا ہے۔ خبردار! اِس صورت میں جب مبتدی طالب تصورِ اسمِ اللہ ذات کے تصرف سے دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دل کے گرد شعلۂ نور کی مثل شیطانی آگ کا ایک شعلہ بلند ہوتا ہے جسے طالب تجلیٔ

حضور سمجھ بیٹھتا ہے۔ اُس شیطانی آگ سے شیطان آواز دے کر کہتا ہے :- ''اے طالب! تُو میرا اور مَیں تیرا یار ہوں۔ اب ظاہر باطن کی بندگی سے توبہ کر لے اور اِس تجلی میں میرا دیدار کر۔'' اِس کے بعد وہ شیطانی تجلی پہلے بچے کی صورت اختیار کر لیتی ہے، پھر ایک نوجوان کی صورت دھار لیتی ہے اور آخر میں بوڑھے کی صورت میں آجاتی ہے۔ ایسا کرنے کے بعد شیطان کہتا ہے کہ:- ''یہ فقر کے انتہائی مخفی اسرار ہیں۔'' بعد میں یہ شیطانی صورت اُسے ہر چیز کے ظاہر باطن کے ماضی حال اور مستقبل کے مفصل حالات بتلاتی ہے جس کی وجہ سے لوگ اُسے صاحبِ کشف فقیر سمجھنے لگتے ہیں

حالانکہ شیطانی آواز میں یہ سب استدراج کا کھیل ہوتا ہے۔ اے عزیز! خبردار! جب یہ شیطانی صورت تجھ سے ہم کلام ہو تو باطنی توجہ سے ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' یا '' لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ '' پڑھ لیا کرتا کہ یہ شیطانی صورت دفع ہو جائے اور حروفِ اسمِ اللہ ذات سے صورتِ تجلی نور ظاہر ہو جائے، اُس تجلی نور سے تجھے جو کچھ دکھائی دے گا وہ نص واحادیث کے عین مطابق برحق ہوگا، اُسے حق ماننا جیسا کہ فرمایا گیا:- ''ہم نے مانا اور سچ جانا۔'' جو باطن قرآن وشریعت اور اسمِ اللہ ذات کے مطابق نہیں وہ باطل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''ہر وہ باطن جو ظاہر کے خلاف ہو باطل ہے۔'' مرتبہ فنا فی الشیخ کا تعلق اسمِ اللہ ذات، مشاہدۂ نورِ حضور تجلیات اور حضوریٔ مجلس سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ہے اور مرتبہ فنا فی الشیطان کا تعلق وسوسہ و وہمات وخطرات سے ہے۔ ہاں! فنا فی الشیطان طالب اور نفس پرست وخود پرست اور مغرور وطالبِ دنیا قسم کے ناقص شیخ بے حد و بے شمار ہیں لیکن معرفتِ ''اِلَّا اللّٰهُ'' اور حضوریٔ مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لائق صاحبِ شریعت وروشن ضمیر فنا

فی الشیخ طالب بہت قلیل ہیں۔

شرحِ تصورِ فنافی الشیخ عارفِ کامل

جان لے کہ صورتِ شیخ کا تصور کرنے سے طالب اللہ کے وجود میں غیب سے ایک نورانی صورت ظاہر ہو جاتی ہے جو کبھی تو کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا ذکر کرتی ہے، کبھی آیاتِ قرآن کی تلاوت کرتی ہے، کبھی نص و حدیث و تفسیر بیان کرتی ہے، کبھی سنتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو زندہ رکھتے ہوئے مسائل فقہ یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب کا درس دیتی ہے، کبھی ذکر اللہ میں غرق ہو کر بلند آواز سے " سِرِّ ھُوْ، سَرِّ ھُوْ، لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّا ھُوْ "[1] کے نعرے لگاتی ہے، کبھی ماضی حال و مستقبل کے حقائق سے باخبر کرتی ہے اور خود کو ہر وقت نماز و طاعت و بندگی میں محو کر کے شریعت کی نگہداری کرتی رہتی ہے اور اگر غلطی سے شریعت کے خلاف کفر و شرک و بدعت کا کوئی کلمہ کہہ بھی جائے تو توبہ و استغفار سے اُس کا رد کرتی ہے اور کبھی نفس کو محاسبہ کے ذریعے مغلوب کر کے اُس سے کلمہ طیب " لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" پڑھواتی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا، بے شک اُس نے اپنے رب کو پہچانا اور جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا۔ نفس خدا کو فنا فی الشیخ ہو کر ہی پہچانتا ہے۔ جب یہ صورت وجود پر غالب آجاتی ہے تو وجود گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے۔ اُس صورت کے ظہور کا انحصار صرف آوازِ ابتدا " اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى "[2] کے تصور کی صحت پر ہے۔ یہ صورت نفس زیاں کار کو کجی و سرکشی پر سرزنش کر کے راہِ راست پر لے آتی

[1] :- ترجمہ = مَیں نے ذاتِ الٰہی کا بھید پا لیا ہے، دونوں جہان میں ذاتِ الٰہی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ [2] :- ترجمہ = کیا مَیں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کہا ہاں! کیوں نہیں؟

ہے۔ اِس طرح کی نفس شناسی اور اِلہام و پیغامِ شیخ کامل پر اعتبار کرنا بھی بچوں کا کھیل تماشا ہے، اِس مرتبے پر مغرور ہونے کی ضرورت نہیں کہ یہ محض مرتبۂ پیغام ہے، مرتبۂ معرفت و فقر نہیں۔ شوق و سرور سے باطن کو آباد رکھنے والی قرب مع اللہ نور حضور منظور کی راہ اِس سے بہت آگے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''طالب کے لئے پہلا مرتبہ فنافی الشیخ ہے اور دوسرا مرتبہ فنافی اللہ ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''اُس کا دین ہی نہیں جس کا مرشد نہیں اور جس کا مرشد نہیں اُسے شیطان گھیر لیتا ہے۔''

بیت :- ''جس کا مرشد نہیں وہ شیطان کا مرید ہے اور جس کا مرشد ہے وہ بایزیدؒ کے مرتبے پر پہنچتا ہے۔''

مرشد ہو تو کامل ورنہ زن سیرت و مخنث صورت اہلِ بدعت بے شرع مرشد کسی کام کا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی صاحبِ صورتِ فنافی الشیخ طالب گناہ کی طرف مائل ہونے لگتا ہے تو صورتِ شیخ مانع ہو کر اُسے گناہ سے روک لیتی ہے اور پوری قوت سے شہوت گناہ کا غلبہ توڑ دیتی ہے۔ اگر کوئی صاحبِ صورتِ فنافی الشیخ طالب سوتا ہے تو توفیقِ اِلٰہی سے خواب میں وہ صورت اُس کا ہاتھ پکڑ کر توحید ''اِلَّا اللّٰہُ'' کی معرفت میں غرق کر دیتی ہے۔ اگر کوئی صاحبِ صورتِ فنافی الشیخ طالب مراقبہ کرتا ہے تو وہ صورت اُس کی دستگیری کرتی ہے اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف کر کے اُسے مراتب و مناصب دلواتی ہے۔ یہ مرتبہ ہے باطن صفا فنافی الشیخ طالب کا۔ ایسے ہی طالب کے لئے آیا ہے کہ :- ''سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ چلا۔'' وہ صورتِ نور ہمیشہ یہ تسبیح پڑھتی رہتی ہے :- سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ○ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ ○ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ

وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَآءِ وَ الْجَبَرُوْتِ ٥ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ ٥ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ ٥ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ ٥ " فنافی الشیخ کی وہ صورت سخاوت میں حاتم طائی سے زیادہ سخی ہے کہ پل بھر میں مشرق سے مغرب تک وسیع ملکِ سلیمانی سے بہتر حکومت اور تمام جنوں، انسانوں، حیوانوں، پرندوں اور پانی ومٹی ہوا و آگ پر مکمل تصرف وقبضہ کے جملہ مراتب ومناصب عطا کر دیتی ہے۔ یہ مراتب ہیں باطن صفا فنافی الشیخ طالب کے۔

ابیات:۔ (۱) "ایسے باطن صفا فنافی الشیخ طالب ہمیشہ نیکوکار، خوش خُلق، صاف دل اور جودوکرم کی کان ہوتے ہیں، اُن کا ہر عمل حکمتِ خداوندی کے تحت ہوتا ہے۔" (۲) "وہ اِس شان کے راہنمائے خلق ہیں کہ ایک ہی نظر میں طالبوں کو حق رسیدہ کر دیتے ہیں، طالبانِ حق ہی اُن سے وصالِ حق پاتے ہیں، خود پرست طالبوں کی اُن کے ہاں کوئی جگہ نہیں۔" (۳) "وہ غرق فنافی اللہ ہو کر دائمی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں جہاں اُنہیں تمام انبیاؑ و مرسلین واصفیاؑ سے ہم نشینی کا شرف حاصل رہتا ہے۔" (۴) "مَیں نے نفس کافر کو قتل کر دیا ہے اور ہوائے نفس سے آزاد ہو گیا ہوں۔ اے باھُو! تیرے لئے بس یہی عبادتِ جاودانی ہے۔"

طالب اللہ کو دنیا اور دنیا کی شان وشوکت سے کیا غرض کہ اُس کی راہ تو معرفت و وصال کی راہ ہے۔" جان لے کہ طالب کے چار حروف ہیں یعنی "ط ا ل ب"۔ حرف "ط" سے طلاق دیتا ہے دنیا کو جیسے طلاق دی جاتی ہے فاحشہ عورت کو، حرف "ا" سے آرزو نہیں کرتا نفس کی مطلوبہ چیزوں کی، حرف "ل" سے لائق دیدارِ حق، لا یحتاج اور لاف زنی سے پاک اور حرف "ب" سے باادب، بے اختیار، باختیارِ مرشد اور طالبِ محبتِ حق۔ جو طالب

اِن صفات سے متصف نہیں وہ طالب ہی نہیں کہ حرف ''ط'' سے طلاق نہیں دیتا دنیا کو، حرف ''ا'' سے آرزو کرتا ہے نفس کی مطلوبہ چیزوں کی، حرف ''ل'' سے لادین اور حرف ''ب'' سے بدبخت و بدنیت۔ جس طالب میں یہ صفات پائی جائیں اُسے تلقین وارشاد کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ تو ہے ہی جھوٹا فسادی اور بے توفیق۔ طالبِ صادق تین قسم کے ہوتے ہیں، (۱) مثل بلبل (۲) مثل پروانہ اور (۳) مثل مرغ سمندر۔[1]

ابیات:- (۱) '' مَیں بلبل نہیں کہ نعرہ زن ہو کر سروری کا باعث بنوں، مَیں تو پروانہ ہوں کہ جل کر بھی دم نہ ماروں۔'' (۲) '' بلکہ مَیں پروانہ بھی نہیں کہ ایک ہی شعلہ سے جان دے دوں، مَیں تو مرغ سمندر ہوں کہ جس کی جائے زیست ہی آگ ہے۔''

مصنف کہتا ہے کہ وہ مرشد بھی خام ہے جو طالب کو معرفت کے اِنتہائی مقام پر پہنچا کر کہے کہ یہی کمالِ فقر ہے۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب کو مقامِ معرفت سے نکال کر نورِ توحید میں ایسا غرق کرے کہ نہ تو اُسے اِسم و جسم یاد رہے اور نہ ہی مقامات و طبقات بلکہ وہ فنا فی اللہ ہو کر عین نورِ ذات میں غرق رہے۔ یہ وہ لازوال مرتبہ ہے جو طالب کو مقامِ وصال سے نکال لاتا ہے کیونکہ صاحبِ غرق کے نزدیک مقامِ وصال بھی خام مرتبہ ہے۔ بے شک جب طالبِ صادق اور صاحبِ تصرف مرشدِ کامل مکمل اکمل ایک دوسرے سے پُر خلوص ملاقات کرتے ہیں تو مرشد اگر چاہے تو طالب کو مشرق سے مغرب تک تمام جہان کا تصرف بخش دے اور اگر چاہے تو مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر کر

[1]:- مرغ سمندر = یہ ایک پرندہ ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ ہی میں جیتا مرتا ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ ایک قسم کی روح ہے جو آگ میں پائی جاتی ہے اور عارفوں نے اُسے تمثیل کے طور پر مرغ سمندر کا نام دیا ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم بالصواب۔

کے مناصب فقر سے سرفراز کرا دے۔اِس پر تعجب و اعتراض نہ کر کہ صاحب باطن کی مہربانی کے بغیر مقصود باطن حاصل نہیں ہوتا، البتہ طالب کے لئے ضروری ہے کہ وہ طالب صادق ہو، یہی وہ کامل تفکر ہے جو دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے اور اِسی کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- ''گھڑی بھر کا تفکر دونوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔''

بیت :- ''مرد مرشد ہی طالب کو مرتبۂ کمال تک پہنچاتا ہے، نامرد مرشد تو ہوتا ہی ناقص و خام ہے۔

اے عزیز! راہِ فقر میں اللہ کے سوا تجھے جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ تیرے لئے راہزن ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''نہ چوکی آپ کی نظر، نہ حد سے بڑھی، سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ پہ چلا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''دنیا تمہیں مبارک ہو، عقبیٰ بھی تمہیں مبارک ہو، میرے لیے تو میرا اللہ ہی کافی ہے۔'' حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ ''[1]۔ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس ۔ اللہ کا طالب کبھی گمراہ نہیں ہوتا ۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور جو رحمٰن کے بندے ہیں اُن کی شان یہ ہے کہ وہ زمین پر چلتے ہیں تو نرم روی سے چلتے ہیں اور جب جاہل و گنوار لوگ اُن سے بدتمیزی کرتے ہیں تو وہ انہیں سلامتی کی دعا دے کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی راتیں قیام و سجود میں گزرتی ہیں اور وہ ہر وقت دعا مانگتے رہتے ہیں کہ پروردگار! ہمیں عذابِ جہنم سے محفوظ رکھ کہ بے شک وہ گلے میں پڑنے والا عذاب ہے اور بے شک وہ برا ٹھکانہ ہے۔ خرچ کرتے وقت نہ تو وہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی بلکہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت

[1] :- ترجمہ = میرے لئے میرا اللہ ہی کافی ہے ۔

میں کسی اور کو شامل نہیں کرتے اور نہ ہی اُس جاندار کو مارتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے محترم قرار دے دیا ہو، ہاں البتہ اگر اُس کا مارنا حق ہو تو اور بات ہے۔ وہ لوگ زنا و بدکاری میں مبتلا نہیں ہوتے۔ جو آدمی یہ برائی کرے گا وہ ضرور سزا پائے گا اور قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا دیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اُس میں ذلیل ہوتا رہے گا۔ ہاں! اگر جو توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور اعمالِ صالحہ اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اُس کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا کہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی بخشنے والا اور مہربان ہے اور جو توبہ کر لے اور اعمالِ صالحہ اختیار کر لے تو گویا اُس نے اللہ کی طرف ایسا رجوع کیا کہ جیسا کرنے کا حق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب اُن کا واسطہ بے ہودگیوں سے پڑتا ہے تو عزت بچا کر گزر جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُنہیں اُن کے پروردگار کی آیات سنائی جاتی ہیں تو بہرے اور اندھے نہیں بن جاتے بلکہ عرض گزار ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہماری ازواج اور اولاد سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کر اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ اُن لوگوں کو جنت کے سب سے اچھے بنگلے انعام دیے جائیں گے، یہ اُن کے صبر کا بدلہ ہو گا اور وہاں اُن کا اِستقبال مجرے اور سلام سے کیا جائے گا، وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اُن کے رہنے اور بسنے کی وہ کیا ہی اچھی جگہ ہے؟'' جان لے کہ عبادت و بندگی، طاعت و تلاوت، ورد و وظائف، ذکر فکر و فقیری، معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' و مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور اِستغراقِ توحید و شوق و شغل کا مغز و مخ لقمۂ حلال ہے۔ جو شخص لقمۂ حلال کھاتا ہے وہ بہت جلد قرب و وصال اور معرفتِ اِلٰہی تک پہنچ جاتا ہے۔ جان لے کہ اس دور میں لقمۂ حلال کا حصول بے حد مشکل و دشوار کام ہے البتہ مشکوک و حرام لقمے کی فراوانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ علمائے عامل اور فقرائے کامل کے حلق سے حرام کا

لقمہ ہرگز نہیں گزرے گا اور نہ ہی اُن کے پیٹ میں اِستقرار پکڑے گا، اگر لقمہ حرام اُن کے پیٹ میں چلا بھی گیا تو اُس کا اثر اُن کے وجود پر ہرگز نہیں ہوگا، چنانچہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:- ''جس شخص کی خوراک لقمۂ نورِ جلال ہو، وہ جو کچھ بھی کھائے اُس پر حلال ہے۔'' جوابِ مصنف:- (۱)''وہ عارف کہ جسے اللہ تعالیٰ کا دائمی وصال حاصل ہو اُس کے حلق میں صرف لقمہ حلال ہی جاتا ہے۔'' (۲)''ذکر اللہ کی آگ میں تپ کر عارفوں کا وجود ایسی آگ بن جاتا ہے کہ لقمہ حرام اُس میں چلا بھی جائے تو جل اُٹھتا ہے۔''

یاد رہے کہ جس طرح پیغمبروں کا حق اُن کی اُمتوں پر ہے اور اُمت کا ہر مال پیغمبروں پر حلال ہے، اُسی طرح علمائے عامل اور فقرائے کامل کا حق خلقِ خدا پر ہے، وہ جو کچھ بھی کھاتے ہیں خلقِ خدا کی گردنوں پر سے اپنا حق ساقط کرتے ہیں کیونکہ روئے زمین پر خلقِ خدا کا وجود اُنہی کے قدموں کی برکت سے قائم ہے۔ علمائے عامل اُنہیں کہتے ہیں جو علمِ قرآن سمیت تمام علوم میں عامل کامل ہوں اور علم نے اُنہیں معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری بخش رکھی ہو اور وہ اِس قابل ہوں کہ جب چاہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہو کر اپنے مسائل عرض کر سکیں۔ فقیرِ کامل اُسے کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو کر ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہے اور دم بھر کے لئے بھی آپ کی مجلس سے غیر حاضر نہ رہے۔ ظاہر میں خواہ وہ عام لوگوں کی مجلس میں رہے لیکن باطن میں ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم مجلس رہے۔ حکایت ہے کہ ایک روز ایک ولی اللہ نے شیطان کو آرام سے بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ اے ملعون! آج تو لوگوں سے غافل ہو کر آرام سے کیوں بیٹھا ہے؟ ابلیس علیہ اللعنت نے جواب دیا کہ آج کل حرص و ہوا اور حسد و طمع کے مارے ہوئے بے عمل علماء اور

اللہ کے دشمن اہل بدعت فقرا کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے میری مریدی اختیار کر کے اولادِ آدم کو اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے سے روک رکھا ہے، لہٰذا مجھے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے سیر و سفر کی حاجت نہیں رہی اِس لئے آرام سے بیٹھا ہوں۔ رہے علمائے عامل اور فقرائے کامل تو وہ تو ہیں ہی عارف باللہ جو دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر ثابت قدم ہو کر ہر وقت مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں حاضر رہتے ہیں اِس لئے اُن پر نہ تو مَیں غالب آ سکتا ہوں اور نہ ہی میرا حکم اُن پر چل سکتا ہے کہ فرمانِ الٰہی ہے:- ''اے ابلیس! بے شک میرے بندوں پر تُو غالب نہیں آ سکے گا کہ ان کی مدد کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے۔'' پس معلوم ہوا کہ آدمی کی شامت نفس کی وجہ سے آتی ہے کہ شیطان نفسِ امارہ کا طالب اور فرمانبردار غلام ہے۔ اہلِ نفس بوقتِ آسودگی فرعون بن جاتا ہے، بوقتِ بھوک باؤلا کتا بن جاتا ہے، بوقتِ شہوت بے عقل چوپایہ بن جاتا ہے اور سخاوت کے موقع پر قارون بن جاتا ہے۔

ابیات:- (۱) ''تجھے نفس کافر سے پالا پڑ گیا ہے، اُسے زیرِ دام لے آ کہ وہ ایک نادر شکار ہے۔'' (۲) ''اگر تیری آستین میں سیاہ ناگ گھس آئے تو یہ اُس نفس سے کہیں بہتر ہے کہ جسے تُو نے اپنا ہم نشین بنا رکھا ہے۔''

عارفوں کا نفس مطمئنہ ہوتا ہے جو حالتِ سیری میں شاکر، حالتِ بھوک میں صابر، حالتِ شہوت میں باشعور، عورتِ غیر سے دُور اور حالتِ سخاوت میں کریم ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''جس نے خود کو ہوائے نفس سے پاک رکھا اُس کا ٹھکانہ جنت ہے۔ پس اِس دیو سلیمانی و بادشاہِ شیطانی نفس کو زندانِ فنا فی اللہ میں قید کرنا، اِس کے گلے میں تفسیر قرآن و حدیث و معرفتِ الٰہی اور روشن ضمیری کی زنجیر ڈال کر ہمیشہ کے لئے قید

کر دینا سلطان الفقر عارفوں کا کام ہے- اور یہ کام قوتِ فیض ،آیاتِ قرآن، مجلس سرورِ کائنات (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور شریعت و ہدایت و ولایت و عنایت کی برکات سے ہوتا ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''بے شک اللہ تعالیٰ فقرائے غنی کو پسند فرماتا ہے-'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزید فرمان ہے :- '' فقر خزائن الٰہی میں سے ایک خزانہ ہے-'' ہدایت اُس وقت تک وجود پر اثر انداز نہیں ہوتی جب تک کہ نفس مکمل طور پر دنیا سے غنی نہیں ہو جاتا- پیٹ بھرے بغیر دم بھر کے لیے بھی نفس نہ تو جمعیت پکڑتا ہے اور نہ ہی طاعت و بندگی اختیار کرتا ہے- نفس کو روٹی کھلا کر خوب آسودہ کر دو تو خوشی خوشی کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا ذکر کرنے لگتا ہے- جان لے کہ مردانِ خدا وہ لوگ ہیں جو روٹی اس جہان کی کھاتے ہیں اور کاروبار اُس جہان کا کرتے ہیں، اُن کی عاقبت پُر عافیت ہوتی ہے کہ فرمان حق تعالیٰ ہے :- '' سلامتی ہے اُس پر جو ہدایت کی راہ چلا -''

بیت :- ''دل پریشان ہے اور نمازی نماز پڑھ رہا ہے، خاک پڑے ایسے بے حضور دل پر-''

دونوں جہان کی مطلوبہ چیز جمعیت ہے- بال بچوں کی جمعیت پیٹ بھر کر روٹی کھانے سے ہے اور عارف باللہ فقرا کی جمعیت استغراق کامل سے ہے- جان لے کہ ہاتھ کی ہتھیلی یا پشتِ ناخن پر دونوں جہان کی ہر چیز کا تماشا دیکھنا آسان کام ہے لیکن حاضراتِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے معرفتِ درجات سے گزر کر عین غرق فنا فی اللہ ذات ہونا، ہر وقت سر سے قدم تک تجلیاتِ نورِ اللہ ذات میں جلنا اور ہر دم نئے نئے لازوال مشاہدے کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے- یہ مرتبہ ہے غرق فنا فی اللہ کا جو وصالِ الٰہی کا خاص الخاص مرتبہ ہے-

یہ مرتبہ کسی اہلِ شریعت صاحبِ علم عالم کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ کسی خود پرست و نفس پرست بد خصلت جاہل مردُود کو۔

ابیات:- (۱)’’ایک قدم نفس کی گردن پر رکھ اور دوسرا ہوائے نفس کے سر پر تاکہ ہوائے نفس سے پاک ہو کر تُو مردِ خدا بن جائے۔‘‘(۲)’’مردانِ خدا خدا تو نہیں ہوتے مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔‘‘ (۳)’’اگر تُو آنا چاہے تو دروازہ کھلا ہے اور نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔‘‘

طالب وہ ہے جو مرشد کے سامنے اس طرح رہے کہ جس طرح مردہ غسال کے ہاتھ میں۔ جس طالب کا نفس جیتے جی مرجاتا ہے اُس میں تین چیزیں خلافِ نفس پائی جاتی ہیں، (۱) کھاتے پیتے وقت نفس سے کہتا ہے:- ’’اے نفس! یقین رکھ کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، جو جی چاہے کھا پی لے لیکن یاد رکھ کہ مرتے وقت جان کنی کی تلخی سے کھائی ہوئی ہر لذیذ و میٹھی چیز کا ذائقہ تلخ معلوم ہوگا۔‘‘ (۲) جب لباس پہنتا ہے تو نفس سے کہتا ہے:- ’’اے نفس! یہ جو تیرا لباس ہے اگرچہ اطلس و زرین کا ہے لیکن یہی تیرا کفن ہے۔(۳) جب اپنے خوبصورت گھر میں بیٹھتا ہے تو نفس سے کہتا ہے:- ’’دیکھ اے نفس! آخر اس گھر کو ویران ہونا ہے، تیرا اصلی گھر تو قبر ہے۔ اَلغرض! آدمی کے دل میں کدورت و زنگار، سیاہی و نفاق، ظلمات و خطرات، ہوائے نفسانی و معصیتِ شیطانی، وسوسہ و وہمات، حرص و حسد، بغض و طمع اور عجب و غیرہ کا ہونا دروغ و غفلت اور کذب و مردہ دلی ہے۔ جب کسی کے وجود سے یہ سب آلائشیں دور ہو جاتی ہیں اور اُس کی زبان اور قلب ایک ہو جاتے ہیں تو وہ صاحبِ تصدیق ہو جاتا ہے، جب کسی کی روح اور سِرّ ایک ہو جاتے تو وہ عارفِ تحقیق ہو جاتا ہے۔ پس عارف کا ابتدائی مرتبہ تصدیق ہے اور انتہائی مرتبہ معرفتِ

الٰہی تحقیق ہے۔ یہ دونوں مراتب فقر سے بہت دور ہیں کہ فقر کی ابتدا ظاہر باطن میں قوت با توفیق ہے اور انتہا غرق فنا فی اللہ بقا باللہ بحق رفیق مطلق فی التوحید اللہ ذات غریق ہے۔ جب کوئی شخص فقر کے اِس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُس کا وجود غینِ غضب، غینِ غصہ، غینِ غیبت، غینِ غلاظت، غینِ غل، غینِ غش، غینِ غفلت، غینِ غم اور غینِ غلط سے بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ اِنتہائے فقر فردانیت ہے، یہاں پر فقیر اپنی ساری توجہ لقائے وحدانیت کے اِستغراق پر رکھتا ہے۔ اِس مرتبے پر فقیر کا باطن قربِ خدا سے معمور رہتا ہے۔ سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔ جان لے کہ عارف کو تحقیق تصدیق و توفیق فقیر کامل کی تلقین سے حاصل ہوتی ہے۔ عارف کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو فقیر اپنی امداد و رفاقت سے اُس کی مشکل کشائی کر دیتا ہے۔ ابتدائے فقر فنا ہے اور اِنتہائے فقر بقا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ طالبِ عارف پہلے ہی روز ریاضت کے بغیر ہی تصدیق تحقیق کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے اور طالبِ فقیر پہلے ہی روز ریاضت کے بغیر مقامِ فی اللہ میں غرق ہو کر فنا ہو جاتا ہے اور پھر فنا سے نکل کر بقا میں پہنچ جاتا ہے۔ اَلغرض وہ " کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ "[1] کا مصداق بن کر ہر آن اپنی حالت بدلتا رہتا ہے۔ یہاں اُس پر قیامت کے ایک دن کی پچاس ہزار سالہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے اور حسابگاہِ حشر میں مخلوق کی نیکی و بدی کے ذرے ذرے کا حساب، حلال کا حساب اور حرام پر عذاب دکھائی دیتا ہے۔ جان لے کہ رات دن کے چوبیس (24) گھنٹے ہیں اور آدمی رات دن میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے اور ہر سانس میں چودہ تجلیات، چودہ اِلہامات اور چودہ علوم ظاہر ہوتے ہیں جن میں سے بعض رحمانی ہوتے ہیں، بعض شیطانی، بعض نفسانی، بعض حوادثِ دنیائے پریشانی اور بعض جنونیت کی پیداوار

[1] :- ترجمہ = وہ ہر روز ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے۔

ہوتے ہیں، بعض موکل فرشتوں کی طرف سے ہوتے ہیں، بعض قلبی وجود سے، بعض روحی وجود سے اور بعض سرّی وجود سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مرشدِ کامل کی رفاقت سے آگاہی نصیب ہو جائے تو آدمی ہر ایک مقام کو پہچان لیتا ہے اور سلامت رہ جاتا ہے ورنہ اپنے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ اِس مقام پر ہزاراں ہزار طالب گمراہ ہو کر رجعت کھا گئے اور شریعت کی مخالفت میں مردود ہو کر مر گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:-

''جو نیک ہوا سے لے لو اور جو برا ہو اُسے چھوڑ دو ۔''

ابیات:- (۱) '' بدنسل، کینہ ور اور بے خبر کتے کے سوا اور کون ہے جو مردار کی طرف مائل ہوتا ہے؟'' (۲) ''طالبِ دنیا آدمی بظاہر کتنی ہی شان و شوکت اور عزت و عظمت کا مالک کیوں نہ ہو، بباطن کتے سے بھی کمتر و کمینہ ہوتا ہے۔'' (۳) ''اُس کتے کا باطن غرور سے آلودہ رہتا ہے اور کمینگی اُس کے اخلاق سے ٹپکتی رہتی ہے۔'' (۴) ''سیرت کے لحاظ سے وہ ایک آدم نما درندہ ہے جو ہر وقت غضب و شہوت اور حرص و ہوا سے بھرا رہتا ہے۔'' (۵) ''سیم و زر (مال و دولت) اُس کے آرام و آسائش کا قبلہ ہے اور جانوروں کی طرح محض کھانا پینا اور سونا ہی اُس کا کام ہے۔'' (۶) ''اُس کے رات دن غفلت میں گزرتے ہیں ور اُس کا دل بیوی بچوں میں بہلتا ہے۔'' (۷) ''غمِ نزع و موت کو وہ بھلا چکا ہے اور راہِ نجات سے غافل و بے پرواہ ہو چکا ہے۔'' (۸) ''عام لوگوں کی طرح وہ ''عالمِ من وتُو'' میں غرق ہو کر دوبینی و دوئی کا شکار بنا ہوا ہے۔'' (۹) '' صاف دلی کی بات نہ وہ سنتا ہے اور نہ اُس کی طرف دھیان دیتا ہے، تیرہ دلی ہر وقت اُس کے چہرے پر چھائی رہتی ہے۔'' (۱۰) ''تیری زندگی ایک ہی دم پر اُستوار ہے اور تُو ہے کہ اُس ایک دم کی خاطر جہان بھر کا طالب بن رہا ہے؟'' (۱۱) ''ایک دم کی خاطر یہ کینہ و کبر و ریا؟ اور ایک دم ہی کی خاطر یہ

حرص و ہوا؟'' (۱۲) ''ایک دم کی خاطر یہ تمام شر و فساد؟ اور ایک دم ہی کی خاطر یہ تیری بے تکی خیال آرائی اور اجتہاد؟'' (۱۳) ''حیف و افسوس ہے تیری دانش و طرزِ عمل پر کہ جس نے تیری چشمِ حق بین کو اندھا کر رکھا ہے۔'' (۱۴) ''دنیا خوار چیز ہے اور اس کا انجام خوار تر ہے، صاحبِ نظر عارفوں کی نظر میں دنیا ملعون ہے۔'' (۱۵) ''حرصِ دنیا اور ریا کی وجہ ہی سے اِنسان دل گرفتہ ہوتا ہے لیکن جب حبِّ دنیا دل سے نکل جاتی ہے تو اِنسان محرمِ خدا بن جاتا ہے۔''

جان لے کہ دنیا اپنے طالب کو شرابِ اَنائے شیطانی کا پیالہ بھر کر پلا دیتی ہے جس سے وہ عمر بھر مستیٔ خام میں غرق رہتا ہے اور خود پرستی و ہوائے ہستی سے ہرگز جان نہیں چھڑا سکتا۔ اَلغرض! دنیا اپنی ہر متاع کو بنا سنوار کر طالب کے سامنے پیش کرتی ہے، اُسے مال و دولت پر فریفتہ کرتی ہے اور انواع واَقسام کے لذیذ کھانے کھلا کر اُسے لذتِ نفس بہم پہنچاتی ہے اور اِس کے بدلے اُس کا ایمان سلب کر لیتی ہے۔ دنیا کا کہنا ہے کہ جو شخص میری متاع پر ہاتھ ڈالتا ہے وہ شیطان کا بھائی بن جاتا ہے اور سب سے پہلے اپنے ایمان سے دست بردار ہوتا ہے اور پھر وہ آدم کش خونی و ظالم درندہ بن جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''دنیا ایمان کو اس طرح کھاتی ہے جس طرح کہ آگ لکڑی کو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''اِلٰہی! مجھے مظلوم بنا دے لیکن ظالم نہ بنا۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- آنکھ کا نہ رونا سنگ دلی کی وجہ سے ہوتا ہے، سنگدلی رزقِ حرام کھانے سے ہوتی ہے، رزقِ حرام گناہوں کی کثرت سے ہوتا ہے، گناہوں کی کثرت اُمیدوں کے طویل ہونے سے ہوتی ہے، طویل اُمیدیں موت کو بھلا دینے کا نتیجہ ہیں، موت کا بھولنا حُبِّ دنیا کی وجہ سے ہوتا ہے، حُبِّ دنیا تمام برائیوں کی جڑ

ہے اور ترکِ دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے۔ دنیا کو وہ شخص اختیار کرتا ہے جو خود بے اختیار ہو۔ بے شک اصل یقین کا تعلق معرفتِ الٰہی، فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور قوتِ دین سے ہے اور اصل دنیا کا تعلق فرعون و ابلیس لعین سے ہے۔ لیکن قوتِ دین یہ ہے کہ کسی کے پاس رات کو کھانے کے لئے بھی کچھ نہ ہو اور کوئی اُسے سونے کے ایک لاکھ دینار دے کر کہے کہ:۔ ''اسلام کی مذمت کر اور میرے مذہب بدعت کو اختیار کر'' لیکن وہ دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا تبادلہ مالِ دنیا لعین سے ہرگز نہ کرے تو معلوم ہوگا کہ ابھی دنیا میں صاحبِ استقامت دیندار لوگ موجود ہیں جو بے دینی کو ہرگز قبول نہیں کرتے۔ اَلغرض! ہر آفت، ہر رنج، ہر فتنہ، ہر فساد اور ہر مصیبت کی جڑ یہی دنیا ہے۔ فقیر وہ ہے جو دنیا بھر کا سونا چاندی اور نقد و جنس تمام مال جمع کر کے اُس کے پاس بیٹھ جائے اور ہر ملنے والے سے کہے کہ یہ دنیا میرے لئے مصیبت بنی ہوئی ہے، مَیں اس سے نجات چاہتا ہوں اس لئے تم جتنا چاہو، اُٹھا لے جاؤ لیکن یہ بھی جھوٹا ہے کہ یہ سب کچھ اُس نے اپنے پاس اس لئے جمع کر رکھا ہے کہ اُس کے دل میں اُس کی محبت ہے، البتہ فقیر وہ ہے کہ جسے اگر کہا جائے کہ دنیا اختیار کرو ورنہ تمہاری گردن اُڑا دی جائے گی تو پھر بھی دنیا اختیار نہ کرے، چاہے اُس کا سرتن سے جدا کر دیا جائے، لیکن یہ بھی فقیر نہیں، یہ ابھی فقیری کے متوسط درجے پر ہے۔ فقیر وہ ہے جو دنیا بھر کا تمام مال یکجا کر کے لوگوں میں فی سبیل اللہ بانٹ دے تو بھی اُس کا نفس پریشان نہ ہو کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم سنت ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''دنیا کی زندگانی دو دن کی ہے اور اس کے محلات و چوبارے راہِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے ڈھیلے ہیں۔'' (۲) ''جو آدمی عشق کا آبِ حیات پی لیتا ہے وہ ان ڈھیلوں سے استنجا کرتا ہے۔''

دنیا کی جڑ جہالت ہے، غیریت و شرک و کفر ہے کہ دنیا کافروں کا ورثہ ہے، اُن کا فخر ہے اور اُن کی عزت ہے۔ اَلغرض! دنیا، شیطان اور نفسِ اَمارہ تینوں مردود ہیں اور اولادِ آدمؑ کو گمراہ کرنے کے لئے ان تینوں نے پورے اخلاص کے ساتھ آپس میں اتحاد کر رکھا ہے۔ دنیا اپنے نازک بدن کو زیب و زینت سے سجا کر اور خوب صورت چہرے کو حسن سے آراستہ کر کے لوگوں کے سامنے آتی ہے اور اکثر لوگوں کے دل موہ کر انہیں اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ جو شخص دنیا کی قید میں آجاتا ہے اُس کے وجود میں خطراتِ شیطانی، وسوسہ و وہمات نفسانی اور حرص و حسد و طمع و کبر ہوا جڑ پکڑ لیتے ہیں اور وہ اَنا پرستی کا شکار ہو کر راہِ راستی سے ہٹ جاتا ہے اور ہمیشہ اِس بات کے لئے علمی حیلے اور شیطانی حجت تلاش کرتا رہتا ہے کہ ہدایت کے لئے وسیلۂ مرشد کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ فرمانِ الٰہی ہے:- ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔'' اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں وسیلہ سے مراد علم ہے حالانکہ علم وسیلہ نہیں ہے۔ علمِ شریعت تو شاہراہِ راستی ہے اور وسیلۂ مرشد اُس راہ کا نگہبان و محافظ ہے جس کے پاس نگہبانی اور حفاظت کا پورا پورا سامان اور لشکر ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ طالب کو شیطان کی راہزنی سے بچا کر سلامتی کے ساتھ اُس شاہراہ سے گزار لے جاتا ہے اور معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری سے مشرف کر کے جمعیت سے سرفراز کرتا ہے۔ صاحبِ ارشاد مرشد بہت زیادہ ہوتے ہیں لیکن صاحبِ ولایت و صاحبِ روایت مرشد بہت کم ہوتے ہیں۔ صاحبِ روایت کو اپنے پیر و مرشد سے فیض و ہدایت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ شیطان بے پیر و بے مرشد ہے اِس لئے اُس پر قیامت تک لعنت ڈال دی گئی ہے، اب وہ اِس بات سے پریشان ہے کہ کاش وہ بے پیر و بے مرشد نہ ہوتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''اگر تقویٰ کے بغیر علم کو

شرف حاصل ہوتا تو ابلیس ملعون خلقِ خدا میں سب سے زیادہ اشرف ہوتا۔ پس ہدایت کے لائق علما ہیں، جاہل کے لئے ہدایت بے کار چیز ہے۔ اِس دور میں علم کتابوں میں بند ہو کر رہ گیا ہے اور اللہ کے طالب علمائے عامل قبروں میں جا بسے ہیں۔ علمائے ظاہر نفس امارہ کی قید میں آ کر دربارِ شاہی میں قربِ شاہ کے طالب بن بیٹھے ہیں اور ہر وقت کھانے پینے اور روزی معاش کی فکر میں سرگردان رہتے ہیں، دنیوی درجات میں ترقی کی غرض سے نماز اِستخارہ پڑھتے ہیں لیکن معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حضوری کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اُن کی نظر طلبِ چک و زمین و زراعت اور فصلِ ربیع و خریف پر لگی رہتی ہے۔ آہ افسوس! ہزار بار افسوس کہ دنیا نے علما اور عوام کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اے گمراہو! طلبِ دنیا سرِّ بدعت ہے اور طلبِ الٰہی سرِّ ہدایت ہے۔ اہلِ ہدایت کو اہلِ بدعت سے بھلا کیا واسطہ؟ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے :- ''شیطان تمہارا دشمن ہے، اُس سے خبردار رہو، دنیا سے دل نہ لگاؤ اور نفس امارہ کی پیروی نہ کرو۔'' اب جو شخص قرآن مجید کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ نہ عالمِ باعمل ہے، نہ وارثِ انبیا ہے اور نہ ہی باطن صفا فقیر کامل ہے۔ عالمِ باعمل کی پہچان کیا ہے؟ اُس کی زبان پر ہر وقت کلامِ الٰہی، کلامِ رسول، تفسیر قرآن اور مسائل فقہ کی گفتگو جاری رہتی ہے، ایسا عالم باعمل وارث انبیا ہوتا ہے کہ اُس کی آنکھ ہر وقت خوفِ خدا میں روتی رہتی ہے اور وہ صاحبِ درد ہوتا ہے۔

بیت :- ''اگر تیرے دل میں ذرہ بھر بھی عشقِ الٰہی پیدا ہو جائے تو وہ تیرے لیے دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہو گا۔''

بے شک یہ درست ہے کہ جو عالمِ باعمل اِبتداہی میں مرشد سے ہدایت الٰہی طلب کر لیتا ہے وہ آخر کار فقیر کامل بن جاتا ہے۔ جو عالمِ باعمل نہیں اُس نے محض علم کا بوجھ

اُٹھا رکھا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اُس کی مثال اُس گدھے کی سی ہے کہ جس نے کتابوں کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے۔ پس فقیر کامل کی شناخت سات باتوں سے ہوتی ہے۔ (۱) وہ لباسِ تقلید کی بجائے لباسِ توحید پہنتا ہے، ہر مشکل کی کنجی اُس کے پاس ہوتی ہے، جس مشکل کے قفل میں کنجی ڈالتا ہے کرمِ الٰہی سے وہ مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ (۲) مٹھی بھر غلے کو غلے کا ڈھیر بنا دیتا ہے۔ (۳) صاحبِ نظر ہوتا ہے۔ (۴) صاحبِ شریعت ہوتا ہے۔ (۵) ایسا لایحتاج ہوتا ہے کہ خود محتاج رہتا ہے لیکن طالبوں کو لایحتاج بنائے رکھتا ہے۔ (۶) سچ بولنے والا، ثابت قدم، حق کے تابع اور بدعت و باطل سے بیزار ہوتا ہے۔ الٰہی! ہمیں حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ (۷) صاحبِ خُلق، صاحبِ جمعیت، صاحبِ انتہا اور باطن میں مقربِ خدا ہوتا ہے۔ سلام ہو اُس پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔ اگر تُو آنا چاہے تو معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے رازِ رحمت کا دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔

حکایت :- کہتے ہیں کہ دو طالب اپنی اپنی غرض سے ایک باطن صفا درویش کی خدمت میں گئے اور وہیں رہنے لگے۔ ایک کہتا تھا کہ روزی ازلی تقدیر کے مطابق ملتی ہے اور دوسرے کا کہنا تھا کہ روزی کا اِنحصار کرامتِ درویش پر ہے۔ ایک دن درویش نے شفقت فرمائی اور اُس طالب کے پاس چلے گئے جو حصولِ روزی کو کرامتِ درویش سے مشروط سمجھتا تھا اور اپنے خادموں میں سے ایک خادم کو حکم دیا کہ ایک تربوز کا گودا نکال کر اُس میں موتی بھرلاؤ۔ خادم نے حکم کی تعمیل کی اور تربوز میں موتی بھر کر درویش کی خدمت میں پیش کر دیا اور درویش نے وہ تربوز طالب کو عطا کر دیا۔ طالب تربوز کی اندرونی حالت سے بے خبر تھا اِس لئے بدحالی و مفلسی کی بنا پر اُس نے وہ تربوز راستے میں ایک سبزی فروش

کے ہاتھ ایک ٹکے میں بیچ دیا- کچھ دیر بعد نصیب ازلی کا قائل دوسرا طالب آنکلا اور سبزی فروش سے وہ تربوز خرید کر اپنے گھر لے گیا- اُدھر تربوز کی اندرونی حالت سے واقف خادم پہلے طالب کے پاس پہنچا تاکہ اُسے درویش کی خفیہ عطا سے آگاہ کر کے اِنعام حاصل کرے لیکن طالب اُسے تنہا دیکھ کر پہلے ہی خفگی سے بول اُٹھا کہ آج درویش نے مجھے ایک تربوز عطا کیا تھا لیکن مَیں نے اُسے ایک ٹکے میں فروخت کر دیا ہے- خادم یہ بات سن کر حیران رہ گیا اور مقصود بے سود سے پردہ ہٹا کر حقیقت حال بیان کر دی- حقیقتِ حال سن کر طالب کے دل میں حسرت کی آگ بھڑک اُٹھی اور وہ بھاگا بھاگا سبزی فروش کے پاس پہنچا اور اُس سے وہ تربوز واپس مانگا- سبزی فروش نے کہا کہ بھئی وہ تربوز تم نے میرے پاس بطورِ امانت تو رکھا نہیں تھا کہ مَیں اُسے تمہارے لئے سنبھال کر رکھتا، مَیں نے تم سے خریدا اور دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا- طالب اُس خریدار یعنی دوسرے طالب کے پاس پہنچا اور اُس سے تربوز مانگا- اُس نے جواب دیا کہ بھئی یہ تو میرا ازلی نصیب تھا جو مجھے مل گیا، مَیں تجھے کیوں دوں؟ آخر دونوں طالبوں نے یہ معاملہ درویش کی خدمت میں پیش کر دیا- درویش یہ سن کر متعجب ہوا اور اُس خدائی عطا کو تسلیم کر کے تربوز کا فیصلہ خریدار طالب کے حق میں کر دیا-

ابیات:- (۱) ''ہر چند کہ رزق کا تعلق اسباب سے ہے لیکن اسباب کو بھی تو روزِ میثاق مسبب ہی نے پیدا کیا ہے-'' (۲)'' سارا جہان دل و جان سے اسباب کے پیچھے بھاگ رہا ہے اور بہت ہی کم لوگ ہیں جن کی نظر مسبب الاسباب پر جاتی ہے-''

جوابِ مصنف:- ''تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی آدمی پیدا نہیں کیا جسے رزق و منصب سے محروم رکھا گیا ہو اور نہ ہی ایسا تن پیدا کیا ہے جس پر سر نہ رکھا ہو-'' جو شخص اپنے سر کو ہوا و ہوس سے خالی رکھتا ہے اُس کا سر خزائن اسرارِ الٰہی سے بھرا

رہتا ہے۔ وہ جہاں بیٹھتا ہے اور جدھر بھی دیکھتا ہے اُسے خزائن الٰہی دکھائی دیتے ہیں، اُس کی نظر سے مٹی بھی سونا بن جاتی ہے۔ چنانچہ ضرب المثل ہے:۔ ''مٹی کسی بڑے ڈھیر سے اٹھاؤ'' کبھی کوئی مادرزاد مفلس خدارسیدہ نہیں ہوا کیونکہ فقرِ مکب (منہ کے بل گرانے والے فقر) سے مرتبۂ محبت اور مرتبۂ محب پر ہرگز نہیں پہنچا جا سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ عوام کا رزق کسب و اعمال سے آتا ہے اور خواص کا رزق معرفتِ ذاتِ حق لم یزل ولا زوال سے آتا ہے۔ متوکل آدمی روزی معاش کی فکر میں نہیں پڑتا اور نہ ہی وہ ربیع و خریف کی فصل کا اِنتظار کرتا ہے کیونکہ روزِ ازل جب رزق لکھا جا چکا تو نوکِ قلم ٹوٹ گئی تھی۔ مردہ دل آدمی کا رزق حرص ہے اور حرص کا پیٹ ہی نہیں اس لئے حریص آدمی کسی حال میں بھی مال سے سیر نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ غلط طریق پر رہتا ہے۔ اس کے برعکس عارف ہر وقت اِستغراق حق کی حالت میں وصالِ مطلق کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اُن کا رزق ہر وقت اُن کے تعاقب میں سرگردان و پریشان رہتا ہے۔ اِس حقیقت کو بھلا یہ بے توکل و بے معرفت و بے عمل و بے شعور و بے مذہب جاہل و ناشائستہ لوگ کیا جانیں؟ چنانچہ گبریلے (گوبر کا کیڑا) کا رزق گوبر ہے سو وہ اُس میں خوش رہتا ہے اور عطار کا رزق عطر ہے اور وہ اُس سے معطر رہتا ہے۔ جو آدمی طلب الٰہی میں محو ہو جاتا ہے رزق اُس کی تلاش میں سرگراں ہو جاتا ہے۔ فرمایا گیا ہے:۔ ''جسے اللہ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا ۔'' عارف، واصل اور متوکل لوگوں کے لئے ہر روز نیا رزق اُترتا ہے۔ لہٰذا روحِ بایزید (متوکل روح) پُرسکون رہتی ہے۔ لیکن نفس یزید پریشان رہتا ہے۔ بندے کا رزق موت کی طرح شہ رگ سے قریب رہتا ہے۔ جس طرح موت بندے کو کہیں نہیں چھوڑتی اُسی طرح رزق بھی بندے کے پاس ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔

بیت:۔ ''اگر رزق آدمی پر عاشق نہ ہوتا تو گندم کا دانہ زمین کا گریبان چاک کر

کے کیوں باہر آتا؟'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اور زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔'' مصنف کہتا ہے کہ جو شخص رزق، ایمان، یقین اور تصدیق قلب تو چاہتا ہے لیکن ذکر اللہ سے غافل رہتا ہے تو یہ چاروں چیزیں اُس سے بیزار رہتی ہیں اور جو شخص ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتا ہے اُس سے رزق و ایمان و یقین اور تصدیق قلب جدا نہیں ہوتے بلکہ اُس سے یکتا و شاور رہتے ہیں۔ رزق آدمی کی تلاش میں اِس طرح سرگردان رہتا ہے جس طرح کہ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام طلبِ جان میں، اور جس طرح وہ آدمی کو بحر و بر میں کہیں نہیں چھوڑتا اُسی طرح رزق بھی آدمی کو کہیں نہیں چھوڑتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''رزق آدمی کو موت سے زیادہ شدت کے ساتھ تلاش کرتا ہے۔'' پس رزق کا دار و مدار یقین و نیت پر ہے۔ نیکوکاروں کے لئے رزقِ حلال ہے اور بدکاروں کے لئے رزقِ حرام۔ مصنف کہتا ہے کہ :- ''تُو اپنے وجود میں نفس و قلب و روح اور سِرّ کو کس طرح پہچان سکتا ہے؟'' جب کثرتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے باطن آباد ہوتا ہے تو توفیقِ الٰہی سے وجود کے اندر ایک نوری صورت پیدا ہو جاتی ہے جو نفس کو ہر وقت معاملات و عبادات اور محاسبات میں جکڑے رکھتی ہے کیونکہ جو شخص اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے بے شک وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔ کبھی تو وہ نوری صورت شوق و فکر کے ساتھ کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے ذکر میں مشغول رہتی ہے اور کبھی وِرد و وظائف اور تلاوتِ قرآن میں محو رہتی ہے۔ ایسا صاحبِ تصور شخص جس وقت سوتا ہے تو وہ نوری صورت اُسے معرفتِ الٰہی میں غرق کر کے منظورِ الٰہی بنا دیتی ہے، جب وہ مراقبہ کرتا ہے تو نوری صورت اُسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچا دیتی ہے اور اگر وہ گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نوری صورت

اُسے علمِ تفسیر و وعظ و نصیحت و مسائل فقہ اور فرض و واجب و سنت و مستحب کی طرف متوجہ کر کے گناہ سے روکتی ہے۔ الغرض وہ اُسے کسی حال میں بھی خدا سے غافل نہیں ہونے دیتی اور اُس کے قلب و قالب کو اپنے قبضہ و تصرف میں رکھتی ہے۔ یہ نوری صورت عالمِ لسان ہے، تصدیقِ قلب ہے، تقدسِ روح ہے، سِرِّ عارفاں ہے، وسیلۂ درجات ہے، موافقِ رحمان اور مخالفِ شیطان ہے۔ جب ایسا صاحبِ تصور شخص سونے لگتا ہے تو نوری صورت اُسے سونے نہیں دیتی اور اُسے سرود و بدعت و شراب اور ترکِ نماز پر بے آرام و خراب کرتی ہے۔ ''جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا۔'' اِنسان کی یہی نوری صورت اللہ تعالیٰ کا بھید ہے۔

ابیات:- (۱) ''اِنسان کی یہی وہ باادب صورت ہے جو حضوری میں آ کر نور بن جاتی ہے، یہی نوری صورت سِرِّ وحدت اور رازِ ربانی ہے۔'' (۲) ''یہی نوری صورت قلب ہے اور قالب اُس کا لباس ہے، اُس کی پہچان کسی عارف ہی کو نصیب ہوتی ہے۔''

یہ ایسی راہنما صورت ہے کہ اگر طالب غیر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ اُسے سزا دے کر تنبیہ کرتی ہے۔ اِس صورت کو تُو کیا سمجھے کہ یہ بھی ابتدائے حال کا مرتبہ ہے۔ یہ صورت تجھ سے گفتگو کرے اور تجھے اُس سے ماضی حال اور مستقبل کے حالات سے آگاہی حاصل ہو تو پھر بھی یہ خام و نا تمام مرتبہ ہے، اِس سے آگے بڑھ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و وصال کے مرتبے پر پہنچ۔ معرفت و وصال کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟ سن اے حیوان! کہ مرتبۂ حضوری و معرفت کا تعلق ''مرنے سے پہلے مر جانے'' سے ہے اور وہ یوں ہے کہ جب کوئی آدمی خواب یا مراقبے میں غرق ہوتا ہے تو گویا وہ مر جاتا ہے اور مقاماتِ قیامت و حشر اور پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور دیدارِ پروردگار سے

مشرف ہو کر بقائے جاودانی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔اور وہ اِس قابل ہو جاتا ہے کہ جب چاہتا ہے مراقبۂ حق میں غرق ہو جاتا ہے۔ مراقبۂ حق اپنی ہستی کو مٹا کر لقائے حق سے مشرف ہو جانے کا نام ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے کہ جہاں طالبِ حق پر ہروقت مستی چھائی رہتی ہے لیکن اِس کے باوجود وہ لباسِ شریعت پہن کر ترویجِ شریعت میں کوشاں رہتا ہے۔ باطن میں وہ مست رہتا ہے لیکن ظاہر میں بالکل ہوشیار اور لائق دیدار رہتا ہے۔ وہ دنیائے مردار اور اہلِ دنیا مردہ دل خوار سے بیزار رہتا ہے۔ ایسے ہی شخص کو عارفِ دیدار کہا جاتا ہے۔ جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اُس کی آنکھیں دیدارِ الٰہی کے قابل ہو جاتی ہیں۔ جو شخص اِس قسم کے خواب و مراقبہ میں علمِ حضوری سے مشرف ہو کر دیدارِ حق اور مشاہدۂ تجلیاتِ انوار سے سیراب ہو جاتا ہے اُس کی مثال نہیں دی جاسکتی، فرمایا گیا ہے :- ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔''

بیت :- ''جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ عارفِ کامل بن جاتا ہے، باھُو ایسے عارفِ کامل کی خاکِ پا اور غلام ہونے کا دعویدار ہے۔''

غلط آدمی اِس راہ پر ہرگز نہیں چل سکتا اور نہ ہی کوئی کورچشم آدمی معرفتِ حق سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ یہ مرتبہ صرف اہلِ توحید کا نصیبہ ہے، اہلِ تقلید شرمندہ بے چارہ اِسے کہاں سمجھ سکتا ہے؟ اہلِ توحید اور اہلِ تقلید ایک جیسے بھلا کہاں ہو سکتے ہیں۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوس۔ یہ انتہائی مرتبہ ہے جو صرف باطن صفا لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ ''سلام ہو اُس پر جو راہِ ہدایت پر چلا۔'' اِس راہ پر چلنا تجھے مبارک ہو۔ خام آدمی اگر تمام عمر بھی ریاضت کرتا رہے تو بے فائدہ ہے، اُس کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، وہ صرف رنجِ ریاضت ہی اُٹھائے گا اور معرفت و وصالِ الٰہی سے محروم رہے گا۔ جان لے کہ معرفتِ مولیٰ کی راہ صرف

اڑھائی قدم کی راہ ہے اور اس میں نہ کوئی ریاضت ہے اور نہ ہی کوئی غم - ایک قدم پر نفس و ہوا سے خلاصی ہے، دوسرے قدم پر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری ہے اور آدھے قدم پر استغراق فنافی اللہ و بقاباللہ ہے۔ جو مرشد طالب اللہ کو یہ اڑھائی قدم اڑھائی دم کے اندر طے کرا کے ابتدا سے انتہا تک نہیں پہنچاتا اُس سے عورت بہتر ہے بلکہ ایسا مرشد ہیجڑے سے بھی کمتر ہے۔ مردوہ ہے جو مذکر انسان ہے اور ایک ہی ساعت میں حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے تمام درجات ومقاماتِ ذات وصفات اور حضوری حاصل کر لیتا ہے۔ جو شخص نہ تو راہِ حضوری جانتا ہے اور نہ ہی اسرارِ الٰہی سے آشنا ہے اُس پر لوگوں کو طالب مرید کرنا حرام ہے۔ ایک روز ایک مرید نے اپنے مرشد سے سوال کیا :- ''خلاصہ تو جیسا بھی ہے اپنی قدرت سے باقی ہے اور کسی چیز کا اُس میں دخل نہیں اور موجوداتِ عالم کا وجود تو مٹی اور پانی سے ہے جس میں خلاصہ کے بغیر حرکت نہیں ہوتی تو پھر یہ جہان اور اہلِ جہان کس چیز سے پیدا کیے گئے ہیں؟'' مرشد نے جواب دیا:- ''جس چیز کی ابتدا و انتہا ہے اُس کی نسبت عدم سے ہے اور اُس کا اپنا کوئی وجود نہیں اس لئے اُس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور اگر تُو کہے کہ پھر یہ حرکت وجنبشِ عالم کیسی؟ تو جان لے کہ عالم ایک موہوم صورت ہے جو عین عدم میں ہے لیکن اُس کا وجود دکھائی دیتا ہے، اِس کی مثال یہ ہے کہ آئینے میں صورت تو دکھائی دیتی ہے لیکن درحقیقت آئینے میں کچھ بھی موجود نہیں ہوتا۔ اِس معنی میں وجودِ عالم انسان کی نادانی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جس طرح سونے سے کئی اشیا بنائی جاتی ہیں لیکن سونے کا نام کوئی نہیں لیتا، اِسی طرح خلاصہ اختلاط و امتزاجِ وجود کے باعث گم ہو کر رہ گیا ہے اور لوگوں کی نظر اصل خلاصہ پر نہیں پڑتی بلکہ اُنہیں صرف ظاہری وجود ہی نظر آتا ہے، ناچار اِسی مقام پر اُمیدِ موت وحیات راہ پا گئی اور صورتِ عالم وجود میں آ گئی لیکن باطن میں

جب بھی خلاصے کا ظہور ہوتا ہے تو نہ وجود باقی رہتا ہے اور نہ ہی حواس و عالم و آدمی باقی رہتے ہیں، بالکل اُسی طرح جس طرح کہ آگ لکڑی سے پیدا ہو کر لکڑی کے وجود کو ختم کر دیتی ہے۔

ابیات:- (۱) "وجود گویا لکڑی ہے اور عشق اُس کے اندر بھری ہوئی آگ ہے جو خام ہو تو بھڑک نہیں سکتی۔" (۲) "لیکن جب یہ بھڑکتی ہے تو دم بھر میں لکڑی کو ختم کر کے راکھ کر دیتی ہے۔" (۳) " جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اُسی طرح عارف بھی نفس کو بیک نظر مار ڈالتے ہیں۔"

جوابِ مصنف:- جان لے کہ آدمی کا وجود گویا برتن ہے اور دل گویا دودھ ہے جس میں دہی بھی ہوتی ہے اور لسی و مکھن و گھی بھی ہوتا ہے، اِسی طرح نفس و قلب و روح اور اسرارِ الٰہی کے علاوہ ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار تجلیاتِ انوار بھی آدمی کے وجود میں ہوتے ہیں اس لئے مرشد کو عورت سے کمتر نہیں ہونا چاہیے کہ عورت دودھ میں تھوڑی سی لسی ڈالتی ہے تو لسی کے خمیر سے دودھ جم کر دہی بن جاتا ہے، پھر وہ دہی کو بلوتی ہے جس سے مکھن الگ ہو جاتا ہے اور لسی الگ۔ اِس کے بعد وہ مکھن کو آگ پر چڑھاتی ہے تو دودھ کا خلاصہ یعنی گھی الگ ہو جاتا ہے۔ اِسی طرح مرشد کو ایسا عارف ہونا چاہیے جو طالب کو اُس کے وجود میں ہر ایک مقام کھول کر علیحدہ علیحدہ دکھا دے اور ہر ایک مقام کی پہچان کرا دے لیکن وہ چیز کہ جو یہ پہچان کراتی ہے کہ یہ میرا نفس ہے اور یہ اُس کا مرتبہ ہے، یہ میری روح ہے اور یہ اُس کا مرتبہ ہے اور یہ میرا سِرّ ہے اور یہ اُس کا مرتبہ ہے اور وجود کے اندر ہر ایک سے انصاف کرتی ہے اور ہر ایک کو پہچان کر اُسے خطاب بخشتی ہے، وہ توفیقِ الٰہی ہے جس سے آگاہی مرشد بخشتا ہے۔ دراصل ابتدا و انتہا ایک ہی چیز ہے اور جب تک ابتدا و انتہا ایک نہیں

ہو جاتی دوئی قائم رہتی ہے جس کی دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک زوال ہے جس کا تعلق قال سے ہے اور ایک وصال ہے جس کا تعلق مشاہدہ جمال سے ہے۔

بیت:- ''ہائے! وہ وقت کب آئے گا کہ جب آنکھیں دیدارِ الٰہی سے اِس طرح بہرہ ور ہوں گی کہ جس طرح کان خبر سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔''

سو ایک حالتِ دید ہے اور ایک حالتِ شُنید ہے، جو اہلِ دید ہے وہ مسرور اور خوش وخرم ہے اور جو اہلِ شُنید ہے وہ خام ہے اور کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا اور ہمیشہ محوِ حیرت رہتا ہے۔

بیت:- ''وہ حیرت ہی حیرت کا شکار ہے اور حیرت بھی کیسی کہ اہلِ حیرت کو اگر حضوری نصیب ہو جائے تو مقربِ خدا بن جاتا ہے۔''

یہ عظیم الشان لامکانی مراتب ہیں جہاں پہنچ کر انسان فنا سے نکل کر بقا میں آ جاتا ہے۔ اللہ بس ما سوی اللہ ہوس۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو ''اللہ بس'' (میرے لئے اللہ ہی کافی ہے) کی قناعت پسندی کو چھوڑ کر ہوا وہوس میں غرق رہتے ہیں۔ بے چارے اندھے، تیلی کے بیل، اپنی منزل ومقام سے بہت دور، لیکن خود کو صاحبِ حضور سمجھتے ہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ وہم وخیال کا شکار ہیں اور بخل کی وجہ سے خلقِ خدا کے ساتھ بد خُلقی سے پیش آتے ہیں۔ جان لو کہ جو خدا کا خلیل ہے وہ ہم جلیسِ ربِ جلیل ہے۔ اگر مرشدِ کامل ریاضت کروانا چاہے تو سالہا سال تک ریاضت کروا سکتا ہے اور اگر بخشش وعطا سے کام لے تو پل بھر میں صاحبِ حال کر سکتا ہے اور یہ دونوں طریقے اُس کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ اور آدمی کے لئے تین سواریاں ہیں۔ ایک تو خوف کی سواری ہے جس کا تعلق زندگی سے ہے۔ جب خوف کی سواری زندگی سے گزر کر موت کی وادی میں جا پہنچتی ہے تو

آدمی دوستی و دشمنی کے خوف سے آزاد ہو جاتا ہے۔ دوسری رجا یعنی اُمید کی سواری ہے جو آدمی کو عقبیٰ تک پہنچاتی ہے۔ اہل محبت اور اہل معرفت عقبیٰ تک پہنچانے والی سواری سے محبت نہیں کرتے بلکہ وہ شوق کی سواری پر سوار ہو کر دیدارِ پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ دیدارِ الٰہی کے علاوہ کسی اور چیز کے طالب ہیں وہ طالبِ مردار ہیں اور اہل دیدار کا بھلا مردار سے کیا واسطہ؟ عبادتِ الٰہی میں تفرقہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ دل متعدد امور کے خیالات سے پراگندہ رہتا ہے اور جمعیت یہ ہے کہ تُو ہر چیز سے منہ موڑ کر واحدِ حقیقی کے مشاہدے میں غرق ہو جا۔ تمام لوگ اِس گمان میں مبتلا ہیں کہ اسباب جمع کر لینے سے جمعیت حاصل رہتی ہے اِس لئے وہ ہمیشہ تفرقہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ اسباب کا جمع کرنا ہی تفرقہ کا باعث ہے اِس لئے وہ ہر چیز سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

ابیات:۔ (۱)''اے دل طلبِ کمال کر کہ تُو مدرسہ میں بیٹھ کر کب تک علم اصول و حکمت و ہندسہ کی تکمیل کرتا رہے گا۔'' (۲)''جان لے کہ ذکرِ خدا کے علاوہ ہر فکر محض وسوسہ ہے، خدا سے شرم کر، کب تک تُو اِن وسوسوں میں مبتلا رہے گا۔''

جوابِ مصنف:۔ ''وہ جمعیت جو باطن کو ہر قسم کے خطرات سے پاک رکھتی ہے مرشد کامل کی عطا سے تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ مرشد کامل کے وجود میں چار چیزیں کامل ہوتی ہیں، بعض کی نظر کامل اور کیمیا اثر ہوتی ہے، بعض کی توجہ کامل ہوتی ہے جس سے وہ طالب کو شش جہات کا قبضہ و تصرف عطا کر دیتے ہیں، بعض کی زبان کامل ہوتی ہے، وہ جو کہہ دیتے ہیں حکمِ الٰہی سے فوراً پورا ہو جاتا ہے اور بعض کا قدم کامل ہوتا ہے، وہ جہاں قدم رکھ دیتے ہیں وہ جگہ اشرف ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:۔

''مکان کا شرف مکین سے ہوتا ہے۔'' اُن کے قدم کو ہاتھوں سے تعلق رہتا ہے، جو کوئی اُن کی قدم بوسی کر کے اُن کا ہاتھ پکڑ لیتا ہے اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے، پھر وہ دل مرتا نہیں، نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ کیا تُو جانتا ہے کہ یہ جو نماز یا ذکر یا کسی اور نیک کام کے دوران دل میں بے شمار خطرات وخلل ووہمات ووسوسے پیدا ہو جاتے ہیں، اُس کی وجہ کیا ہے؟ اُس کی وجہ یہ ہے کہ بندہ جب بندگی کا اِرادہ کرتا ہے تو شیطان اُس کے کان میں طمع وحرص اور اِس جیسی دیگر ناشائستہ نجاستوں کا طبل بجا کر طاعتِ الٰہی سے روکتا ہے یعنی اُسے انتہائی طمع وحرص وحسد وغیبت وہوا ونفاق جیسی نجاست سے آلودہ کر دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آدمی کا دل گویا پاک وصاف گھر ہے، اللہ کا ذکر پاک فرشتہ ہے اور خطرات کتا ہے۔ جس گھر میں کتا گھس آتا ہے فرشتے اُس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ جو شخص اِس پاک گھر کو اچھی طرح بند کر لیتا ہے اُس میں خطرات کا کتا داخل نہیں ہو سکتا اور فرمایا گیا ہے:۔ ''جس گھر میں کتا ہو وہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' پس خطرات کا علاج یہ ہے کہ نظر اِسم اللہ ذات پر لگی رہے کیونکہ خطرات کی مجال نہیں کہ اہل ذات پر غالب آ سکیں۔ اہل صفات کو البتہ ہزار ہا قسم کے حجابات پیش آ سکتے ہیں کیونکہ وہ ثواب کے آرزومند ہوتے ہیں اور اِس وجہ سے وہ الہاماتِ معرفتِ الٰہی اور جواب باصواب سے محروم رہتے ہیں۔

بیت:۔ ''میں اُس کی صفات کی طرف کیونکر توجہ دوں کہ میں تو اُس کی ذات میں فنا ہو چکا ہوں۔''

جان لے کہ جب صاحبِ تصور حروفِ اِسم اللہ ذات کے تصور میں غرق ہوتا ہے تو ہر حرفِ اِسم اللہ ذات اُسے سات طبقاتِ زمین وآسمان اور عرش وکرسی ولوح وقلم بلکہ ہر دو جہان سے زیادہ وسیع نظر آتا ہے۔ جو شخص اُس وسیع مقام میں آ جاتا ہے وہ معرفتِ توحید

مطلق کو پالیتا ہے اور فنافی اللہ بقاباللہ ہو کر صاحبِ تجرید و تفرید ہو جاتا ہے اور جو شخص حروف اسمِ اللہ ذات کا محرم ہو جاتا ہے وہ اہلِ ذات ہو جاتا ہے اور اُس کا وجود بالکل پاک ہو جاتا ہے۔ جو شخص ہر وقت حروفِ اسمِ اللہ ذات کے تصور میں غرق رہتا ہے اُسے روزِ قیامت کے محاسبے کا بھلا کیا خوف؟ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''خبردار! اولیائے ''اَللّٰہُ'' پر نہ تو خوف مسلط ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی غم۔'' جو شخص حروفِ اسمِ اللہ ذات کا عارف بن جاتا ہے اُس پر دنیا و آخرت کے تمام احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ خواہ بظاہر وہ خلق میں حقیر و کمتر سمجھا جاتا ہو لیکن بباطن تمام انبیا و اولیا اور تمام اہلِ بہشت اُس کے گرویدہ و مشتاق ہوتے ہیں۔ ایسے عارف کو عارفِ حروفِ اسمِ اللہ ذات بھی کہا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عارف باللہ کا اُٹھنا بیٹھنا بلکہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ہوتا ہے اور دین و دنیا میں اُس کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ فرمایا گیا ہے :۔ ''حکیم کا کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔'' اُس کا ہر قول، ہر فعل، ہر حال اور ہر عمل اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اُس کے وصال سے متعلق ہوتا ہے کہ اُس کی بنیاد تصورِ اسمِ اللہ ذات پر ہوتی ہے۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی وجہ سے اُس کا ہر فعل وصلِ مطلق کا فعل ہوتا ہے۔ اگرچہ خلق کے نزدیک اُس کا کام بظاہر گناہ ہی کا کام کیوں نہ ہو لیکن خالق کے نزدیک وہ عین ثواب و راستی کا کام ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ کہف میں درج ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام نے ایک ملاقات کے دوران ایک دوسرے سے مختلف رویہ اختیار کیا اور حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا، ٹوٹی ہوئی دیوار کو جوڑا اور بچے کو قتل کیا اور (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اعتراض پر) فرمایا:۔ ''اب یہاں سے میرا اور آپ کا راستہ الگ ہے۔'' جان لے کہ تمام مخلوق اور توحید کی کوئی چیز بھی آیاتِ قرآن

سے باہر نہیں، نہ بحر و بر کی کوئی چیز اور نہ خشکی و تری کی کوئی چیز۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں، اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ تری میں ہے، جب کوئی پتا گرتا ہے تو وہ اُسے بھی جانتا ہے اور زمین کے اندر تاریکی میں پڑا ہوا دانہ بھی اُس کے علم میں ہے اور خشکی اور تری کی ہر چیز کتابِ مبین میں درج ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن مجید کی ہر ہر آیت میں کامل حکمت و معرفت و جمعیت و عنایت و ولایت اور ہدایت پائی جاتی ہے لیکن اُس تک رسائی کسی کامل عارف باللہ ہی کو نصیب ہوتی ہے، ایک بے معرفت و ناقص و خام آدمی آیاتِ قرآن کی ان نعمتوں سے بے خبر ہی رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں، اُنہیں پاک کرتے ہیں اور اُنہیں کتاب و حکمت کا علم سکھاتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ آیاتِ قرآن کے ان تمام مراتب، تمام احوال اور تمام ارکانِ ایمان کا تعلق ایک تو کلمہ طیب ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کے صحیح زبانی اقرار سے ہے اور دوسرے ذکر و تسبیح کے ذریعے تصدیقِ قلب سے ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کی مدد اس نے اپنی روح سے کر دی ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''یہ دیہاتی لوگ آپ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں، ان سے فرما دیں کہ تم ایمان والے نہیں ہو، البتہ یوں کہو کہ ہم ابھی زبانی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہیں، ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اُترا اور اگر تم اللہ اور اُس کے رسول کے حکم پر چلو تو اللہ تمہارے ثوابِ عمل میں کٹوتی نہیں کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔'' مندرجہ بالا تین آیات کے مطابق قلب کی بھی تین قسمیں ہیں اور تین نام ہیں، (۱) قلبِ منیب، (۲) قلبِ شہید اور

(۳) قلبِ سلیم۔ اِس کے علاوہ بھی قلب کے بارے میں کئی آیات ہیں مثلاً:۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔(۱) ''جو شخص اللہ رحمٰن سے غائبانہ طور پر ڈرتا ہے اور جس نے قلبِ منیب پیش کیا اُس سے فرمایا جائے گا کہ جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا، یہ ہمیشگی کا دن ہے۔'' (۲) ''بے شک اِس میں نصیحت ہے اُس کے لئے جو صاحبِ دل ہے اور کان لگا کر حضورِ قلب سے بات سنتا ہے۔'' (۳) ''یہ وہ دن ہے جس میں نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے، ہاں مگر جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔'' (۴) ''اللہ تعالیٰ نے کسی کے سینے میں دو دل نہیں رکھے۔'' (۵) ''بے شک یہ قرآن رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، اسے روح الامین نے آپ کے دل پر پیش کیا تا کہ آپ واضح عربی زبان میں لوگوں کو اس سے ڈرائیں۔ بے شک اِس کا ذکر اگلی کتابوں میں موجود ہے۔ کیا یہ اُن کے لئے نشانی نہ تھی کہ بنی اسرائیل کے علما اِس نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اُتارتے کہ وہ انہیں پڑھ کر سناتا تو پھر بھی یہ لوگ اُس پر ایمان نہ لاتے۔'' مردہ دل آدمی ہمیشہ تاریکی میں رہتا ہے لیکن زندہ دل آدمی حیاتِ قلب کے ساتھ ہمیشہ معرفتِ الٰہی میں غرق رہتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اَللّٰہُ (اِسم اللہ ذات) مومنوں کا ایسا دوست ہے جو اُنہیں ظلمات سے نکال کر نور میں لے آتا ہے۔ کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو اُنہیں نور سے نکال کر ظلمات میں لے جاتے ہیں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''دل کی تین قسمیں ہیں، (۱) قلبِ منیب، (۲) قلبِ شہید اور (۳) قلبِ سلیم ۔ قلبِ منیب وہ ہے جو ہمیشہ اطاعتِ الٰہی میں محو رہتا ہے، قلبِ شہید وہ ہے جو ہمیشہ معرفتِ اسرارِ ہر دو جہان میں غرق رہتا ہے اور قلبِ سلیم وہ ہے جس میں طلبِ الٰہی کے سوا اور کوئی طلب نہ ہو۔''

مصنف کہتا ہے کہ قلب کے کم از کم دو درجے ہیں۔ایک قلب غلیظ ہے جو ہر وقت خطراتِ نفس وشیطان اور حادثاتِ دنیا کی پریشانی میں مبتلا رہتا ہے۔یہ مطلق بیمار و مریض دل ہے جو اُس وقت تک لا علاج ولا دوا اور اللہ کی نگاہِ رحمت اور معرفت سے محروم رہتا ہے جب تک کہ اخلاصِ خاص کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتا اور صحتِ دل کے لئے کسی طبیب القلوب مرشد کے پاس نہیں جاتا۔جو شخص کسی طبیب القلوب مرشد کے پاس نہیں جاتا اُس کا مریض دل روز بروز سیاہ ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بالکل سلب ہو کر رہ جاتا ہے۔فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''اُن کے دلوں میں مرض ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے مرض میں اضافہ کر دیتا ہے۔''پس علمِ فضیلت کو معرفتِ الٰہی کے لئے حاصل کر جس کے لئے وسیلۂ مرشد ضروری ہے۔جو مرشد صاحبِ تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے وہ زندگی و موت دونوں حالتوں میں وسیلۂ نجات ہے،فرمایا گیا ہے :-''مرشد دل کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مارتا ہے۔دوسرا قلب پاک ہے جو ذکر اللہ سے پاکیزگی حاصل کر کے برگزیدہ بن جاتا ہے جاتا ہے۔ یہ دل رازِ معرفتِ الٰہی کا امین ہوتا ہے۔ایسا پاک دل نورِ الٰہی سے لبریز ہو کر نور بن جاتا ہے۔ایسے زندہ دل آدمی کو ہمیشہ حضوری حاصل رہتی ہے۔

بیت :- ''ارے دل تو نظر گاہِ ربانی ہے، تُو شیطان کے گھر کو دل کیوں کہتا ہے۔''

فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اُس کے دل کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔''

بیت :- ''اپنے دل کو خطرات کی نجاست سے پاک کر لے تاکہ تجھے وحدتِ ذاتِ حق تک رسائی حاصل ہو۔''

اہلِ ذکر و اہلِ باطن صاحبِ معرفت کے لئے سکر و مستی سراسر خامی ہے۔ اِس خامی و کچے پن کی وجہ سے آدمی زبان کا عالم مگر دل کا جاہل رہتا ہے۔

بیت:۔ ''صاف شفاف دل نورِ ذاتِ اِلٰہی سے معمور ہو کر رازِ اِلٰہی بن جاتا ہے، ایسے دل کا مالک مقربِ حق ہو کر دائمی نماز میں مشغول رہتا ہے۔''

فقیر باھوؒ کہتا ہے:۔ ''خام آدمی کی مستی اُس کے وہم و خیال کی پیداوار ہوتی ہے، وصالِ حق تو مست کو بھی ہوشیار کر دیتا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''جاہل عالم سے ڈرو۔ عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) جاہل عالم سے کیا مراد ہے؟ فرمایا! جو زبان کا تو عالم ہو مگر دل کا جاہل ہو۔'' مصنف کہتا ہے:۔ ''علوم چار ہیں، علمِ زبان، علمِ قلب، علمِ روح اور علمِ سِرّ۔ جو آدمی یہ چاروں علوم حاصل کر لیتا ہے وہ عالم فاضل لائق ارشاد مردِ مرشد ہے ورنہ جاہل و ناقص مرشد تو فساد ہی فساد ہے۔ جو آدمی اِن علوم کو مکمل طور پر حاصل کر لیتا ہے تو لوحِ ضمیر کا علم اُس پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ اُس کے بغیر تو ہر علم میں ستر ہزار نفسانی و جسمانی، قلبی و روحانی اور سِرّی و لامکانی حجابات پائے جاتے ہیں۔ اِسی لئے تو فرمایا گیا ہے کہ ''اَلْعِلْمُ حِجَابُ الْاَکْبَرُ'' (علم ہی سب سے بڑا حجاب ہے)۔ جو شخص اِن چاروں علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر معرفتِ اِلٰہی حاصل کرتا ہے وہ آدم علیہ السلام کی صحیح اولاد بن کر اِنسانیت کے بزرگ و مکرم مرتبے پر پہنچتا ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو مکرم مرتبہ عطا کیا ہے۔'' پس ہر مقام و ہر مرتبہ قلب ہی میں پایا جاتا ہے اور قلب ہی سے کھلتا ہے۔ خبردار! قلب گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے جو خونِ غلیظ سے بھرا رہتا ہے، قلب وہ ہے جو نورِ اِلٰہی سے پُر رہتا ہے، اُس کی حقیقت عقل و وہم و خیال سے ماورئی ہے۔ تمیزِ قلب ایک عالیشان مرتبہ

ہے، اگر تُو آئے تو زہے عزو شرف لیکن اس پر فریفتہ و مغرور مت ہو کہ غرق فنا فی اللہ و معرفتِ الٰہی اور قربِ حضور کے مراتب اس سے بہت آگے ہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ’’اور ہم اُس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔‘‘ الہاماتِ قدرتِ الٰہی، معرفتِ قربِ حضور اور مشاہداتِ تجلیاتِ ذات بندہ کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ سے ہم کلام ہونے کے لئے کوہِ طور تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی کے لئے اُس کا اپنا وجود ہی کوہِ طور ہے کیونکہ وہ اپنے وجود کے اندر ہی شہ رگ سے نزدیک تر اللہ کا کلام سنتا ہے اور حضور رب سے اپنے ذکر اذکار کا جواب باصواب پاتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے فقیروں کا حوصلہ بہت وسیع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ذرہ بھر تجلی سے بے ہوش ہو گئے تھے اور تین دن تک بے سدھ پڑے رہے تھے اور جب ہوش میں آئے تو پکار اُٹھے تھے:۔ ’’الٰہی تیری ذات پاک ہے، مَیں توبہ کرتا ہوں اور مَیں اوّل دن ہی سے مومن ہوں۔‘‘ لیکن عارف فقیر ہیں کہ اُن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے ہر وقت و ہر دم ستر ہزار تجلیاتِ ذاتِ الٰہی وارد ہوتی رہتی ہیں لیکن اُن میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا اور وہ اپنی حالت پر قائم

رہتے ہیں۔[1]

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔" میری اُمت کے خاص علماً انبیاء

[1] :۔ یہاں اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عارف فقیروں کا موازنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر سے کیا گیا ہے اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت کے عارف فقیروں سے کم مرتبہ ہیں لیکن ایسا ہے نہیں۔ دراصل یہاں موسیٰ علیہ السلام سے مراد اُن کی اپنی ذات یا اُن کا مرتبہ نبوت ہرگز نہیں ہے بلکہ طالبانِ الٰہی کا وہ مرتبہ سلوک ہے جہاں باطن میں طالب اللہ عالمِ خلق کے اِنتہائی مقام "سدرۃ المنتہیٰ" پر پہنچ کر اللہ سے دیدارِ الٰہی کا سوال وتقاضا کرتا ہے لیکن تجلی ذات برداشت کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ طالبانِ مولیٰ کو راہِ سلوک میں پیش آنے والے ہولناک حادثات سے آگاہ کرنے کے لیے انبیا علیہم السلام ہمیشہ اِس قسم کے عملی اسباق دیتے چلے آئے ہیں جن میں وہ خود زیرِ تربیت طالبِ مولیٰ کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ ان اسباق میں اُن کا نام محض سمبل (symbol) کے طور پر ایک طالبِ مولیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن سطحی علم کے حامل غیر طالبِ مولیٰ قاری ایسی تحریروں کے ظاہری الفاظ سے ہمیشہ غلط نتائج اخذ کر کے نا سمجھی کے باعث گمراہی مول لیتے رہتے ہیں۔ اِس واقعہ میں دیدارِ الٰہی کے لیے سوال وتقاضا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذاتی سوال وتقاضا نہیں ہے کیونکہ یہ سوال "عین الیقین" کے مرتبے کا سوال ہے جبکہ نبی ہمیشہ اُس سے آگے "حق الیقین" کے مرتبے پر فائز ہوتا ہے، اُسے اپنے مرتبے سے کم تر مرتبے کے لیے سوال کرنے کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ یہ سوال ایک سالک طالبِ مولیٰ کا سوال ہے جسے طالبانِ مولیٰ کی تربیت کے دوران حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سالک طالبِ مولیٰ کے طور پر کرتے دکھائے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تحریر میں حضرت سلطان باھُوؒ اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے عارف فقیروں کا موازنہ دراصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے نہیں بلکہ اُن کے دور کے طالبانِ مولیٰ کے مرتبے سے کر رہے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بطور سمبل استعمال کر رہے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے مترجم کا رسالہ "تفہیم الکلام حضرت سلطان باھُوؒ"۔

بنی اسرائیل سے افضل ہیں۔'' ۱؎ یہ وہ عارف فقیر علما ہیں جنہیں ظاہر و باطن کے تمام علوم پر عبور حاصل ہے۔ فقیر کامل ہمیشہ عالمِ باعمل ہوتا ہے نہ کہ محض علم کا بوجھ اُٹھانے والا جانور، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے :۔ ''اُن کی مثال اُس گدھے کی سی ہے کہ جس پر بوجھ لدا ہو۔'' پس معلوم ہوا کہ عارفوں کا سینہ تجلیٔ ذات اور ذکر اللہ کے غلبے اور تپش سے اِس قدر شفاف اور کشادہ ہوتا ہے کہ اُس کے اندر اگر چودہ طبق بھی رکھ دیے جائیں تو معلوم نہ ہوں بلکہ اِس طرح دکھائی دیں کہ جس طرح ''ن'' کے اندر نقطہ۔

رباعی :۔ ''الٰہی تیرا راز ہر صاحبِ راز مرشد کے سینے میں جلوہ گر ہے، تیری رحمت کا دروازہ ہر ایک کے لئے کھلا ہے، جو بھی تیری درگاہ میں عاجزی سے آتا ہے وہ خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔''

عارفوں کے دل رحمتِ الٰہی سے وسیع ہوتے ہیں کہ رحمتِ الٰہی دل میں سما جاتی ہے لیکن دل رحمتِ الٰہی میں نہیں سماتا کہ رحمتِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت ہے اور دل نظرگاہِ الٰہی ہے۔ بے شک عارف حقیقتِ دل سے واقف ہوتا ہے اور اُس کا سینہ مقامِ ہدایت ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اللہ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے

۱؎ :۔ اِس حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بھی انبیائے بنی اسرائیل کی ذات یا اُن کا مرتبۂ نبوت ہرگز مراد نہیں بلکہ انبیائے بنی اسرائیل کی اُمت کے طالبانِ مولیٰ کے مراتب مراد ہیں اور اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ طالبانِ مولیٰ کو جن مراتبِ باطن تک پہنچانے کی ذمہ داری انبیائے بنی اسرائیل کے سپرد تھی، اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے علما کو اُس سے بھی آگے کے مراتب تک پہنچانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، ورنہ جہاں تک انبیائے بنی اسرائیل کے ذاتی مراتب یا مراتبِ نبوت کا تعلق ہے تو وہ ہر دور کے علما و اولیا کے مراتب سے بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہیں، اُن تک کسی بھی اُمت کے اولیا اللہ نہیں پہنچ سکتے۔

کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اُس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ آسمان کی طرف پرواز کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ حالت اُن لوگوں کی کرتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اَللّٰہُ (اِسمِ اللہ ذات) جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے وہ اپنے رب کی طرف سے نور میں آ جاتا ہے۔ حیف ہے اُن پر کہ جن کے دل اتنے سخت ہیں کہ ذکر اللہ میں نہیں لگتے، وہ کھلی گمراہی میں غرق ہیں۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''کیا ہم نے آپ کا سینہ نہیں کھول دیا اور آپ کا بوجھ نہیں اُتار دیا؟ اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''ذکر اللہ فرض ہے اور سب سے پہلا فرض '' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ '' کا ذکر ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''جس چیز پر اللہ کے نام کا ذکر نہ کیا جائے وہ چیز گندی اور ناپاک ہوتی ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور رغبت کرو اپنے رب کی طرف ۔'' جو آدمی اللہ سے اپنے صدق کا دعویٰ کرتا ہے اور اُس کی شہادت بھی دیتا ہے اور اُس کی خاطر اپنی تمام صلاحیتیں بھی بروئے کار لاتا ہے تو اُس کے لئے فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اُسے نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کی رفاقت حاصل ہوگی اور وہ کتنے اچھے رفیق ہیں۔'' یہ وہ مقام ہے کہ جہاں صاحبِ صدق طالب غرق فنا فی اللہ ہو کر صداقت شعار ہو جاتا ہے۔ اِستغراق بقا باللہ کا اِنتہائی مرتبہ یہ ہے کہ عارف فقیر خود سے فنا ہو کر نورِ الٰہی اور تجلیاتِ ذاتِ حق کے مشاہدے میں غرق ہو جائے اور اسے ایسی بقا حاصل ہو جائے کہ اُسے رسم رسوم یاد رہیں نہ طلب و محبت، نہ اُسے جسم و جوہر یاد رہے اور نہ ذکر و فکر اور وہ قربِ حضور میں ایسا غرق ہو جائے کہ اُسے صبر یاد رہے نہ شکر۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''اور اپنے رب کے ذکر میں اِس طرح غرق ہو جا کہ تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے۔'' یہ مراتبِ یقین ہیں جو کسی مخالفِ نفس و منصف و

حق شناس وامین شخص کو حاصل ہوتے ہیں۔ جس شخص کو ایسا استغراق نصیب ہو جاتا ہے اُس کا نفس شیطانِ لعین سے جدا ہو جاتا ہے اور اُس کا دل پورے صدق و یقین کے ساتھ روح القدس کا پیشوا وزیر بن جاتا ہے۔ تُو نہیں جانتا کہ مملکتِ وجود میں نفس بادشاہ ہے اور شیطان اُس کا مقرب وزیر ہے جو ہر وقت مصلحت اندیشی وخود پرستی کی تدابیر ومنصوبہ بندی کرتا رہتا ہے۔ معرفتِ اِلٰہی کی طلب میں صادق وہ ہے جس کے اندر وہ خصائل موجود ہوں جن کا ذکر چند اولیاَ اللہ اور حضرت رابعہ بصریؒ کی باہمی گفتگو میں آیا ہے۔ ایک مجلس میں ایک ولی اللہ نے حضرت رابعہؒ سے صدق کے بارے میں کہا:۔ ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اللہ کی دی ہوئی تکلیف پر شکر ادا نہیں کرتا۔'' دوسرے نے کہا:۔ ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اللہ کی دی ہوئی تکلیف پر صبر نہیں کرتا۔'' تیسرے نے کہا:۔ ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو اللہ کی دی ہوئی تکلیف سے لطف اندوز نہیں ہوتا۔'' حضرت رابعہؒ نے فرمایا:۔ ''اِس قسم کا صدق طفل بازی ہے، جدائی ہے اور مجازی ہے۔'' اِس کے بعد آپ نے فرمایا:۔ ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو مولیٰ کی دی ہوئی تکلیف کو مشاہدۂ دیدارِ اِلٰہی میں غرق ہو کر بھلا نہیں دیتا۔'' صدق کے بارے میں مصنف کہتا ہے:۔ ''وہ شخص اپنے دعویٰ میں صادق نہیں جو مولیٰ کی دی ہوئی تکلیف سے فنا فی تصدیق نہیں ہو جاتا۔'' صدق کے معنی ہیں ''یقین'' اور یقین یقین سے حاصل ہوتا ہے۔ یقین خاص دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے حاصل ہوتا ہے۔ یقین جبین کو سجدہ ریز رکھتا ہے اور جو سجدے کا تارک ہے وہ شیطان لعین ہے۔''

شرحِ یقین

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- ''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو حتیٰ کہ تمہیں یقین کامل نصیب ہو جائے۔''

ابیات:- (۱) ''عبادتِ حق مرتے دم تک کرتے رہو حتیٰ کہ حدِ یقین تک پہنچ جاؤ کہ یقین ہی سلامتیٔ ایمان کی ضمانت ہے۔'' (۲) ''یقین قرآن پر عمل کرنے کا نام ہے اور یقین یہ ہے کہ خود کو سپردِ خدا کر دیا جائے۔'' (۳) ''یقین ایمان کا نوری سرمایہ ہے اور اُس کا تعلق معرفتِ قربِ حضور سے ہے۔'' (۴) ''یقین ایسا ہونا چاہیے جیسا کہ ایک بیٹے کو باپ کا ہوتا ہے، یہ یقین ہی تو ہے جو دل سے شیطانی دوئی کو باہر نکالتا ہے۔'' (۵) ''یقین آنکھ ہے جس سے اگر کوئی خود بینی کرنا سیکھ لے تو اُسے عارفوں کی صحبت و ہم نشینی نصیب ہو جاتی ہے۔'' (۶) ''یقین سے اسرارِ الٰہی کھلتے ہیں، یقین سوائے اللہ کے ہر چیز کی نفی کرتا ہے۔'' (۷) ''یقین بغیر کسی ریاضت کے حضوری تک پہنچاتا ہے لیکن یہ یقین کسی صاحب یقین ہی سے حاصل ہوتا ہے۔'' (۸) ''جسے یقین حاصل ہو جاتا ہے اُسے عرفانِ حق نصیب ہو جاتا ہے اور وہ واصل باللہ ہو کر حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔''

اہلِ حرب کافروں، رافضیوں، خارجیوں اور منافقوں کو یقین نصیب نہیں ہوتا کہ یقین کا تعلق پاکیزگیٔ حق سے ہے اور یہ خبیث لوگ قرآن و حدیث اور جماعتِ اہلِ سنت کے مخالف ہیں۔ اُن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا کہ اُن کا اعتقاد جیفۂ باطل غلیظ پر ہے۔ جماعتِ اہلِ سنت کو وہ یقین کامل نصیب ہوتا ہے کہ خواہ اُس کے پاس دن بھر کی خوراک بھی نہ ہو اور کوئی اسے سونے کے ایک لاکھ سکے پیش کرے تو اُس کے بدلے یقین سے دست بردار نہیں ہوتا کیونکہ دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے اُسے معرفتِ قربِ الٰہی کا بہتر

اِنعام حاصل ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ یقین کے چار حروف ہیں ''ی ق ی ن۔'' حرف ''ی'' سے یقین ''یگانۂ حق'' کرتا ہے۔ حرف ''ق'' سے قربِ حق بخشتا ہے۔ حرف دوسری ''ی'' سے ''یکتا بحق'' کرتا ہے اور حرف ''ن'' سے نفس کو ہوا و ہوس سے نیست و نابود کرتا ہے۔ صاحبِ یقین متوکل ہوتا ہے اور ہمیشہ اعلان کرتا رہتا ہے:۔ ''میں نے اللہ پر بھروسہ کیا اور میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔'' یقین اللہ تعالیٰ کو ہر حال اور ہر کام میں حاضر جاننے کا نام ہے۔ یقین ہدایت کا اِنتہائی مرتبہ ہے۔ اہلِ ہدایت صدیقین کا یقین پہاڑ کی طرح مستحکم ہوتا ہے جو ہلتا ہے، نہ لرزتا ہے اور نہ لڑکھڑاتا ہے کہ اُن کی دوستی اللہ کے دین سے پکی ہوتی ہے، اِس کے برعکس منافق و بے دین و بے یقین و بد مذہب اور شیطان لعین کے پیروکار کا یقین ریت کی طرح غیر مستحکم ہوتا ہے جو ایک حالت پر قائم نہیں رہتا۔

ابیات:۔ (۱) ''یقین تصدیقِ قلبی اور اقرارِ ازلی کا نام ہے اور یقین فیض و فضلِ اِلٰہی کا وسیلہ ہے۔'' (۲) ''یقین پاکیزگی ہے جس کا تعلق روح سے ہے، جب یہ پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے تو روح پُر یقین ہو جاتی ہے۔'' (۳) ''یقین ہمیشہ خلافِ نفس چلنے سے حاصل ہوتا ہے اور اُس کا اِنحصار حیاتِ قلب پر ہے۔'' (۴) ''یقین سے دل میں نقشِ حق قائم ہوتا ہے جس سے روشن ضمیری نصیب ہوتی ہے۔'' (۵) ''یقین کی تین اقسام اور تین مقام ہیں، جب یہ تینوں یکجا ہو جاتے ہیں تو یقین کامل ہو جاتا ہے۔''

اور وہ تین اقسام یہ ہیں، (۱) علم الیقین، (۲) عین الیقین اور (۳) حق الیقین۔ جب اِنسان کے دل میں تصدیقِ قلب کا سورج طلوع ہوتا ہے تو وجود کے اندر سے ہر قسم کی بے یقینی دور ہو جاتی ہے۔ یقین یہ ہے کہ صحت ہو یا بیماری، سختی ہو یا آسانی اِنسان ہر حالت میں نہ تو تعمیلِ احکامِ اِلٰہی اور اِتباعِ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے باز آئے، نہ اُس

سے منہ موڑے اور نہ ہوائے نفس کی پیروی کرے۔ یہی یقین ہے جو وسیلہ خدا ہے اور یہ ذکر کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" سے حاصل ہوتا ہے۔ جان لے کہ محبت ،معرفت ،طلبِ الٰہی ،ذکر فکر ،حضور مذکور ،الہاماتِ باطن ،قربِ الٰہی اور فنا و بقا کے تمام مراتب کی جڑ یقین ہے۔

بیت:۔ '' تیرا اصلی سرمایہ یقین ہے، اگر یہ تجھے حاصل ہو جائے تو تُو ساتوں آسمانوں سے بھی آگے نکل جائے۔''

مصنف کہتا ہے کہ لوگوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ ناقص و خام لوگوں کا یقین بھی اُنہیں مقاماتِ عرش و کرسی اور لوح و قلم تک لے جاتا ہے، اُن کا یقین تو اُلٹا اُنہیں معرفتِ وحدانیتِ الٰہی سے دور کر دیتا ہے، اس کے برعکس صدیقوں اور عارفوں کا یقین اُنہیں ہر وقت مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور معرفتِ الٰہی میں غرق رکھتا ہے۔ مرشد کامل جسے تصورِ اسمِ اللہ ذات عطا کر دیتا ہے اُس کے قلب ،روح ،سر ،قالب ،گوشت ،پوست ،مغز ،رگوں ،ہڈیوں اور بالوں غرض جسم کے تمام اعضا کی زبان پر '' یَا اَللّٰہُ، یَا اَللّٰہُ '' کا وِرد جاری ہو جاتا ہے اور یوں اُس کے سارے وجود میں ذکر اللہ کا شور مچ جاتا ہے۔ مرشدِ کامل اُسے تصورِ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کی حاضرات سے ازل سے ابد تک ،دنیا سے عقبیٰ تک اور عقبیٰ سے معرفت و لقائے الٰہی تک کے تمام مقامات کھول کر دکھا دیتا ہے لیکن یہ سب کچھ ابتدائے ذکر وصال ہے۔ جس ذکر میں یہ وصف نہیں اور ذاکر کے وجود میں اسمِ اللہ ذات اور ذکر اللہ اثر نہیں کرتا تو سمجھو کہ اُس کا ذکر وہمی و خیالی ہے یہ باطنی ذکر برحق ہے، اس پر نکتہ چینی مت کر کہ یہ ذکر ذاکر کو ایسا استغراق بخشتا ہے کہ گویا اُس کی جان ہی نکل گئی ہے اور وہ مر گیا ہے۔ اس طرح وہ "مرنے سے

پہلے مرکر" روحانی مردہ ہو جاتا ہے۔ اِس حالت میں وہ جو کچھ بھی دیکھے روا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اُس کا وجود پاک ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ "اِسمِ اللہ ذات پاک چیز ہے اور یہ پاک وجود ہی میں قرار پکڑتا ہے۔ "تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تاثیر سے طالب اللہ پہلے ہی دن ظاہری و باطنی تصرف کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ مرشدِ کامل پر فرضِ عین ہے کہ وہ چند ایک طالبوں کو معرفتِ الٰہی کے کمال تک ضرور پہنچائے لیکن اگر اُسے کوئی معرفت و ارشاد کے لائق بلند حوصلہ طالب نہ مل سکے تو اُسے چاہیے کہ معرفتِ الٰہی کی یہ نعمت کسی اہل اللہ ظل اللہ (بادشاہ) کو عطا کر دے کہ غنی کی قدر غنی ہی جانتا ہے۔ طالبِ فقرِ مکب (منہ کے بل گرانے والا اضطراری فقر) معرفتِ الٰہی کی راہ میں ہرگز نہیں چل سکتا۔ مرشدِ کامل سے فیض یاب ہونے کے لائق کوئی ایک آدھ طالب ہی ہوتا ہے، البتہ خود غرض قسم کے طالب ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار ہوتے ہیں۔ اللہ بس ماسوئی اللہ ہوس۔ مرشدِ کامل وہ ہے جو طالب اللہ کو چار مرتبے عطا کر دے، یا تو مرتبۂ دل کہ جس سے طالب اللہ باطن میں ہر وقت اہلِ دل اولیا اللہ کا ہم مجلس رہے، یا مرتبۂ روح کہ جس سے طالب اللہ باطن میں ہمیشہ انبیا و اولیا اللہ کی ارواح کا ہم مجلس رہے، یا مراتبِ سِرّ کہ جس سے وہ ہر وقت مشاہدہ رازِ معرفتِ الٰہی میں غرق رہے یا پھر مراتبِ خفی کہ ذکرِ خفیہ کے ذریعے اُس سے کوئی چیز مخفی و پوشیدہ و خفیہ نہ رہے۔ جو مرشد اِس طرح کی راہِ تحقیق سے واقف نہیں وہ عارف مرشد نہیں۔ جان لے کہ جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور معرفت و وصال کا علم سینے میں آجاتا ہے تو رسمی و رواجی علم سینے سے نکل جاتا ہے۔ جس کے سینے میں ظاہری و باطنی دونوں علوم جمع ہو جائیں وہ لائق ارشاد صاحبِ معرفت و وصال ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک علم نہیں جانتے تھے؟ اور وہ حرص و حسد و عجب و کبر و ہوا کا علم ہے۔ یہ علم باعث ننگ و

عار ہے۔شیطان اِس علم کا عالم فاضل ہے اور وہی اِسے پڑھتا ہے،وہ علمِ ہدایت و معرفتِ اِلٰہی سے جاہل اور مراتب علمِ اِستغراق وصال سے محروم ہے۔

واضح رہے کہ علم علمائے عامل اور فقرائے کامل کی روح پر وارد ہوتا ہے جس سے اُن کا نفس خراب و پریشان ہوتا ہے اور علمائے بے عمل و فقرائے ناقص کے نفس پر وارد ہوتا ہے جس سے اُن کا دل خراب و پریشان ہوتا ہے۔ سو عالمِ روحانی کو عالمِ نفسانی کی مجلس راس نہیں آتی۔ علم کے معنی ہیں ''جان پہچان'' اور اُس کے تین حروف ہیں یعنی ''ع ل م''۔ اگر علم کو سر سے پکڑا جائے تو علم کا سر ''ع'' ہے اور علم ''ع'' عالم کو عین العنایت، عین الولایت، عین الہدایت، عین علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کے مراتب پر پہنچاتا ہے اور باطل سے بیزار کر کے حق رسیدہ کرتا ہے۔اگر علم کو درمیان سے پکڑا جائے تو درمیانی حرف ''ل'' ہے۔علمِ ''ل'' عالم کو لا یحتاج کر دیتا ہے اور '' لا '' نفی ہے اور نفی سے مراد فنائے نفس ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :۔ ''جس نے اپنے نفس کو پہچانا، بے شک اُس نے اپنے رب کو پہچانا ،جس اپنے نفس کو فنا سے پہچانا، بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا۔'' فنا و بقا اور معرفتِ اِلٰہی کو جس نے بھی پہچانا،علم کے ذریعے ہی پہچانا۔ کبھی کوئی جاہل آدمی عارف باللہ نہیں ہوا ۔اگر علم کو آخر سے پکڑا جائے تو علم کا آخری حرف ''م'' ہے۔ جس نے علمِ ''م'' حاصل کر لیا اُسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجلس و ملاقات نصیب ہو گئی۔ اِس کے برعکس جس نے احکامِ علم سے بغاوت کی اور علم کی مخالفت میں نفس و ہوا سے اتحاد کر کے مراتبِ علما کو نظر انداز کیا تو وہ علم کے حرف ''ع'' سے عاق، حرف ''ل'' سے لادین اور حرف ''م'' سے مردار خور ہو کر ہمیشہ کے لئے نفس مردود اور ہوا و ہوس کا غلام ہو کر رہ گیا۔ایمان و عزت و شرف کا سرمایہ نص و حدیث و فقہ و تصوف کا علم ہے۔

علمِ فقہ قرآن ہے اور اساسِ فقر علمِ فقہ ہے، اساسِ فقہ توحید و معرفتِ الٰہی ہے اور اساسِ تصوف و فقہ ذکر اللہ یعنی تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' اہل اللہ کو پل بھر کے لیے بھی کوئی چیز ذکر اللہ سے غافل نہیں کر سکتی۔ '' مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو ہر کام خَلقِ خدا کی خوشنودی اور دنیوی شان و شوکت اور روضہ و خانقاہ کی خاطر کرتے ہیں اور اللہ کی خوشنودی اور استغراقِ معرفت کی طرف ہرگز دھیان نہیں دیتے۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ کامل مکمل فقیر کے نزدیک طیر سیرِ طبقات، مراتبِ غوث و قطب اور عرش سے بالاتر ستر ہزار درجات و مقامات کو اپنے قبضے و تصرف میں لانا خام و ناقص لوگوں کا کام ہے اور علمِ کیمیا حاصل کرنا، خَلقِ خدا میں ناموری اور شہرت حاصل کرنا جنوں، انسانوں اور درندوں پرندوں پر تصرف حاصل کرنا، کشف و کرامات پر قادر ہونا اور امورِ دنیا میں ترقی و درجات حاصل کرنا ناقص وادھورے لوگوں کا کام ہے۔ علمِ کیمیا، علمِ اکسیر اور علمِ دعوت تکسیر حاصل کرنا، بیس بیس دائروں والے نقش پر کرنا، دائرۂ جفر کے نقش بنانا اور بادشاہ و اُمراٗ کو مسخر کر کے اپنے تابع کرنا نادان لوگوں کا کام ہے اور خود کو فنا کر کے معرفتِ ''اَلّا اللّٰہُ'' میں غرق کرنا اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) کی دائمی حضوری حاصل کرنا مردانِ کامل کا کام ہے۔

بیت :- '' جو آدمی خالق کو پسند آجائے ، اگر خلق اُسے ناپسند بھی کرے تو کیا مضائقہ؟ ''

واضح رہے کہ مکھن سے بڑھ کر نرم و ملائم چیز اور کوئی نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مکھن کو اگر تھوڑی سے گرمی پہنچے تو وہ مزید نرم ہو کر پگھل جاتا ہے۔ اِسی طرح مومن فقیروں اور درویشوں کے دل ایک اور تپش سے پگھلتے ہیں یعنی کسی دوسرے مومن بھائی

کی تکلیف کو دیکھ کر اُن کے دل درد سے بھر آتے ہیں۔

بیت :- ''دل تو وہ ہے جو کسی دوسرے بھائی کو تکلیف میں دیکھے تو پانی پانی ہو جائے ورنہ عام دل تو محض آب وگل کا ایک لوتھڑا ہی ہوتا ہے۔''

جوابِ مصنف :- ''کسی کو تکلیف میں دیکھ کر اہلِ درد کا دل بھر آتا ہے کہ اُن سے کسی کی دل آزاری نہیں دیکھی جاتی۔''

''سخت وسیاہ وشرمندہ دل کے نصیب میں بھلا معرفتِ وصال کہاں؟''

رباعی :- ''میرے شکستہ دل کو وہی درست کرسکتا ہے جس کا اپنا دل شکستگی سے گزر چکا ہو، شکستگی کو درستگی میں وہی بدل سکتا ہے جو کبھی شکستگی کا علاج شکستگی سے کر چکا ہو۔''

مردہ دل سے گریز کر اور خود کو اُس زندہ دل کے ساتھ مشغول رکھ جو تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ہو چکا ہو۔

ابیات :- (۱) ''اگر تُو عرشِ اکبر کے نور تک بھی جا پہنچے تو کیا حاصل؟ کہ یہ تو ناقص و بے حضور لوگوں کا مرتبہ ہے۔'' (۲) اگر تُو ہر وقت لوحِ محفوظ کے مطالعہ میں بھی غرق رہے تو یہ ناقص و بے ادب لوگوں کا مرتبہ ہے۔'' (۳) ''عرش و کرسی اور لوح وقلم جیسے تمام مقاماتِ خلق تک رسائی ناقص و ادھورے لوگوں کا مرتبہ ہے۔'' (۴) ''نگاہِ حق ہمیشہ دل پر پڑتی ہے، اُسے دل ہی میں تلاش کر اور غیر اللہ کے ہر نقش کو دل سے مٹا دے۔''

دل تو وہ ہے جو ہمیشہ نورِ الٰہی سے پُر رہتا ہے ورنہ خطرات سے بھرا ہوا دل تو فقط مشتِ خاک وگل ہے۔ جس دل میں جہل ہی جہل بھرا ہو وہ مردہ و افسردہ دل ہے۔

ابیات :- (۱) ''تو اپنے دل کو زندہ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا اور حیاتِ دل کا شربتِ شیریں کیوں نہیں پیتا؟'' (۲) ''دل جب ایک بار زندہ ہو جائے تو پھر مرتا نہیں

اور بیدار ہو جائے تو سوتا نہیں۔''

اور یہ اِس آیتِ کریمہ کے عین مطابق ہے :۔''اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی :۔''اِلٰہی مجھے دکھا کہ تُو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟''، فرمایا! کیا تیرا ایمان نہیں ہے؟ عرض کی! کیوں نہیں؟ ایمان تو ہے لیکن مَیں اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہوں (کہ دل مشاہدے کے بغیر تصدیق نہیں کرتا)۔ فرمایا! چار پرندے پکڑ کر اپنے ساتھ مانوس کرلو، پھر ان کے ٹکڑے کر کے تمام پہاڑ پر بکھیر دے، پھر اُنہیں اپنے پاس بلا، وہ تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے اور جان لو کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' جان لو کہ عبودیت و ربوبیت، عبادات و معاملات، حضوری مجلس سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و استغراق ذات اور مراتبِ فنا فی اللہ و بقا باللہ کی اِساس ظاہری و باطنی علم ہے۔ جو آدمی علمِ الف سے الفت کرتا ہے اور اُس کی کنہ کو جان لیتا ہے تو اُس پر علمِ الفت کھل جاتا ہے کیونکہ کوئی علم بھی علمِ الف سے باہر نہیں۔ اَلغرض! تصورِ علمِ الف سے تماشائے ہر دو جہان پشتِ ناخن پر یا کفِ دست پر اسپند کے دانے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ جو آدمی اِس مرتبہ پر پہنچ جائے کہ وہ دونوں جہان کا تماشا پشتِ ناخن پر دیکھا کرے تو اُسے لکھنے پڑھنے اور انگلیوں میں قلم پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

بیت:۔ ''تجھ پر اِس قدر کتابیں پڑھنے کی دُھن کیوں سوار رہتی ہے؟ اگر تُو صاحبِ فہم ہے تو تیرے لئے علمِ الف ہی کافی ہے ۔''

پس معلوم ہوا کہ سلک سلوک بھی دو قسم کا ہے۔ ایک کا تعلق عرش سے تحت الثریٰ تک کے طبقات و درجات سے ہے لیکن ابتدا سے انتہا تک کے تمام طبقات کی طلب محض حرص و ہوا ہے۔ طالبِ درجات اہل ہوا سالہا سال کی ریاضت کے بعد ہوا کے انتہائی

درجے پر تو پہنچ جاتے ہیں لیکن ذاتِ حق تعالیٰ اور اُس کے قرب سے بے خبر رہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر طبقاتِ ہوا کی بجائے قلبِ صفا پر ہوتی ہے اور صاحبِ قلب وہ ہے جسے مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری نصیب ہو۔ نورِ حضور کے یہ مراتب لامکان میں پائے جاتے ہیں، جو آدمی ان مراتب تک پہنچ جاتا ہے وہ موافقِ رحمان و مخالفِ شیطان ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مقامِ شریعت، مقامِ طریقت، مقامِ معرفت اور مقاماتِ ناسوت و ملکوت و جبروت کا تعلق طبقاتِ ہوا سے ہے اور یہ مقامات اُس فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے بہت دور ہیں جس کا تعلق لامکان میں وحدانیتِ ذات اور مقامِ فنافی اللہ سے ہے۔ پس صاحبِ طبقاتِ ہوا اور صاحبِ فنافی اللہ ذات باخدا ہم مرتبہ و ہم مجلس نہیں ہو سکتے۔ طالب جب باطن میں ان مراتب تک پہنچ جاتا ہے تو وہ بال برابر بھی خلافِ شریعت عمل نہیں کرتا اور اگر وہ ایسا کرے تو اُس سے مقامِ حضوری سلب کر لیا جاتا ہے کہ وہ جھوٹا اور لافزن ہے۔ جس شخص کا دل ذکرِ اللہ سے زندہ ہو جاتا ہے اور وہ معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" میں غرق ہو جاتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اِس آیتِ کریمہ کے مطابق اُس سے اپنی توجہ نہیں ہٹاتے اور کسی ہوا پرست اہلِ دنیا کی طرف نہیں دیکھتے کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:- "اے نبی! آپ اُن لوگوں کی مجلس میں بیٹھے رہا کریں کہ جو ہر وقت اپنے رب کے دیدار اور خوشنودی کی طلب میں غرق ہو کر اُسے پکارتے رہتے ہیں، آپ کی نظر زینتِ دنیا کی طلب میں اُن سے نہ ہٹنے پائے۔ آپ اُن لوگوں کی باتوں پر دھیان نہ دیں کہ جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ ہوائے نفس کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں اور اُن کے کرتوت حد سے بڑھ چکے ہیں۔" جان لے کہ تصورِ اسم اللہ ذات آدمی کے ساتوں اندام کو اِس طرح پاک کرتا ہے جس طرح کہ پانی نجس و ناپاک کپڑے کو۔ معرفتِ باطن

کی یہ راہ اہلِ علم ہی کو نصیب ہوتی ہے، جاہل آدمی اِس راہ میں ہرگز نہیں چل سکتا کہ وہ اگر تمام عمر بھی ریاضت و عبادت کے پتھر سے سر ٹکراتا رہے تو معرفتِ الٰہی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

ابیات:- (۱) ''پوری تحقیق سے مَیں نے یہ جانا ہے کہ سب سے بہتر اور قابلِ فخر علم معرفتِ فقر کا علم ہے۔'' (۲) ''علم جب علما کا پیشوا بن جاتا ہے تو وہ محرمِ خدا ہو کر عارف باللہ بن جاتے ہیں۔''

پس معلوم ہوا کہ طالبِ علم بغیر امتحان کے طالبِ مولیٰ نہیں بنتا اور اگر بن جائے تو صاحبِ دید ہو جاتا ہے۔ جب کوئی طالبِ علم طالبِ مولیٰ بنتا ہے تو اُس کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں۔ طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ محض طلبِ مولیٰ ہی کی خاطر علمِ فضیلت حاصل کر کے عالم فاضل بنے اور علم سے باطن کھولنے کا سلک سلوک حاصل کرے۔ یہ نہ ہو کہ وہ صرف محققین سے علم کے باریک و مشکل نکات کی حقیقت تلاش کرتا پھرے۔ ایسا ہی عالم فاضل طالب لائق ارشاد ہوتا ہے کہ وہ طلبِ مولیٰ میں غرق رہتے ہوئے بھی شریعت کے ظاہر باطن میں ہوشیار رہتا ہے ورنہ ہزار ہا جاہلوں کو ایک ہی میں دم دیوانہ بنا لینا کون سا مشکل کام ہے؟ جاہلوں کو عارفوں اور ولیوں میں شمار نہیں کرنا چاہیے کہ جاہل گدھے کا بڑا بھائی ہوتا ہے، جاہلوں کی سنگت سے ہزار بار توبہ - نہ مَیں غلط نہیں کہتا کہ جاہل سے گدھا بہتر ہے کہ وہ وزن تو اُٹھاتا ہے اور باربردار گدھا موذی لوگوں سے بہتر ہے۔ پس معلوم ہوا کہ علمائے عامل ہی فقر میں کمال حاصل کر کے عارف باللہ فقرائے کامل بنتے ہیں۔

ابیات:- (۱) ''پہلے علم حاصل کر، پھر اِدھر آ کہ بارگاہِ حق تعالیٰ میں جاہلوں کی کوئی گنجائش نہیں۔'' (۲) ''علمِ معرفت نورِ حق ہے، اُسے اپنے دل میں تلاش کر اور اُس کی

خاطر ہر طلب غیر کو دل سے نکال دے ۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''علم دو ہیں، ایک علمِ مکاشفہ ہے اور دوسرا علمِ معاملہ۔'' اِسی طرح لوگوں کے بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ اہل جنت کا ہے کہ وہ معرفت و دیدارِ الٰہی کے طالب اہل علم لوگ ہیں۔ اُن کے متعلق فرمایا گیا ہے :- ''جب وہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں گے تو باقی تمام نعمتوں کو بھول جائیں گے۔'' دیدارِ الٰہی کی یہ عظیم نعمت و سعادت انبیأ و اولیا اور تمام اہل اِسلام مومن مسلمانوں کا نصیبہ ہے جنہوں نے کلمہ طیب ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' پڑھ رکھا ہے۔ دوسرا گروہ اہل جہنم دوزخیوں کا ہے۔

بیت :- ''آہ! میرا دل اس خوف سے پھٹا جا رہا ہے کہ جانے میری منزل ان دو میں سے کون سی راہ پر ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''اِیمان کا مرتبہ خوف اور اُمید کے درمیان ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''ایک گروہ کا ٹھکانہ جنت ہے اور دوسرے کا جہنم۔'' اور یہ آیاتِ کریمہ اہل اِسلام مومنوں اور کفار کے لیے وعیدِ الٰہی ہیں، فرمانِ الٰہی ہے :- ''اور کافروں کو گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکا جائے گا، یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچ جائیں گے اور جہنم کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور وہاں کے نگران فرشتے اُن سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں آیاتِ ربانی پڑھ کر اِس دن کی ہولناکیوں سے ڈراتے؟ تو کافر کہیں گے کہ کیوں نہیں؟ (ایسا تو ہوا تھا) اور اب ہم کافروں پر عذاب کا وعدہ سچ ثابت ہو رہا ہے۔ فرمایا جائے گا کہ جاؤ اب جہنم کے اندر داخل ہو جاؤ کہ یہی تمہارا دائمی ٹھکانہ ہے، وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے اُن متکبرین کا۔ اِس

کے برعکس جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے، اُن کی سواریاں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلنے لگیں گی یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچ جائیں گے تو جنت کے دروازے اُن کے لئے کھلے ہوں گے اور جنت کے نگران فرشتے اُن سے کہیں گے کہ سلام ہو تم پر کہ تم کامیاب رہے ہو، اب جنت میں داخل ہو جاؤ کہ یہی تمہارا دائمی ٹھکانہ ہے اور وہ کہیں گے کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں اِس سرزمین کا وارث کر دیا کہ اس میں ہم جہاں چاہیں رہیں۔ تو یہ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اُن کے نیک اعمال کا۔ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ وہ عرش کے اِردگرد حلقے بنا کر اپنے پروردگار کی حمد و ثنا میں مصروف ہوں گے۔ اور لوگوں میں حق کا فیصلہ صادر کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''یہ اس لیے ہوگا کہ مومنوں کا والی اللہ ہے اور کافروں کا والی کوئی نہیں۔'' پس معلوم ہوا کہ کافر کا نفس بھی کافر، قلب بھی کافر اور روح بھی کافر ہوتی ہے، منافق کا نفس بھی منافق، قلب بھی منافق اور روح بھی منافق ہوتی ہے، نبی کا نفس بھی نبی، قلب بھی نبی اور روح بھی نبی ہوتی ہے اور عارف کا نفس بھی عارف، قلب بھی عارف، روح بھی عارف اور سِرّ بھی عارف ہوتا ہے۔ جب عارف باللہ کو معرفتِ الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اور وہ توفیقِ الٰہی سے مقربِ حق بن جاتا ہے تو اُس کے وجود میں نفس و قلب و روح و سِرّ سب نور ہو جاتے ہیں اور وہ اللہ سے ہم کلام ہو کر جوابِ باصواب پاتا ہے اور تمام اسرارِ الٰہی اُس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ (لیکن وہ خاموشی اختیار کر لیتا ہے کہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- '' جس نے اپنے رب کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔'' اب اُسے خلقِ خدا سے وحشت ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''جس نے اللہ کو پہچان لیا، بے شک اُسے

مخلوق کے ساتھ میل جول میں مزہ نہیں آتا۔'' مجھے تعجب ہوتا ہے اُن مردہ دل لوگوں پر جو غفلت کا شکار ہو کر نورِ بصیرت کھو چکے ہیں اور معرفتِ الٰہی اور ذکرِ پروردگار سے محروم ہیں لیکن خود کو ذاکر سمجھتے ہیں اور لوگ بھی اُنہیں ذاکر کہتے ہیں لیکن ذاکر کے مرتبے کا تعلق حضوری مجلس انبیا، اِستغراقِ مشاہدہ ربوبیت، حضوری قربِ خدا، لقائے الٰہی اور اسرارِ الٰہی سے ہے، با آوازِ بلند ذکرِ جہر سے اِس کا کوئی تعلق نہیں۔'' حدیثِ قدسی میں فرمانِ الٰہی ہے :۔'' مَیں اپنے ذاکر بندے کا ہم مجلس ہوتا ہوں۔'' اور اللہ کا ہم مجلس ذاکرِ خفیہ ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ '' اپنے رب کو پکارو عاجزی سے اپنے دل میں خفیہ طور پر۔'' ایسے ذاکر کے دو گواہ ہیں، ایک دائمی ذکر اللہ اور دوسرا کامل فکر۔ دائمی ذکر کے بھی دو گواہ ہیں۔ ایک مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری اور دوسرا معرفتِ الٰہی اور قربِ خداوندی کی حضوری کا دائمی اِستغراق۔ اسی طرح فکرِ کامل کے بھی دو گواہ ہیں، ایک فنائے نفس اور دوسرا فیض وفرحتِ روح۔ یاد رکھ کہ ذکر کا تعلق حضوری سے ہے اور ذکر نام ہے حضوری کا اور حضوری تصورِ اسمِ اللہ ذات ہے۔ جب تصورِ اسمِ اللہ ذات اپنی تاثیر وتصرف سے ذاکر کے وجود پر قبضہ جماتا ہے تو اُس کے وجود سے کثیف نفسانی جان کو بے دخل کر دیتا ہے اور اُس کے پاک لطیف روحانی جسم کو لے کر قربِ حضور میں غرق کر دیتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو اپنے مردار خور مرشد کی صورت کے تصور میں حبس دم کر کے فنافی الشیطان ہو جاتے ہیں لیکن خود کو فنافی الشیخ سمجھتے ہیں حالانکہ فنافی الشیخ کا مرتبہ یہ ہے کہ تصورِ شیخ صاحبِ تصور کو پل بھر میں مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچا کر معرفتِ '' اِلَّا اللّٰہُ '' بخش دیتا ہے۔ ذکر کا تعلق جمعیت سے ہے اور جمعیت یہ ہے کہ ذاکر جونہی مراقبہ کرتا ہے، تمام مقاماتِ ذات وصفات اُس کی نظر میں آ جاتے ہیں اور ہر ایک

مقام سے اُس پر نورِ اللہ ذات کی ہزاراں ہزار تجلیات وارد ہوتی ہیں۔ اسے مرتبہ حسنات کہتے ہیں۔ جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اُسے سخاوت کی حاجت ہوتی ہے اِس لئے وہ دائمی نماز اختیار کر لیتا ہے اور تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں کو کلمہ طیب کی تلوار سے قتل کر کے اہلِ نجات عارف ولی اللہ بن جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''بے شک نماز گناہوں کو مٹاتی ہے، کلمہ طیب گناہوں کو مٹاتا ہے اور سخاوت گناہوں کو مٹاتی ہے۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔'' اور نماز قائم رکھو صبح سے شام تک اور رات کے بعض حصوں میں کہ بے شک حسنات برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ ذاکرین کے لیے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔'' نیز عارف باللہ فقیر کا مرتبہ یہ بھی ہے کہ مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔ (۱)'' جو شخص رزقِ حلال کا نوری لقمہ کھانے کا عادی ہو جاتا ہے وہ صرف رزقِ حلال ہی کھاتا ہے ۔'' (۲)'' جو آدمی مچھلی پکڑے بغیر ہی پانی سے اُکتا جاتا ہے وہ روزی سے محروم رہتا ہے اور اُس کی روزی دیر سے آتی ہے۔'' جوابِ مصنف:۔ (۱) عارف چونکہ ہر وقت وصالِ الٰہی میں غرق رہتا ہے اِس لیے اُس کے حلق میں صرف رزقِ حلال ہی کا لقمہ جاتا ہے۔'' (۲)'' آتشِ ذکر اللہ سے تپ کر عارفوں کا وجود آگ بن جاتا ہے جس میں اگر لقمۂ حرام چلا بھی جائے تو آتشِ ذکر اللہ سے جل کر نور بن جاتا ہے۔'' (۳)'' وحدتِ حق گویا ایک سمندر ہے اور عارف پانی ہے، پانی جب سمندر میں گرتا ہے تو اپنی ہستی گنوا کر سمندر کہلاتا ہے۔'' (۴)'' مچھلی پانی کے اندر رہتی ہے مگر اُس کی قدر نہیں جانتی اور جب پانی سے جدا کر دی جائے تو اُس کی جان ہی نکل جاتی ہے۔'' (۵)'' اکثر لوگ عارف باللہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن یہ اہلِ غم بے چارے مرتبۂ معرفت تک کہاں پہنچ سکتے ہیں؟'' (۶) '' معرفت ایک نور ہے، اسرارِ الٰہی کا نور، اِسی نور ہی سے تو یہ جہان روشن ہے۔'' فقر مالک

الملکی بادشاہ ہے، درجات کی صورت میں جتنی بھی دائمی خدمات ہیں وہ سب صاحبِ توفیق اہل ذات ولی اللہ، اہل اللہ عارف باللہ فقیر کا نصیبہ ہیں، چاہے تو بحکمِ الٰہی کسی کو تختِ شاہی پر بٹھا دے اور چاہے تو بادشاہ کو بھی معزول کردے۔ اگر کوئی بادشاہ کسی دارالحرب پر جہاد کی غرض سے چڑھائی کردے تو اہل اللہ فقیر پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے باطنی لشکر سے اُس بادشاہ کی مدد کرے اور اُسے عالمگیر مرتبے پر پہنچا دے کیونکہ جب بھی کسی بادشاہ کو ایسے مالک الملکی فقیر کی امداد ورفاقت حاصل ہوتی ہے تو عرب وعجم کے تمام ممالک اُس کے تسلط وتصرف میں آجاتے ہیں۔

بیت:۔ ''اگر کسی کو کسی درویش کے پرانے دامن کی بھی حمایت حاصل ہو جائے تو وہ صد ہا سدِ سکندری سے بہتر ثابت ہوتی ہے۔''

درویشی کے لائق وہ شخص ہے جو ہر وقت اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ درویش وہ ہے جو دم بھر کے لیے بھی ذکرِ خدا سے غافل نہیں ہوتا کہ فرمایا گیا ہے :۔ ''زندگی کے سانس گنے ہوئے ہیں اور جو سانس ذکر اللہ کے بغیر گزرے وہ مردہ ہے۔'' نیز اُسے بھی درویش کہتے ہیں جو چشمِ ظاہر سے لوحِ محفوظ کا مطالعہ ہر وقت کرتا ہے لیکن فقیر ایسے درویش کو نجومی کہتے ہیں کیونکہ فقیر تو وہ شخص ہوتا ہے جو ہر وقت معرفتِ توحید ذاتِ الٰہی کے مشاہدے میں غرق رہتا ہے اور طبقاتِ خلق کی طرف دیکھتا ہی نہیں۔ مرتبۂ فقر کی شان ہی یہ ہے کہ فقیر بظاہر اہل تقلید نظر آتا ہے لیکن بباطن معرفتِ توحید الٰہی کے مشاہدے میں غرق ہوتا ہے۔ بعض درویش خلقِ خدا میں نہایت عظیم اور معزز اہل توحید مانے جاتے ہیں لیکن اللہ کے ہاں اُن کا شمار مردہ دل اہل تقلید لوگوں میں ہوتا ہے۔ جان لے کہ ذکر چار طرح سے کیا جاتا ہے یعنی زبان سے، قلب سے، روح سے اور سِرّ سے۔ ذکرِ زبان سے ذاکر کی زبان تلوار بن جاتی

ہے، ذکرِ قلب سے ذاکر کے دل میں اِس قدر شدید محبتِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے اُنس و اُلفت نہیں رکھتا اور اُس کا دل زندہ ہو کر صاحبِ تصدیق بن جاتا ہے، پھر وہ کسی حالت میں نہیں مرتا، نہ موت میں نہ حیات میں۔ ذکرِ روح سے ذاکر ہر وقت انبیا و اولیا کی روحانی مجلس میں حاضر رہتا ہے، ایسے ذاکر کو مجلسِ نفسانی ہرگز پسند نہیں آتی۔ ذکرِ سِرّ سے ذاکر کو تجلیاتِ ذات کا مشاہدہ نصیب ہوتا ہے اور ظاہر باطن میں ہر وقت اُس پر انوارِ تجلیاتِ ذات کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ جب یہ چاروں ذکر بیک وقت کھلتے ہیں تو ذاکر ایک ہی دم میں عارف باللہ خاکسار فقیر بن جاتا ہے۔

بیت:۔ ''تُو ان خاکسار فقیروں کو حقارت کی نگاہ سے مت دیکھ کہ اس گرد میں شہسوار چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔''

جوابِ مصنف:۔ ''مَیں خدا کا جان نثار و مقرب خاکسار فقیر ہوں کہ مقربِ خدا غرق فنا فی اللہ عارف ہی خاکسار فقیر ہوتا ہے۔''

فنا فی اللہ فقیر اُسے کہتے ہیں جو وحدانیتِ حق میں اس طرح غرق ہو کہ جس طرح چنگاری آگ میں یا نمک طعام میں یا پانی دودھ میں غرق ہوتا ہے۔ ایسا فنا فی اللہ فقیر روشن ضمیر اور نفس پر امیر ہوتا ہے۔ یاد رکھ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دوستِ معرفتِ توحید کی بنا پر فقر کو عزیز رکھتے تھے اور فقر ہی کے متعلق اُنہوں نے فرمایا:۔ '' فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی میرا اصل سرمایہ ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقیروں کی عزت افزائی کرتے ہوئے فرمایا:۔ ''قوم کا سردار فقرا کا خادم ہوتا ہے۔'' پس فقیر کو عزت و افتخار اِس وجہ سے حاصل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقر کو قابلِ عزت اور قابلِ فخر اِس وجہ سے فرمایا ہے کہ فقر کے سر پر ''اَلـلّٰـہُ '' کا نام ہے یعنی فقر کا تعلق اللہ سے ہے۔ پس فقر کا دشمن تین حکمت سے

خالی نہ ہوگا، یا تو وہ حاسد ہوگا یا منافق ہوگا یا غلامِ نفس اہلِ غیبت ہوگا اور غیبت کے متعلق فرمایا گیا ہے :- ''غیبت زنا سے زیادہ برا فعل ہے۔'' پس معلوم ہوا کہ فقر ایک صاف شفاف آئینہ ہے جو بھی اِس آئینے کی طرف دیکھتا ہے یہ اُسے اُس کا اصلی رنگ و روپ دکھا دیتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ہر کوئی اپنے ہی احوال پر نازاں رہتا ہے، کوئی قالِ کلام اللہ پر اِتراتا ہے تو کوئی قرب و وصال اور معرفت ''اِلَّا اللّٰہُ '' پر فخر کرتا ہے - قال میں بھی وصال ہے، علمِ قال اور فقر وصال کے بغیر جہالت ہی جہالت ہے اور جاہل ہمیشہ مبتلائے زوال رہتا ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ صاحبِ علمِ قال عالم ہمیشہ علم پر ناز کرتا ہے اور صاحبِ وصال فقیر تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار سے نفس کو قتل کر کے ناز کرتا ہے۔اے عالم! علم کی روشنی سے معرفتِ الٰہی تلاش کر اور تکبر و ہوا میں مبتلا ہو کر علم پر غرور مت کر کہ جہاں علم کی اِنتہا ہے وہاں معرفتِ الٰہی اور استغراقِ حضوری اِبتدا ہے۔ عالم کی زبان لمبی ہوتی ہے کہ وہ مرتبۂ قال پر ہوتا ہے اور فقیر کی زبان گونگی ہوتی ہے کہ وہ مرتبۂ کل پر ہوتا ہے اور فرمایا گیا ہے:- ''جسے اللہ مل گیا وہ مالکِ کل ہو گیا -'' جب دل ذکر اللہ میں محو ہو کر یا اللہ، یا اللہ پکارنے لگتا ہے تو زبان بالکل خاموش ہو جاتی ہے اور عارف مراقبہ میں غرق ہو کر ایک ہی دم میں حضورِ حق سے الہاماتِ ذکر مذکور پانے لگتا ہے۔ جو شخص ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ہم کلام رہتا ہے اُس کے لب بند ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتا، اب وہ ایک خاموش عارف ہوتا ہے۔ خاموشی میں ستر ہزار حکمتیں ہیں اور ہر حکمت میں مزید ستر ہزار حکمتیں پائی جاتی ہیں اور حکمت معرفتِ '' اِلَّا اللّٰہُ '' اور حکمِ اِلٰہی کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا فرمان ہے :- ''جاہلوں کے سامنے حکمت کی باتیں مت کیا کرو۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:- ''جس نے رب کو پہچان لیا بے شک اُس کی زبان گونگی ہو

گئی۔ ''بعض مردہ دل لوگ بھی خاموشی اختیار کرتے ہیں لیکن اُن کی خاموشی محض مکروفریب اور تقلید ہوتی ہے اور بعض لوگ معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' میں غرق ہو کر خاموشی اختیار کرتے ہیں اور اُن کی خاموشی سراسر توحید ہوتی ہے۔ توحید و تقلید کو گفتگو سے، عقل وخرد سے، باریک بینی سے اور تاثیرِ صحبت سے پہچانا جا سکتا ہے۔ جان لے کہ بعض عارف دنیوی لحاظ سے بالکل مفلس و نادار ہوتے ہیں لیکن دینی اعتبار سے نہایت غنی ہوتے ہیں اور ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں، بظاہر وہ مفلس و گدا اور خلقِ خدا میں مشغول ہوتے ہیں لیکن بباطن مقربِ خدا ہوتے ہیں۔ جس طرح دودھ سے دہی بنتی ہے اور دہی کو جب بلویا جاتا ہے تو اس میں سے مکھن نکل آتا ہے، اب اگر مکھن کو دوبارہ دہی یا دودھ میں ملایا جائے تو ہرگز نہیں ملتا، اِسی طرح اہلِ محبت اہل اللہ جب ایک بار دنیا سے علیحدہ ہو جاتے ہیں تو دوبارہ دنیا سے اختلاط نہیں رکھتے۔ اِس نکتے کو وہی سمجھے گا جس میں سوجھ بوجھ ہوگی۔ جان لے کہ صاحبِ مراقبہ ہمیشہ حضوری میں رہتا ہے۔ مراقبہ کسے کہتے ہیں؟ مراقبہ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر ہدایتِ الٰہی کے مراتب تک پہنچنے کا ایک نہایت ہی عظیم و قدیم باطنی عمل ہے اور یہ عمل تصورِ اسمِ اللہ ذات کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔ مراقبہ ایک خاص الخاص عمل ہے جس کی بنیاد وصالِ الٰہی پر ہے۔ صحیح مراقبہ وہ ہے کہ جس میں صاحبِ مراقبہ اسمِ اللہ ذات کے ذکر فکر اور تسبیح کے ذریعے باطن میں معرفتِ الٰہی سے بہرہ ور ہو کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ جہاں وہ تمام انبیاؑ و اولیا اللہ سے مجلس و ملاقات کرتا ہے۔ مراقبہ میں جسے یہ دو گواہ میسر نہ آ سکیں اُس کا مراقبہ غلط ہے اور اُسے مراقبہ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ مراقبہ ایک نگہبان و محافظ راہنما ہے جو طالب اللہ کو نفس و شیطان اور خطراتِ دنیا کی پریشانیوں

سے بچاتا ہوا ہر منزل و مقام سے بحفاظت گزار کر معرفت ِ "اِلَّا اللّٰہُ" کے اِستغراق اور مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے - ایسا صاحب مراقبہ جب چاہتا ہے طریق تحقیق سے حضوری میں پہنچ جاتا ہے- جب ایسے عارف باللہ کا مراقبہ مکمل ہو کر خیر و عافیت سے ختم ہو جاتا ہے تو اُس کا باطن بھی معمور و آباد ہو جاتا ہے- اُسے ایسا مراقبہ مبارک ہو- جان لے کہ تین چیزیں ہرگز پوشیدہ نہیں رہ سکتیں چاہے اُنہیں ہزاروں پردوں ہی میں کیوں نہ چھپا کر رکھا جائے- ایک آفتاب، دوسرے مشک و عطر جیسا خوشبودار دین محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" اور تیسرے معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" اور عارف باللہ- جان لے کہ جو شخص خواب یا مراقبہ کے دوران بہشت میں داخل ہو کر بہشتی کھانا کھا لیتا ہے اور بہشتی نہر کا پانی پی لیتا ہے اور حور و قصور کا نظارہ کر لیتا ہے تو پھر اُسے زندگی بھر کھانے پینے کی حاجت نہیں رہتی کہ اُس کے وجود سے بھوک و پیاس ہمیشہ کے لئے مٹ جاتی ہے، زندگی بھر اُسے نیند نہیں آتی خواہ بظاہر وہ سوتا ہوا ہی نظر کیوں نہ آئے اور ایک ہی وضو میں وہ ساری عمر گزار دیتا ہے اور اُس کے وجود میں اِس قدر قوت و توفیقِ الٰہی پیدا ہو جاتی ہے کہ رات ہو یا دن کسی وقت بھی اُس کا سر سجدے سے فارغ نہیں ہوتا اور وہ روز بروز فربہ ہوتا چلا جاتا ہے- بظاہر وہ جو کچھ بھی کھاتا پیتا ہے محض لوگوں کی ملامت سے بچنے اور خود کو لوگوں کی نظر سے پوشیدہ رکھنے کے لئے کھاتا پیتا ہے- اُس کے لئے موسمِ سرما اور گرما برابر ہوتے ہیں، نہ اُسے سردی بھاتی ہے اور نہ ہی گرمی- لیکن یہ مرتبہ بھی ایک خام و کمتر درویش کا مرتبہ ہے- فقیر کو اِس مرتبے سے شرم و حیا آتی ہے کہ فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے یہ مرتبہ بہت دُور ہے اِس لئے کہ اِس کا تعلق نفس و ہوا سے ہے- اِنتہائی مرتبہ یہ ہے کہ خواب و مراقبہ میں دیدارِ الٰہی نصیب ہو

جائے جس کی مثال نہیں دی جا سکتی- ایسے خواب و مراقبہ میں صاحبِ مراقبہ کے وجود میں تصورِ اسمِ اللہ ذات، معرفتِ توحید اور طلب و محبت سے جذب و جلالیت کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے جس سے وہ اپنے نفس کو قہر و غضب میں گرفتار کر کے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا ہے، ہر وقت لباسِ شریعت میں ملبوس رہتے ہوئے اِتباعِ شریعت میں کوشاں رہتا ہے اور کہتا رہتا ہے:- ''اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر مت کرو بلکہ اُس کی نعمتوں میں غور و فکر کرو-'' اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی توحید اور معرفت ہے- وہ اللہ تعالیٰ کے جسم و جوہر اور صورت بے مثل و بے مثال کے متعلق نہیں سوچتا بلکہ ہمیشہ اپنے وجود کے تنور میں ذکر اللہ کی آگ سے اعضائے جسم کے ایندھن کو اس طرح جلائے رکھتا ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑیوں کو جلاتی ہے، اگر وہ جلالیت کی نظر سے اُس آگ کا ایک ہی ذرہ زمین و آسمان کی طرف اُچھال دے تو زمین و آسمان جل کر بھسم ہو جائیں- آفرین ہے اُس کے حوصلے پر کہ وہ اِس طرح جلتا رہتا ہے مگر دم نہیں مارتا اور قیامت تک اُس آگ سے فارغ نہیں ہوتا- اِس ریاضت سے سخت تر ریاضت اور کوئی نہیں- اِس مرتبے پر پہنچ کر بعض لوگ کافر و مشرک ہو بیٹھتے ہیں، بعض دیوانے ہو جاتے ہیں، بعض مجنوں اور بعض مجذوب ہو جاتے ہیں، لیکن جو طالب اِس آگ کو برداشت کر لیتا ہے اور شریعت میں ہوشیار اور باخبر رہتا ہے وہ خلقِ خدا کو ستاتا نہیں- ہزاراں ہزار مجذوب اِس آگ میں جل مرے اور ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک ہی معرفتِ الٰہی کے آبِ رحمت سے اِس آگ کو سرد کر کے مرتبۂ محبوبیت پر پہنچ سکا ہے- میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے- اللہ بس ماسوی اللہ ہوس - یاد رہے کہ طبقاتِ زمین و آسمان بغیر کسی ستون کے محض اِسمِ اللہ ذات کے ادب سے قائم ہیں اور قیامت تک اِسمِ اللہ ذات کی طرف متوجہ رہیں گے- اور زمین و آسمان کی

ہر چیز اسمِ اللہ ذات کی تسبیح میں مشغول ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس بارِ امانت کو اُٹھانے سے عاجزی ظاہر کردی لیکن انسان نے اُس بارِ امانت کو اُٹھالیا، بے شک وہ اپنے نفس کے لئے ظالم و جاہل ثابت ہوا۔''

بیت:۔ ''اِسمِ اللہ ذات نہایت ہی بھاری و عظیم اَمانت ہے، اِس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔''

پس خواب و مراقبہ کی کیفیت تقریباً ایک جیسی ہی ہوتی ہے بلکہ مراقبہ خواب سے زیادہ گہرا ہوتا ہے کہ اہلِ خواب تو شور و غوغا سے جاگ جاتا ہے مگر اہلِ مراقبہ جب نورِ حضور وحدانیتِ ذات میں غرق ہوتا ہے تو خواہ اُس کا سر ہی تن سے جدا کر دیا جائے، اُسے خبر نہیں ہوتی۔ پس معلوم ہوا کہ مراقبہ موت کی طرح ہے جو طالب کو حضوری میں پہنچا دیتا ہے جہاں وہ پورے شعور کے ساتھ جوابِ باصواب پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مراقبہ و معرفت کے مراتب صرف عارفوں ہی کو عطا فرماتا ہے اور اُنہی کو ہی '' رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ '' (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) کے مراتب کی سرفرازی بخشتا ہے۔ اُن سے راضی ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ''اپنے رب کی طرف اِس حالت میں واپس آؤ کہ تم اُس سے راضی ہو اور وہ تم سے راضی ہو اور میرے خاص بندوں میں شامل ہو کر میری جنتِ قرب میں آ جاؤ۔'' مراقبہ محرمِ اسرارِ الٰہیہ ہے۔ صاحبِ مراقبہ کی بیداری نیند ہوتی ہے اور وہ نیند میں بھی بیدار و ہوشیار رہتا ہے اور مشاہدۂ الٰہی کے سوا کسی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا بلکہ غیر ماسویٰ اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے استغفار کرتا ہے۔ مراقبہ دراصل محبت و معرفت

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مجلس و ملاقات کا مرتبہ ہے جو صرف اہل محبت محققین کو ہی نصیب ہوتا ہے۔ مردہ دل مردُود تو اِس مرتبہ سے محروم ہی رہتے ہیں۔ مراقبہ مومنین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کی دائمی حضوری بخشتا ہے اور مومنین کے لیے مراقبہ ایسے ہی معراج ہے جیسا کہ نماز معراج ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے:۔ ''نماز مومنین کے لئے معراج ہے۔'' اور مزید فرمایا گیا ہے:۔ ''حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔'' مراقبہ و معرفت عارف باللہ کے دو بال و پَر ہیں اس لئے اُس کی نظر ہمیشہ معرفتِ الٰہی پر لگی رہتی ہے۔''

بیت:۔ ''عارفوں کی نظر ہمیشہ معرفتِ الٰہی پر رہتی ہے اس لئے وہ دنیا کے مال وعز و جاہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

مرتبۂ دنیا ذلت کا مرتبہ ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اس ذلیل مرتبے پر پہنچا دیتا ہے اور مرتبۂ فقر عزت و شرف کا مرتبہ ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اس معزز مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ خواب و مراقبہ چھ طرح کا ہوتا ہے، بعض کا خواب و مراقبہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کے زیر اثر ہوتا ہے، یہ خواب و مراقبہ معرفتِ رحمانی ہے (یعنی اِس سے معرفتِ رحمٰن نصیب ہوتی ہے) ،بعض کا خواب و مراقبہ تلاوتِ قرآن اور اور اوا سمائے سبحان کے زیر اثر ہوتا ہے، یہ خواب و مراقبہ روحانی ہے جس میں تمام انبیاؑ و اولیا کی ارواح سے مجلس و ملاقات نصیب ہوتی ہے، بعض کا خواب و مراقبہ سرود و شراب نوشی اور بدعت و گمراہی کے زیر اثر ہوتا ہے، یہ خواب و مراقبہ شیطانی ہے، بعض کا خواب و مراقبہ حرص و حسد، غیبت و عجب اور کبر و ریا کے زیر اثر ہوتا ہے، یہ خواب و مراقبہ نفسانی ہے اور بعض کا خواب و مراقبہ فرشتوں یا جنوں یا موکلات کے زیر اثر ہوتا ہے جس سے مختلف احوال معلوم ہوتے ہیں، یہ خواب و مراقبہ نادانی ہے۔ درحقیقت خواب و مراقبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ بعض لوگوں کا خواب و مراقبہ محض خام

خیالی ہوتا ہے، یہ مردہ دل ناسوتی لوگوں کا خواب و مراقبہ ہے جس میں وہ مختلف حیوانات مثلاً درندے پرندے، مور و سانپ، گائے گدھے اور اُونٹ وغیرہ دیکھتے ہیں، سو معلوم ہوا کہ اُن کے دل حُبِ دنیا کی ظلمت سے آلودہ ہیں اس لئے معرفتِ ذاتِ الٰہی سے محروم ہیں۔ دوسرے یہ کہ بعض کا خواب و مراقبہ معرفت و وصالِ الٰہی کا خواب و مراقبہ ہوتا ہے، یہ اہل ذکر فکر صاحبِ تلاوت، صاحبِ وظائف، صاحبِ صوم و صلوٰۃ اور صاحبِ ذات غرق فنافی اللہ بقا باللہ حضرات کا خواب و مراقبہ ہے۔ بعض حضرات خواب و مراقبہ میں جنت کے باغ و انہار اور حور و قصور دیکھتے ہیں، خواب میں نماز پڑھتے ہیں اور حرمِ کعبہ و حرمِ مدینہ کی زیارت کرتے ہیں، یہ اہلِ تقویٰ و اہلِ جنت علمائے عامل کا خواب و مراقبہ ہے۔ بعض لوگ خواب و مراقبہ میں آبِ دریا میں تیرتے ہیں، پھر دریا سے نکل کر طیر سیر کرنے لگتے ہیں اور ذکرِ کلمہ طیب " لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ " میں محو ہو کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دائمی حضوری اختیار کر لیتے ہیں اور دریائے معرفتِ نورِ توحید میں غوطہ زن رہتے ہیں، یہ عارفانِ باللہ فقرائے کامل کا خواب و مراقبہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خواب کا دار و مدار تعبیر پر ہے اور مراقبہ سراسر روشن ضمیری ہے۔ عارفوں کو تو خواب و مراقبہ کی حاجت ہی نہیں ہوتی کہ اُنہیں تو دم بدم بارگاہِ حق سے ہزار ہا الہامات اور بارگاہِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے ہزار ہا پیغامات اور قربِ حضور سے جوابات باصواب آتے رہتے ہیں۔ باطن صفا آدمی کو مراقبہ و خواب و استخارہ کی ضرورت ہی کیا ہے کہ جب نفس امارہ کو مار دیا جائے تو دونوں جہان نظر کے سامنے رہتے ہیں لہٰذا عارفانِ باللہ کے مدِ نظر ہر وقت "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" رہتا ہے اور وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں، قربِ حضور کا یہ مرتبہ اُنہیں اسمِ اللہ ذات کی برکت و حرمت سے نصیب ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ خواب و

مراقبہ کے پانچ مراتب اور پانچ مقامات اور بھی ہیں۔ بعض حضرات ان سب کے عامل و کامل ہوتے ہیں اور بعض ان سب سے بے خبر اور ناقص و خام ہوتے ہیں۔ مقامِ ازل میں صاحبِ رجا خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھتا ہے مقامِ روحانیت سے ذکرِ روح کی برکت سے دیکھتا ہے۔ مقامِ ابد میں صاحبِ خوف خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ مقامِ ابد سے ریاضت و ردو وظائف اور کثرتِ نوافل کی برکت سے دیکھتا ہے۔ مقامِ دنیا ناسوت سے مردہ دل اہلِ دنیا خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ مقامِ دنیا سے شامتِ نفس کی بدولت دیکھتا ہے۔ صاحبِ مقامِ عقبیٰ خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ مقامِ عقبیٰ سے ذکرِ قلب کی برکت سے دیکھتا ہے اور صاحبِ مراتبِ معرفتِ مولیٰ خواب و مراقبہ میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ مقامِ توحید لامکان سِرّ اسرار سبحان معرفت قربِ حضور و عنایت و ہدایت و جمعیت سے جامع العلوم ذکرِ سِرّی حیّ قیوم کی برکت سے دیکھتا ہے۔ پس عارف باللہ اُسے کہتے ہیں جو ان پانچ مقامات کے جملہ مطالب کو حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے کھول کر دکھا دے اور ایک ہی دم میں ایک ہی قدم پر بلا رنج و ریاضت طالب اللہ کو عطا کر دے۔ اس شان کا مرشد ہی مرشدِ کامل ہوتا ہے۔ اس سے کم درجے کا مرشد ناقص و خام ہے، طالبِ مولیٰ پر ایسے ناقص و خام مرشد سے دست بیعت کرنا اور اس سے تلقین لینا حرام ہے۔

ابیات:- (۱) ''کسی مردِ کامل کا ہاتھ پکڑ لے تاکہ تُو بھی مرد بن جائے کہ مردِ کامل کے علاوہ اور کوئی راہبری نہیں کر سکتا۔'' (۲) ''مرشد اگر کوئی مردِ کامل ہو تو طالب کو ہر مقام پر پہنچا دیتا ہے ورنہ نامرد مرشد ناقص تو خود طالبِ زر ہوتا ہے۔''

اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے۔''

بیت:- ''اگر تُو خوشگوار زندگی گزارنا چاہتا ہے تو نفس کی گردن مار دے، یا تُو

رضائے یار کے تابع ہو جا یا اپنی مرضی پہ چل۔ ‘‘

جان لے کہ نفس کے تین سو ساٹھ سر ہیں اور ہر سر میں تین سو ساٹھ خواہشات ہیں اور ہر خواہش میں اَنا کی ستر ہزار قسم کی مستی اور نشہ پایا جاتا ہے جو شراب کے نشے سے کہیں زیادہ تیز ہے، یہی وجہ ہے کہ نفس معرفت و رضائے حق سے محروم رہتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر تُو تمام شیاطین کو جمع کرلے تو تمام شیاطین نفس کی تعلیم دیوانگی سے دیوانے ہو جائیں کیونکہ ہر شیطان کو اسی نفس ہی نے گھر رکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر ایک دن کی ریاضت سے نفس کا ایک سر کٹے تو نفس کے تین سو ساٹھ سر کاٹنے کے لئے تین سو ساٹھ روز ریاضت کرنی پڑتی ہے جو پورا ایک سال بنتا ہے، تب کہیں جا کر نفس مرتا ہے اور تب طالب لائق ارشاد بنتا ہے اور باادب ہو کر ابتدائے معرفت کو پہنچتا ہے لیکن مردِ غازی عارف باللہ مرشد وہ ہے جو تیغِ تصورِ اسمِ اللہ ذات سے ایک ہی وار میں نفس کے تمام سر اُڑا دے تاکہ ہر روز کے جھگڑے سے نجات مل جائے۔

بیت:۔ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی تلوار سے نفس کی گردن اُڑا دے کہ جب یہ ایک دفعہ مر جائے تو پھر زندہ نہیں ہوتا۔ ‘‘

علمائے عامل و فقیر کامل اور عقلمند و زیرک آدمی وہ ہے جو اپنے نفس کے شریر و سرکش گھوڑے کو عین العیان کی لگام ڈال کر میدانِ تعلیم میں سدھائے اور ہمت کے بلے سے کامیابی کی گیند لے اُڑے یا پھر نفس کے بچے کو سکولِ معرفت میں داخل کروا کے ایسی تعلیم دے کہ مرتے دم تک حق تعالیٰ سے روگردانی نہ کر سکے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تمام بلاؤں سے بدتر بلا اور تمام دشمنوں سے بدترین دشمنِ جان و دشمنِ ایمان آدمی کا اپنا نفس ہے جو پوشیدہ ہے، اِس غیبی دشمن کو راہِ غیب سے گھیرنا چاہیے۔ عارف باللہ مرشدِ کامل کی رفاقت

کے بغیر محض ریاضتِ ظاہری سے نفس ہرگز نہیں مرتا۔ نفس کو پہچان لینا تو آسان کام ہے لیکن توفیق حق سے اُسے رفیق شفیق بنا لینا بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ جب نفس کو توفیق حق نصیب ہوتی ہے تو وہ رفیق حق بن جاتا ہے اور جونہی نفس رفیق حق بنتا ہے وہ قلب بن جاتا ہے اور پھر قلب روح بن جاتا ہے اور روح سِرّ بن جاتی ہے۔ پس حقیقت ایک ہی ہے۔ صاحبِ وصل عارف باللہ مرشد طالب اللہ کو چار چیزیں پہلے ہی روز عطا کر دیتا ہے، (۱) قلبِ صفا کے ساتھ ذکر اللہ، (۲) معرفتِ قربِ خدا، (۳) دعوتِ منتہی اور (۴) مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری لیکن اس پر بھی غرور نہیں کرنا چاہیے کہ مرتبۂ قرب و وصالِ حضور اس سے بہت آگے ہے۔ بعض طالب خام خیالی کا شکار ہو جاتے ہیں اور اُنہیں وارداتِ وہمات اور خیالات و خطرات گھیر لیتے ہیں۔ یہ سب محض مبتدی طالب کے ذکر فکر کی پیداوار ہے ورنہ مشاہداتِ تجلیات اور جمیعت کا حصول تو صرف تصورِ اسمِ اللہ ذات ہی سے ہوتا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اُن لوگوں پر جو ہوتے تو اہل زوال ہیں لیکن خود کو سمجھتے اہلِ وصال ہیں۔ معرفت نہ تو ذکر فکر میں ہے اور نہ ہی حضور مذکور میں ہے بلکہ معرفت تو محض حرفِ غرق ہے جو حضوری سے بہت آگے کا معاملہ ہے کہ حضوری تو پھر بھی جدائی ہے جبکہ غرق ''فنا فی النورِ توحید'' کا مرتبہ ہے۔

ابیات:۔ (۱) ''مقامِ غرق کو صرف اہل غرق ہی جانتے پہچانتے ہیں۔ یہ وہ مقام ہے کہ یہاں جو بھی پہنچتا ہے وہ باقی ہر چیز سے جدا و بے نیاز ہو جاتا ہے۔'' (۲) ''حق سے دُوری اور قربِ خلق کے ہوتے ہوئے مشاہدہ جمال کہاں ہو سکتا ہے؟ جمالِ حق دیکھنے کے لیے تو غرقِ حال ہونا لازمی ہے۔''

جو شخص اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر

قائم ہو کر بدعت سے بیزار رہتا ہے۔ پس مرد وہ ہے جو میدانِ معرفت کا پہلوان بن کر مردانِ حق کے ساتھ کشتی لڑتا ہے۔ یاد رکھ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس چار قسم کے لشکر تھے اور جس کے پاس یہ چار لشکر نہ ہوں وہ دنیا کے ساتوں براعظموں پر حکمرانی نہیں کرسکتا۔ اُن میں سے دو لشکر ظاہر کے تھے اور دو باطن کے تھے۔ ظاہری لشکروں میں سے ایک تو نہایت ہی جری اور شجاع صحابہ کرام کا لشکر تھا اور دوسرا اخلاقِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا لشکر تھا اور باطنی لشکروں میں سے ایک لشکر تو انبیا اور شہدا کی ارواح کا تھا اور دوسرا لشکر فقرائے باطن صفا کی ارواح کا تھا۔ ظاہر و باطن کے یہ چاروں لشکر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حکم و اجازت سے ہر وقت اہل اللہ حکمرانوں کی مدد کے لیے تیار رہتے ہیں اس لیے روئے زمین کی تمام رونق اہل اللہ درویشوں کی برکت سے قائم رہتی ہے۔ جو بھی اُن سے روگردانی کرتا ہے وہ دونوں جہان میں پریشان رہتا ہے۔ ہاں مگر شرط یہ ہے کہ درویش ہو، دریچش [1] نہ ہو کیونکہ درویش تو وحدانیتِ الٰہی میں غرق معمائے اسم و مسمّٰی کی کتاب ہوتا ہے یا یوں سمجھیے کہ درویش کتاب عکس و معکوس ہوتا ہے یا کتاب طلسماتِ اسمِ اللہ ذات ہوتا ہے، اِس معمے کو کوئی صاحبِ معما ہی حل کرسکتا ہے کہ کسی عامل کامل کے بغیر پارے کو نہ تو کشتہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کھایا جاسکتا ہے اور نہ ہی کسی بیدار مغز انسانِ کامل کے بغیر کوئی دعوت جاری کی جاسکتی ہے کہ وہی تو معرفت و دیدارِ الٰہی کے لائق ہوتا ہے۔

ابیات :-(۱) ''نہ ہر سر تاج شاہی کے لائق ہوتا ہے اور نہ ہر دل کو گنجِ الٰہی کہا جاسکتا ہے۔'' (۲) ''علمِ باطن مکھن ہے اور علمِ ظاہر دودھ ہے، دودھ کے بغیر مکھن کہاں

[1] :- دریچش = طلبِ دنیا میں سرگردان دربدر پھرنے والا نقلی درویش۔

سے آئے گا اور عطائے پیر کے بغیر بزرگی کہاں سے آئے گی؟''

حق سے دوستی رکھ اور ہمیشہ معیتِ حق میں زندگی گزار۔

بیت:۔ ''مجھے اپنے پیرِ طریقت کی یہ نصیحت اچھی طرح یاد ہے کہ ذکرِ الٰہی کے سوا ہر چیز برباد ہونے والی ہے۔

اے طالبِ حق! بے عیب راستی اختیار کر اور غلط و غلاظت کو ترک کر دے۔ بعض لوگوں کا باطن غلط لیکن ظاہر صحیح ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت ورد وظائف، تسبیح اور تلاوتِ قرآن میں محو رہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا ظاہر غلط ہوتا ہے کہ بظاہر وہ اعمالِ عجب و ریا میں مبتلا نظر آتے ہیں اور فرمایا گیا ہے کہ ریا کفر سے بدتر گناہ ہے، لیکن اُن کا باطن صحیح ہوتا ہے کہ وہ معرفتِ ''اِلَّا اللّٰہُ'' اور مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری میں غرق ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ظاہر باطن میں صحیح ہوتے ہیں اور بعض ظاہر باطن میں غلط ہوتے ہیں۔ ظاہر باطن میں صحیح لوگ وہ ہیں جو اہلِ مراقبہ اور صاحبِ استغراق ہیں کہ وہ بارہ قسم کی ''غ'' سے پاک ہوتے ہیں، یعنی (۱) غین غلط (۲) غین غل (۳) غین غش (۴) غین غلیظ (۵) غین غیبت (۶) غین غرہ (۷) غین غضب (۸) غین غصہ (۹) غین غیر (۱۰) غین غلاظت (۱۱) غین غفلت اور (۱۲) غین غلبۂ نفس امارہ۔ صاحبِ غرق کے وجود سے یہ بارہ غین نکل جاتے ہیں اور اُسے عین ۱؎ سے عین ۲؎ حاصل ہو جاتی ہے اور عین ۳؎ عین ۴؎ سے واصل ہو جاتا ہے اور وہ ''وَرَضُوْا عَنْهُ اور یُحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗ'' ۵؎ کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ اس

۱؎:۔ عین = حضورِ حق۔ ۲؎:۔ عین = چشمِ حق بین۔ ۳؎:۔ عین = طالبِ حق۔
۴؎:۔ عین = ذاتِ حق۔ ۵؎:۔ ترجمہ = اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

مقام پر صاحبِ غرق جب اپنے وجود کے اندر دریائے وحدت میں غوطہ زن ہوتا ہے تو ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر اُسے صورِ اسرافیل کی آواز سنائی دیتی ہے اور قیامت قائم ہو جاتی ہے، اُسے اِس قدر قوت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مقام پر مقام طے کرتا ہوا ازل سے ابد تک کے تمام مقامات طے کر جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ فرائض و واجب و سنت و مستحب کی ادائیگی کے وقت پل بھر میں اِستغراقِ مراقبہ سے باہر آ جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے :۔ ''اور اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی جاؤ۔'' جب وہ اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے تو اُس کا نفس مطمئنہ بن کر قلب کی صورت اختیار کر لیتا ہے، قلب روحِ مقدس بن جاتا ہے اور روح امرِ ربی ہے، روح سِرّ میں ڈھل جاتی ہے اور اُس کے مغز و پوست اور رگ و جان میں اللہ ہی اللہ سما جاتا ہے۔ اِس حالت میں بندہ نہ تو خدا ہوتا ہے اور نہ ہی خدا سے جدا ہوتا ہے۔ بروزِ حشر جب چار قسم کے لوگ بارگاہِ حق میں معذوری پیش کریں گے تو اُن پر حجت کے لئے چار حضرات کو پیش کیا جائے گا، درویشوں پر حجت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، مالداروں پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو، بیماروں پر حضرت ایوب علیہ السلام کو اور غلاموں پر حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش کیا جائے گا۔

فقر اور فقرا کے متعلق چالیس احادیثِ صحیحہ

شیخ ابو سعید احمد بن حسین طوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے فقرائے صوفیا کی فضیلت کے بارے میں چالیس احادیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) صحیح اسناد کے ساتھ جمع کی ہیں تاکہ یاد کرنے والوں کو سہولت و آسانی رہے۔

حدیث نمبر ا:۔ ''اِس کے راوی ابو سعید عبد اللہ بن محمد بن احمد الفقری ہیں، وہ

فرماتے ہیں کہ مَیں نے یہ حدیث شیخ ابوبکر احمد بن عبداللہ الصیر ی سے سُنی ہے، اُنہوں نے ابوسلم بن علی الرازی سے، اُنہوں نے ابن نصیر محمد بن سعید بن یوسف بن یعقوب ثقفی سے، اُنہوں نے عبدالمومن خلف بن سعید سے، اُنہوں نے محی الدین المنقاد سے، اُنہوں نے وہب بن جعفر بن عمر سے، اُنہوں نے جبان بن مروان الجمعی سے، اُنہوں نے حارث بن نعمان سے، اُنہوں نے سعید بن جبیر سے اور اُنہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا:-
''اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! اگر میرے بندے مجھ سے بہشت کا سوال کریں کہ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں تو بے شک مَیں اُنہیں بہشت عطا کردوں گا، اگر وہ مجھ سے دنیا طلب کریں تو اگرچہ دنیا کا عطا کرنا میرے لئے بہشت عطا کرنے سے زیادہ آسان ہے تاہم میری مرضی یہ ہے کہ وہ آخرت کے طلبگار بنیں کیونکہ دنیا کی نسبت آخرت اُن کے لیے بہتر چیز ہے۔ نیز آخرت میرے خاص عطیات میں سے ہے۔ مَیں لوگوں پر رحم کر کے اُن کو دنیا سے اِس طرح بچاتا ہوں جیسے چرواہا اپنی بھیڑ بکریوں پر رحم کر کے اُنہیں ہر بری اور موذی چیز سے بچاتا ہے۔ اور فقرا ُ مجھے امیروں سے زیادہ پسند ہیں کہ امیروں نے میرا روحانی دسترخوان ضائع کردیا ہے۔ میری خاص رحمت سے یہ لوگ محروم ہیں لیکن مَیں نے ان امیروں کے مال میں فقرا ُ کا حصہ مقرر کردیا ہے اور دیکھتا رہتا ہوں کہ جو حصہ اُن کے مال میں سے مَیں نے فقرا ُ کے لئے مقرر کیا ہے آیا وہ اُن کو دیتے بھی ہیں یا نہیں؟ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر یہ لوگ فقرا ُ کا حصہ ادا کردیا کریں تو مَیں اُنہیں انعامات عطا کروں گا اور دنیا میں اُن کو ایک کے بدلے دس عطا کروں گا۔ اے موسیٰ (علیہ السلام)! اگر امیر لوگ فقرا ُ کو، خوشحال لوگ خستہ حال لوگوں کو

اور تندرست لوگ بیماروں اور مصیبت زدہ لوگوں کو نہ بھولیں گے تو میں اُنہیں کامل نعمتوں سے نوازدوں گا اور اُنہیں ایک کے بدلے دس عطا کروں گا۔ اے موسیٰ ! مصیبت میں لوگوں کا ساتھی اور تنہائی میں لوگوں کا غم خوار بن جا اور شب و روز بھوکوں کو کھانا کھلایا کر۔''

حدیث نمبر۲:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''ہر ایک چیز کی ایک کنجی ہوتی ہے اور جنت کی کنجی فقراُ و مساکین کی محبت ہے، اُن کے پاس بیٹھا کرو کیونکہ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم مجلس ہوں گے۔''

حدیث نمبر۳:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:۔ ''اے ابوذر! فقراُ کی شان یہ ہے کہ اُن کا ہنسنا عبادت ہے اور ان کا مزاح تسبیح ہے اُن کی نیند صدقہ ہے، اللہ تعالیٰ فقراُ کی طرف روزانہ تین سو مرتبہ نگاہِ رحمت سے دیکھتا ہے۔ جو شخص کسی فقیر کے پاس ستر قدم چل کر جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ہر قدم کے بدلے ستر مقبول حج لکھ دیتا ہے۔ جو شخص تنگی کے وقت فقراُ کو کھانا کھلاتا ہے، قیامت کے دن اُس کو دولتِ نور سے نوازا جائے گا۔''

حدیث نمبر۴:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''جب قیامت برپا ہوگی تو اللہ تعالیٰ فقراُ و مساکین کو جمع کر کے فرمائے گا کہ اُن لوگوں کو تلاش کر کے اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ کہ جنہوں نے دنیا میں تمہیں کھانا کھلایا یا پانی پلایا یا لباس پہنایا یا کسی تکلیف میں تمہارے کام آیا۔''

حدیث نمبر۵:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''اپنی دولت کے فنا ہو جانے سے پہلے فقراُ کی دستگیری کرو۔''

حدیث نمبر۶:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ '' فقراُ و مساکین

سے محبت اخلاقِ انبیاً میں سے ہے، اُن کی صحبت اختیار کرنا اخلاقِ متقین میں سے ہے اور اُن سے دوری اختیار کرنا اخلاقِ منافقین میں سے ہے۔''

حدیث نمبر ۷ :۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:۔ ''اے بلال! فقیرانہ زندگی اختیار کرنا اور امیرانہ زندگی سے پرہیز کرنا۔'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کی :۔'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وآلِک وسلم ! کیا میرے ساتھ رہنے والا بھی ایسا ہی کرے؟ فرمایا! ہاں وہ بھی ایسا ہی کرے ورنہ دوزخ میں جائے گا ۔''

حدیث نمبر ۸ :۔ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آیتِ مبارکہ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:۔ ''بارگاہِ الٰہی کا وسیلہ فقراُ کی محبت ہے۔''

حدیث نمبر ۹ :۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :۔ ''میری اُمت کے فقراُ مالدار لوگوں سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ آدھا دن یہاں کے پانچ سو سال کے برابر ہوگا ۔''

حدیث نمبر ۱۰ :۔ '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :۔ ''ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جنگل سے ہوا جہاں اُنہوں نے ایک شخص کو بت پرستی کرتے دیکھا۔ اُنہوں نے بت کو توڑ دیا اور بت پرست سے فرمایا، اے اللہ کے بندے! اُٹھ اور اس اللہ کی عبادت کر جو تیرے اِس معبود (بت) سے افضل و بہتر ہے۔ بت پرست نے پوچھا کہ اللہ میں کیا خصوصیت ہے؟ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو دنیا اور اِس میں موجود ہر چیز کا پروردگار ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ بات اُس

کی سمجھ میں آ گئی۔''

حدیث نمبر ۱۱:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :- ''فقراُ کی خدمت کیا کرو کہ بارگاہِ الٰہی سے اُنہیں ایک خاص دولت عطا کی گئی ہے۔''

حدیث نمبر ۱۲ :- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :- ''اے طالبِ دنیا! نیکی اختیار کر کہ ترکِ نیکی گناہ ہے۔''

حدیث نمبر ۱۳:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہم مجلس ہونا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ صوفیا کی مجلس میں بیٹھا کرے۔''

حدیث نمبر ۱۴:- ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''اے عائشہ! دنیا میں فقراُ و مساکین کی صحبت میں بیٹھا کرو تا کہ آخرت میں بھی تمہیں اُن کی رفاقت نصیب ہو کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی ہر دعا مقبول ہوتی ہے اور آخرت میں یہ لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں تمہاری ملاقات ان سے ہوگی۔''

حدیث نمبر ۱۵:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''بے شک اللہ کی رحمت پانچ قسم کے لوگوں پر ہوتی ہے، (۱) فرشتوں پر، (۲) مجاہدین پر، (۳) فقراُ پر، (۴) شہداُ پر اور (۵) تنہائی میں خوفِ خدا سے رونے والوں پر۔''

حدیث نمبر ۱۶:- '' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''تم اہلِ تصوف اور اہلِ کرامت درویشوں کے سامنے نخوت و غرور کا مظاہرہ نہ کیا کرو کہ یہ لوگ اخلاقِ انبیاُ کے مالک ہوتے ہیں اور ان کا لباس تقویٰ ہوتا ہے۔''

حدیث نمبر ۱۷:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''اہلِ تصوف کی

دعا کے مشتاق رہو کیونکہ یہ لوگ بھوک اور پیاس کی حالت میں صابر ہوتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی خاص نظر ان پر ہوتی ہے جس کی وجہ سے ان کی دعا مقبول ہوتی ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:- ''حضرت اسہل بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیک وآلک وسلم مجھے ایسا علم سکھائیں کہ جس پر عمل کر کے مَیں نجات پا جاؤں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ''اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، لوگوں سے محبت کے ساتھ پیش آؤ اور دنیا سے بیزار ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اہل دنیا سے بیزار ہو کر اہل اللہ سے محبت رکھو۔''

حدیث نمبر ۱۹:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- '' فقر لوگوں کی نگاہ میں تو معیوب و حقیر چیز ہے لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں بے حد گراں قدر چیز ہوگی۔''

حدیث نمبر ۲۰:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''حالتِ فقر میں صابر فقیر کی ادا کی ہوئی دو رکعات اللہ تعالیٰ کو حالتِ غنا میں غنی کی ادا کی ہوئی ستر رکعات سے زیادہ پسند ہیں اور شکر گزار غنی کی دو رکعات اللہ تعالیٰ کو دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔''

حدیث نمبر ۲۱:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''جو شخص کسی قوم سے مشابہت رکھے وہ اُسی میں سے ہوگا اور جو شخص جس چیز سے محبت رکھے گا قیامت کے دن اُسی کی معیت میں ہوگا۔''

حدیث نمبر ۲۲:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا:- ''مومن (اہل اللہ فقیر) کے خدمت گزار خادم کو قیامت کے دن صائم الدھر وقائم اللیل (دائم روزہ دار و شب بیدار) عابد و مجاہدین فی سبیل اللہ کہ جن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی، اور حاجیوں اور زاہدوں کے برابر اجر دیا جائے گا اور خادمِ اولیاؒ کو قیامت کے دن یہ خوش بختی حاصل ہوگی کہ قبیلہ ربیع و مضر کی بھیڑ بکریوں کی تعداد کے برابر گناہگاروں کے حق میں اُس کی شفاعت قبول کی جائے گی''، حضرت اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! اگر وہ گنہگار و بدکار ہو تو پھر بھی؟ آپ نے فرمایا کہ اے اَنسؓ! خادمِ اولیاؒ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہزار ریاضت کش عابدوں سے زیادہ افضل ہے اور اُسے مخدوم کا اجر ملے گا اور جن لوگوں کے برابر اُسے اجر ملے گا اُن کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔''

حدیث نمبر ۲۳:- ''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- ''تین چیزیں تمام اَشیاء سے افضل ہیں، (۱) علم، (۲) فقر اور (۳) زہد۔''

حدیث نمبر ۲۴:- ''ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! فقر کیا چیز ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:- '' فقر خزائنِ الٰہی میں سے ایک خزانہ ہے۔'' اُس نے پھر عرض کی کہ حضور! فقر کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا:- '' فقر کراماتِ الٰہی میں سے ایک کرامت ہے جسے اللہ تعالیٰ مرسل انبیاؑ و مخلص اولیاؒ کے سوا کسی اور کو عطا نہیں کرتا۔ ایسے باکرامت بندوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔''

حدیث نمبر ۲۵:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''فقراء کا کلام اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس نے اُن کے کلام کی اہانت کی اُس نے گویا کلامِ الٰہی کی اہانت

کی، اگر کوئی اُن سے عداوت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُنہیں اُس کی عداوت سے محفوظ رکھتا ہے۔''

حدیث نمبر ۲۶:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ '' فقرا ٔ کو اغنیا ٔ پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کے مجھے تمام خَلق پر حاصل ہے۔ فقیر وہ ہے جو بھوک و بیماری کے وقت بھی لوگوں سے واسطہ نہ رکھے۔''

حدیث نمبر ۲۷:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو زمین کی مٹی سے پیدا فرمایا لیکن انبیا اور فقرا ٔ کو جنت کی مٹی سے پیدا فرمایا۔ جو شخص صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بننا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ فقرا ٔ کی تکریم کرے۔''

حدیث نمبر ۲۸:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''اغنیا ٔ دنیا و آخرت میں فقرا ٔ کے محتاج ہیں، اگر فقرا ٔ نہ ہوتے تو اغنیا ہلاک ہو جاتے۔''

حدیث نمبر ۲۹:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :۔''اغنیا ٔ کے ساتھ فقرا ٔ کی حیثیت ایسے ہے جیسے کہ اندھے کے ہاتھ میں لاٹھی کی ۔''

حدیث نمبر ۳۰:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :۔ ''اس پر اللہ کی لعنت ہو جو اغنیا ٔ کی عزت و تکریم اُن کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہے اور اُس پر بھی اللہ کی لعنت ہو جو فقرا ٔ کی اہانت اُن کے فقر کی وجہ سے کرتا ہے۔ ایسے شخص کو آسمانوں میں اللہ اور اُس کے انبیا ٔ کے دشمن کے نام سے پکارا جاتا ہے، نہ تو اُس کی دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی اُس کی حاجتیں پوری کی جاتی ہیں۔''

حدیث نمبر ۳۱:۔ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:۔ ''فرشتے فقرا ٔ کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا مانگتے رہتے ہیں اور قیامت کے دن اُن کے لئے شفاعت

کریں گے اور جس کی شفاعت فرشتے کریں وہ کتنا خوش حال ہے؟''

حدیث نمبر۳۲:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- '' اللہ تعالیٰ ہر روز فقرا ُکی طرف پانچ سو مرتبہ رحمت کی نظر فرماتا ہے اور ہر نظر میں سات سات گناہ معاف فرماتا ہے۔''

حدیث نمبر۳۳:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- '' فقر دنیا میں حقیر چیز معلوم ہوتی ہے لیکن آخرت میں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔''

حدیث نمبر۳۴:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''جس نے کسی مومن فقیر کو ناحق ستایا اُس نے گویا خانہ کعبہ کو منہدم کیا اور ہزار مقرب فرشتوں کو قتل کیا۔''

حدیث نمبر۳۵:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''بارگاہِ الٰہی میں ایک مومن فقیر کی عزت ساتوں زمین و آسمان و پہاڑ اور اُن میں موجود ہر چیز اور مقرب فرشتوں سے بڑھ کر ہے۔''

حدیث نمبر۳۶:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے سات دروازے فقرا ُکے لئے ہیں اور ایک دروازہ اغنیا کے لئے ہے۔''

حدیث نمبر۳۷:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''میری اُمت کے علما ُو فقرا ُ پر اللہ تعالیٰ کی خاص نگاہِ عنایت ہے کیونکہ علما ُمیرے وارث اور فقرا ُ میرے محبوب ہیں۔''

حدیث نمبر۳۸:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا :- فقرا ُ سے محبت اغنیا ُ کے لئے دنیا و آخرت میں بمنزلہ چراغ ہے۔''

حدیث نمبر ۳۹:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔''

حدیث نمبر ۴۰:- ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''فقر میرا فخر ہے اور فقر ہی کی بدولت مجھے تمام انبیا پر افتخار حاصل ہے۔''

بیت:- ''جس فقر کے متعلق حضور الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ فقر میرا فخر ہے وہ سراسر فیضِ حق ہے جو طالبانِ حق کو ایک ہی نگاہ میں واصل بحق کر دیتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:- ''اے ابوذرؓ! اکیلے چلا کرو، اللہ تعالیٰ آسمانوں میں اکیلا ہے، تم زمین میں اکیلے رہو۔ اے ابوذرؓ! بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند کرتا ہے۔ اے ابوذر! کیا تجھے معلوم ہے کہ مَیں کس غم و فکر میں محو رہتا ہوں اور کس چیز کا مشتاق ہوں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مجھے اپنے غم و فکر سے آگاہ فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:- ''آہ! آہ! آہ! مجھے اپنے اُن بھائیوں سے ملاقات کا شوق ہے جو میرے بعد آئیں گے، وہ انبیا کی سی شان کے مالک ہیں اور بارگاہِ الٰہی میں اُن کا مرتبہ شہدا کا ہے، وہ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے والدین، بھائی بہنوں اور اولاد سے جدائی اختیار کریں گے، اپنے مال و اسباب سے دست بردار ہو جائیں گے، اپنے آپ کو تواضع و انکساری سے سنواریں گے، ہوائے نفس و حصولِ دنیا کی طرف راغب نہ ہوں گے، وہ محبتِ الٰہی میں غرق ہو کر مسجدوں میں جمع ہوں گے اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں گے، اُن کی ارواح منجانب اللہ ہوں گی، اُن کا علم اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو گا، اُن میں سے جب کوئی بیمار ہو گا تو اُس کی بیماری بارگاہِ الٰہی میں ہزار سالہ عبادت سے افضل ہو گی۔ اے ابوذرؓ!

اگر تم چاہو تو اُن کی شان میں مَیں کچھ اور بیان کروں؟ حضرت ابوذرؓ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی فوت ہوگا تو ایسا ہوگا گویا کہ آسمان والوں میں سے کوئی فوت ہوگیا ہے کیونکہ اُن کی عزت افزائی اللہ تعالیٰ پر لازم ہے۔ اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو مَیں اُن کی شان میں مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اگر کوئی جوں اُن کے کپڑوں میں گھس کر اُنہیں کاٹے گی تو اس تکلیف کے بدلے اللہ تعالیٰ اُنہیں ستر حج اور ستر عمرے کا ثواب عطا فرمائے گا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چالیس غلام آزاد کرنے کا اُنہیں ثواب ملے گا اور وہ غلام بھی اتنے قیمتی کہ اُن میں سے ہر ایک غلام کی قیمت بارہ ہزار دینار ہو۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کی شان مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی اہل محبت کا ذکر کرے گا تو اُس کی ہر سانس کے بدلے دس لاکھ درجات لکھے جائیں گے۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کے بارے میں کچھ اور بیان کروں؟ عرض کی ! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! اُن میں سے جب کوئی کوہِ عرفات میں دو رکعات نماز ادا کرے گا تو اُس کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کی ایک ہزار سالہ عمر کا ثواب ہوگا۔ اے ابوذرؓ! اگر تم چاہو تو مَیں اُن کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ! ہاں اے اللہ کے رسول ! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جب کوئی اُن میں سے اِسمِ اللہ ذات کی تسبیح کرے گا تو قیامت کے دن وہ تسبیح بارگاہِ الٰہی میں اِس بات سے افضل ہوگی کہ دنیا کے پہاڑ سونا چاندی بن کر اُس کے ساتھ چلا کریں۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی ! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں۔ فرمایا! جس نے عقیدت بھری

نظروں سے اُن کی طرف دیکھا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات بیت اللہ کی طرف دیکھنے سے بھی زیادہ پسند ہوگی ، جس نے عقیدت سے اُن کو دیکھا تو گویا اُس نے اللہ کو دیکھا ، جس نے اُنہیں لباس پہنایا تو گویا اُس نے اللہ کو لباس پہنایا اور جس نے اُنہیں کھانا کھلایا تو گویا اُس نے اللہ کو کھانا کھلایا ۔ اے ابوذرؓ! اگر تم کہو تو مَیں اُن کے بارے میں مزید بیان کروں؟ عرض کی! ہاں اے اللہ کے رسول! مزید ارشاد فرمائیں ۔ فرمایا! وہ گنہگار جو گناہ کرنے پر بضد بھی ہو اور بے حد گنہگار بھی ہو ، اگر اُن کی محفل میں آکر بیٹھے گا تو اُٹھنے سے پہلے اُس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔ پس تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اہلِ دل کبھی کبھی سچے خوابوں کی صورت میں اسرارِ ملکوت کا مشاہدہ و مکاشفہ کرتے رہتے ہیں اور کبھی کبھی بیداری کی حالت میں بھی اُن پر مشاہدہ کی صورت میں معانی منکشف ہوتے رہتے ہیں اور یہ حالت اعلیٰ درجات میں سے ہے اور یہ درجاتِ نبوت میں سے ہے ۔ بے شک سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں ۔ پس تم اُن کے معاملے میں ڈرنا ، اگر تم اِس بارے میں غلطی کرو گے تو تمہارے قصور کی حد تجاوز کر جائے گی اور تم ہلاکت میں جا پڑو گے ۔ اُس عقل سے جہالت بہتر ہے جو اُن کے انکار کی طرف راغب کرے کیونکہ اولیاء اللہ کے امور سے جس نے انکار کیا اُس نے گویا انبیا کا انکار کیا اور وہ دین سے مکمل طور پر نکل گیا ۔ ’’

اِنسان حقِ بندگی کی جہت سے اُس وقت تک فارغ نہیں ہوتا جب تک کہ کوئی اُسے دریائے معرفتِ توحید کے نورِ حضور میں غرق کر کے اِستغراقِ فنا فی اللہ خاص نہیں بخش دیتا ۔ ابتدا میں جب عارف دریائے معرفت میں قدم رکھتے ہیں تو وہ معارف ہوتے ہیں اور اُن کی حیثیت حباب کی سی ہوتی ہے لیکن جب وہ دریائے معرفت (کہ جسے توحید کا مغز بھی کہتے ہیں) میں غرق ہو جاتے ہیں تو وہ غرق فنا فی اللہ بقا باللہ عارف کہلاتے ہیں ۔

دریائے معرفت کے ایسے غواص عارفوں کو معرفتِ الٰہی کے ایسے انمول و جاوداں خزانے حاصل ہوتے ہیں کہ جو باقی ہر قسم کی لذاتِ دائمی سے کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں کہ دوسری لذات سے تو نفس کو فرحت حاصل ہوتی ہے جبکہ معرفت میں لذاتِ ذاتِ حق پائی جاتی ہیں جن سے روح کو فرحت نصیب ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے فیض و فضل کی انتہائی نعمت ہے۔

قطعہ:۔"اگر تُو اپنی ہستی کی قید سے نکل آئے تو نجات پا جائے گا اور اگر تُو حباب کی طرح اپنی ہستی کو مٹا دے تو دریا بن جائے گا۔"

اور یہ فقر کا انتہائی مرتبہ ہے۔ اکثر لوگ فقر کے صرف نام تک ہی پہنچے ہیں، بعض فقر کے الہام اور بعض فقر کی ابتدا تک پہنچے اور بعض نے فقر کا لبادہ اوڑھ کر دنیوی عزو جاہ میں ترقی کی اور لوگوں کو طالب مرید بنایا اور اپنے روضے اور خانقاہیں بنوائیں۔ ہزاراں ہزار میں سے کوئی ایک آدھ سالک ہی امدادِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے فقر کے کمال تک پہنچا۔ میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے کہ فقیر کہتے ہی اُس باکمال صاحبِ تحصیل عالم کو ہیں جس کے علم کی قید میں اٹھارہ ہزار عالم کی ہر چیز ہو اور وہ صفاتِ کریمانہ کا مالک ہو۔ ایسے ہی فقیر کے متعلق فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "بے شک تم میں سے اللہ کے نزدیک وہی صاحبِ عزت ہے جو صاحبِ تقویٰ ہے۔" جان لے کہ فقر کے تین حروف ہیں یعنی "ف ق ر" حرف "ف" سے فکرِ کونین سے فارغ یعنی فنائے نفس۔ حرف "ق" سے قہرِ برنفس اور قربِ الٰہی اور حرف "ر" سے راہِ راستی، دائم استغراق اللہ۔ جو شخص فقر کے اِس مرتبے پر پہنچنے کے بعد دنیا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو چھوڑ کر دنیا کے مرتبۂ فرعونیت کو اپنا لیتا ہے تو وہ حرف "ف" سے فضیحتِ فرعونی اور حرف "ق" سے قہرِ خداوندی کا شکار ہو جاتا ہے اور حرف "ر" سے ابلیس مردود کی طرح راندۂ حق ہو جاتا ہے۔ جان لے کہ ظاہری اعمال سے مراتبِ ظاہر حاصل ہوتے ہیں جن سے نفس موٹا ہوتا ہے خواہ ساری عمر ہی عبادت و ریاضت میں گزار دی جائے اور باطنی اعمال سے

نفس مرجاتا ہے خواہ بظاہر وہ موٹا تازہ ہی کیوں نہ دکھائی دے۔ جان لے کہ فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور معرفتِ توحیدِ الٰہی سراسر طاعت و بندگی ہے جبکہ مراتبِ عزو جاہِ دنیا سراسر مردار گندگی ہے اور فقیری و درویشی سنتِ انبیا علیہم السلام ہے۔

حکایت

روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تمام زندگی سیر و سفر میں گزری، آپ کا نہ کوئی مستقل ٹھکانہ تھا اور نہ ہی کوئی مکان تھا۔ ایک دفعہ آپ برہنہ سروپا جا رہے تھے کہ آپ کے اُمتی آپ کے پاس گئے اور عرض کی:۔ ''حضور! ہم آپ کے لئے ایک مکان تعمیر کرنا چاہتے ہیں جس میں ہم آپ سے امورِ دینیہ کی تعلیم حاصل کیا کریں گے۔'' آپ نے فرمایا:۔ ''ٹھیک ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جہاں میں کہوں وہاں مکان بنایا جائے۔'' لوگوں نے عرض کی کہ جناب آپ جہاں حکم کریں گے ہم وہیں مکان بنائیں گے۔ یہ سن کر آپ نے اُس جگہ اشارہ کیا جہاں نہایت گہرا دریا بہہ رہا تھا۔ لوگ متعجب ہوئے اور عرض کی کہ حضور! اِس بہتے ہوئے دریا میں مکان کس طرح بنایا جا سکتا ہے؟ فرمایا:۔ ''ارے نادانو! کیا تمہیں دریائے موت اِس دریا سے کمتر دکھائی دیتا ہے؟

جوابِ مصنف:۔ اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شان یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُمتی پانی کے ظاہری دریا پر کشتی سے کشتی جوڑ کر پختہ پل بنا لیتے ہیں اور اُس پر عمارت بنا کر اُس میں رہائش پذیر ہو جاتے ہیں اور پھر زندہ دل آدمی کو تو موت کا ڈر ہی کیا کہ زندہ دل اولیا سے تو عزرائیل علیہ السلام بھی ڈرتے ہیں کہ اگر وہ جذبِ وحدتِ ربانی کی نظر سے اُس کی طرف دیکھ لیں تو اُس کے پَر ہی جل جائیں اور سب سے گہرا دریا تو دل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دل کو قلزم کہہ کر پکارا ہے اور قلزمِ توحیدِ الٰہی کا اِتنا گہرا دریا ہے کہ اُس کا کوئی

کنارہ ہی نہیں۔ یاد رہے کہ اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعہ قلزمِ دل پر عمارت اُستوار کر کے اُس میں رہائش پذیر ہے اور اُس سے فوائد حاصل کر رہی ہے کہ یہ توفیقِ الٰہی سے قلزمِ دل کی مالک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ'' کہہ کر قبر کے مردوں کو اڑھائی گھڑی کے لئے زندہ فرمایا کرتے تھے لیکن اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فقرا ایک ہی نظر سے مردہ دلوں کو وہ زندگی بخشتے ہیں کہ وہ ابدالآباد تک زندہ رہتے ہیں اور کبھی نہیں مرتے۔

بیت:- ''دمِ عیسیٰ سے دل زندہ نہیں ہوتے کہ دل تو ایک مرتبہ زندہ ہو جائے تو پھر مرتا نہیں۔''

اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فنا فی اللہ و فنا فی ذات اولیا اللہ کو موت نہیں آتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے چلے جاتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے:- ''خبردار! بے شک اولیا اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں نقل مکانی کر جاتے ہیں۔''

بیت:- ''اللہ تعالیٰ تو شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، اُسے دُور کیوں سمجھتے ہو؟ آؤ میں تمہیں دم بھر میں اللہ سے ملا دوں۔''

جو لوگ فنا فی التوحید ہو کر نورِ معرفتِ الٰہی میں غرق ہو جاتے ہیں وہ ظاہر باطن میں زندہ رہتے ہیں، اگرچہ بظاہر وہ زیرِ خاک ہو کر لوگوں کی نظر میں اہلِ قبور نظر آتے ہیں، موت اُن کی زندگی کا حجاب ہے اور زندگی اُن کی موت کا بے حجاب ثواب ہے۔

ابیات:- (۱) ''مَیں کباب نہیں کہ جلایا جاؤں تو رو دوں، مَیں تو کاغذ ہوں کہ جسے جلایا جائے تو مسکرا دیتا ہے۔'' (۲) ''اے باھُو! مَیں کیوں نہ مسکراؤں کہ میرے پیش

نظرِ دیدارِ الٰہی ہے اور وہ کیوں نہ روئے کہ جس کے پیشِ نظر دنیائے مردار ہے۔''

دیدارِ الٰہی کا ہونا تو آیات واحادیث سے ثابت ہے، جو اس میں شک کرتا ہے وہ اہلِ ابلیس کافر ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''خبردار! بے شک اولیائے "اَللّٰہُ" کو خوف وغم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔'' خوف وغم کا تعلق دل کی موت سے ہے اور اُس سے نجات کا تعلق تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے دل کی دائمی زندگی سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''مرنے سے پہلے ہی مر جاؤ۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''موت ایک پل ہے جو محب کو محبوب سے ملاتا ہے۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ ''نیند موت کی بہن ہے۔'' اے باطن سے بے خبر اور توحید و معرفتِ الٰہی سے محروم مردہ دل انسان! شرحِ دیدارِ الٰہی سن لے۔ (دیدارِ الٰہی مراقبہ میں ہوتا ہے اور مراقبہ نیند سے کہیں گہری حالت ہے جس میں اِنسان کا روحانی جسم اس کے ظاہری نفسانی جسم سے باہر نکل آتا ہے (اور باطن کے مراتب طے کرتا ہے۔) لیکن یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا اور اُس کا فیض وفضل ہے جو تصورِ اسمِ اللہ ذات کے ذریعے محض ایک بلند حوصلہ مرشدِ کامل ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو آدمی مرنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے وہ تصورِ اسمِ اللہ ذات کی مدد سے مشاہدۂ پروردگار میں غرق ہو جاتا ہے۔ اَلغرض! جب کوئی آدمی دو زانو ہو کر بیٹھتا ہے اور سر کو جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے تصورِ اسمِ اللہ ذات کے مراقبہ میں غرق ہو جاتا ہے تو تاثیرِ اسمِ اللہ ذات کی برکت سے باطنی طور پر آخرت میں پہنچ جاتا ہے یعنی دار الفنا سے نکل کر دار البقا میں پہنچ جاتا ہے اور ظاہری طور پر یوں دکھائی دیتا ہے کہ گویا وہ ایک بے جان مردہ ہے۔ بباطن وہ عین العیان کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے جہاں تصورِ اسمِ اللہ کی برکت سے اُس پر روح کا ازلی سوداسویدا منکشف ہو جاتا ہے۔ یہاں

وہ دیکھتا ہے کہ وہ جان کنی کے مراحل سے گزر کر مر گیا ہے اور غسال آ کر اُسے غسل دیتا ہے، لوگ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں اور پھر اُسے سرود ماغ کی اُس وسیع و عریض ہڈی کے میدان میں لے جاتے ہیں کہ جسے ولایت الابن کہا جاتا ہے اور جو زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے، یہاں فرشتے اُس سے پل بھر میں ستر ہزار سوال کرتے ہیں۔ پھر اُسے قبر میں اُتارا جاتا ہے جس کی لحد زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہوتی ہے۔ یہاں منکر نکیر فرشتے اُسے بٹھا کر سوالات کرتے ہیں۔ جب وہ منکر نکیر کے سوالات سے فارغ ہو جاتا ہے تو اُس سے کہہ دیا جاتا ہے :۔ ''اب تُو دُلہن کی طرح سو جا ۔'' پھر ایک فرشتہ آ کر اُسے خوابِ دُلہن سے جگاتا ہے اور اپنی اُنگلی کی قلم، منہ کی دوات اور لعابِ دہن کی سیاہی سے کفن کے کاغذ پر اُس کا اعمال نامہ درج کرتا ہے، اُس پر اُس کے دستخط کرواتا ہے اور پھر اُس اعمال نامے کا تعویذ اُس کے گلے میں ڈال کر غائب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ہزاراں ہزار سال بلکہ بے شمار مدت تک لحدِ قبر میں پڑا سوتا رہتا ہے ۔ پھر صورِ اسرافیل کی آواز اُسے سنائی دیتی ہے جس پر لوگ نباتات کی طرح زمین سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق میدانِ قیامت میں جمع ہو جاتی ہے۔ اُن کے اعمال نامے اُن کے ہاتھوں میں تھما دیے جاتے ہیں اور ترازو پر اُن کا وزن کیا جاتا ہے۔ پھر پل صراط سے گزارا جاتا ہے۔ اب بارگاہِ حق سے اعلان ہوتا ہے :۔ ''پس اب تم میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنتِ قرب میں آ جاؤ۔'' وہ ایسا ہی کرتا ہے اور جنتِ قرب میں داخل ہو جاتا ہے جہاں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ شفقت سے شرابا طہورا کا جام پی کر کلمہ طیب '' لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا ورد کرتا ہے اور متوجہ بحق ہو کر پانچ سو سال رکوع میں اور پانچ سو سال سجود میں گزارتا ہے۔ اِس بندگی سے فارغ ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں

صحابہ کرام کی صف سے پچھلی صف میں بیٹھ کر دیدارِ رب العالمین سے مشرف ہوتا ہے۔اور جب وہ لقائے الٰہی کے اِس اشرف ترین انعام سے سیراب ہوکر مراقبہ سے باہر آتا ہے تو اُس بے مثل و بے مثال غیر مخلوق صورتِ الٰہی کی مثال نہیں دے سکتا کہ اُس کی مثل کوئی شے ہے ہی نہیں۔ پھر وہ ہر وقت باطن میں متوجہ بحق ہوکر دیدارِ الٰہی میں غرق رہتا ہے اور ایک لمحہ و لحظہ بلکہ پل بھر کے لئے بھی مشاہدہ و تجلیاتِ ذات سے فارغ نہیں ہوتا۔ بظاہر وہ عوام سے ہم کلام نظر آتا ہے لیکن بباطن ہر وقت بارگاہِ حق میں حاضر رہتا ہے۔ یہ ہے عارف واصل کا مرتبہ ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' [1] اور مرتبہ ''اِذَاتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ'' [2] اے خام! یہ کامل مرتبہ آیاتِ قرآن اور شریعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔ اِس مرتبے پر پہنچ کر عارف خاموشی اختیار کر لیتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے :- ''جس نے اپنے رب کو پہچان لیا، بے شک اُس کی زبان گونگی ہوگئی۔'' فرمانِ حق تعالیٰ ہے :- ''جو یہاں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔'' یہ مرتبہ اہلِ علم علماً کو حاصل ہوتا ہے، وہ علماً کہ جو عامل بھی ہیں اور کسی فقیرِ کامل کے ہاتھ پر دست بیعت کر کے طالبِ مولیٰ بھی ہیں۔

بیت :- ''تُو باطن صفا فقیروں پر ہنستا ہے، خبردار! وہ تو شفاف آئینے ہیں، جو اِن آئینوں پر ہنستا ہے وہ دراصل اپنی ہی ہنسی اُڑاتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے :- ''قوم کا سردار فقرا کا خادم ہوتا ہے۔'' (جب قوم کا سردار بھی فقرا کا خادم ٹھہرا تو) پھر کسی اور کی کیا مجال کہ اُن کے سامنے دم

---

[1] :- ترجمہ = مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

[2] :- ترجمہ = فقر جب کامل ہوتا ہے تو وہ اللہ ہوتا ہے۔

مارے؟ جو بھی اُن کے سامنے دم مارے گا وہ دونوں جہان میں رُسوا ہوگا -

ابیات:-(۱) ''عارف فقر کو ایک ہی نظر سے پہچان لیتا ہے، نگاہِ فقر سیم و زر سے کہیں بڑھ کر قیمتی شے ہے-'' (۲) '' فقر سے روگردانی وہ زردرُو کرتا ہے جس کے دل کو زر کی زردی نے خجل و خوار کر رکھا ہو-'' (۳) ''جس شخص کے دل کو ہوسِ زر نے اندھا کر رکھا ہو وہ کور چشم وصالِ حق تک کہاں پہنچ سکتا ہے؟'' (۴) ''اے باھُو! خدارا راہنمائی کر کے بتا دے کہ وصالِ حق محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرم نوازی ہی سے حاصل ہوتا ہوتا ہے-''

بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے سے بھی باریک تر پردہ حائل ہے، اگر تُو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو اللہ بے نیاز ہے- اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس - جو مرشد حاضراتِ اسمِ اللہ ذات سے اِبتدا و انتہا کے تمام مراتب کھول کر دکھا نہیں دیتا اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا، وہ مرشدِ خام ہے اور ایسے خام مرشد سے تلقین لینا مطلق حرام ہے کیونکہ ہزار کتاب ایک نکتہ کی شرح میں لکھی جا سکتی ہے لیکن ایک نکتہ ہزار کتاب میں آتا ہے نہ سماتا ہے اور وہ نکتہ یہ چون و چرا کا رسمی رواجی علم نہیں ہے- پس معلوم ہوا کہ فضل و رحمت کا مقصود بیداریٔ دل ہے- پس دل عظیم ہے رحمت و فضل سے اور دل اُسے کہتے ہیں کہ جس کا طواف عرش و کعبۃ اللہ کرتے ہیں - یہ مرتبہ ہے صاف دل عارفوں کا -

چہارم خزانہ شرح دعوت ۱؎

انتہائی کامل مرشد غازی شہسوار ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں (تصور اسمِ اللہ ذات کی) دو دھاری ننگی تلوار ہوتی ہے، جس سے وہ بحکمِ پروردگار کفار کو قتل کرتا ہے۔ جان لے کہ دعوت پانچ قسم کی ہوتی ہے۔ ایک دعوت وسیلۂ ازل ہے جو مقامِ ازل تک پہنچاتی ہے، دوسری دعوت وسیلۂ اَبد ہے کہ وہ مقامِ اَبد تک پہنچاتی ہے، تیسری دعوت وہ ہے کہ جس سے مشرق سے مغرب تک ساری زمین قبضے میں آجاتی ہے۔ یہ دعوت کمالِ دنیا تک پہنچاتی ہے، چوتھی دعوت وسیلۂ عقبیٰ ہے جو مقامِ عقبیٰ تک پہنچاتی ہے، پانچویں دعوت وسیلۂ معرفتِ مولیٰ ہے جو مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اور مقامِ معرفت میں پہنچا کر انوارِ توحید کا مشاہدہ بخشتی ہے۔ جان لے کہ دعوت پڑھنے کے لائق رجعت و زوال سے پاک کوئی صاحبِ قرب و وصال عامل کامل مکمل و اکمل عارف باللہ عالم ہی ہوتا ہے۔ یاد رکھ کہ دعوت پڑھنا اور رجعت سے محفوظ رہنا غالب اولیاء ہی کا کام ہے نہ کہ کسی نفس پرست و مغرور اہل ہوا کا۔ جو شخص متواتر تین روز تک ہر رات ایک ہی وضو سے دو رکعات میں قرآن مجید ختم کرے تو قیامت تک اُس کے اِس عمل کا اثر جاری رہے گا اور وہ دونوں جہان پر غالب ولی اللہ بن جائے گا لیکن یہ دعوت اُس وقت تک رواں نہیں ہوتی جب تک کہ کسی عامل کامل سے اِس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ جو شخص روزانہ سورۃ مزمل کے ساتھ ایک ہفتہ تک دوگانہ پڑھے گا وہ دعوت پڑھنے میں کامل مکمل بن جائے گا۔ شروع سے آخر تک

۱؎:- دعوت = دعوت اصطلاح دین میں مزاراتِ اولیاء اللہ پر ایک خاص ترتیب سے آیاتِ قرآن مجید پڑھنے کا عمل ہے جس سے صاحب دعوت کی ملاقات اہلِ مزار کی روح سے ہوتی ہے، اُس ملاقات میں وہ اپنی باطنی مشکلات کا حل اہلِ مزار سے حاصل کرتا ہے۔

تک دعوتِ قرآن مجید کی ترتیب یہی ہے۔ چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے دونوں جہان میں ہدایت کا معتبر وسیلہ اور پیشوا و راہنما قرآن ہی ہے کہ ظاہر و باطن کے تمام خزائن الٰہی، بحر و بر اور خشکی و تری کی مکمل تفصیل، خلقِ خدا کی تمام حقیقت، ذات و صفات کی کامل توحید اور شش جہات کی مکمل تفسیر اسی قرآن میں موجود ہے، جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ ''خشکی و تری کی ہر چیز کی تفصیل اس کتابِ مبین یعنی قرآن مجید میں موجود ہے۔'' البتہ ہر ایک آیت کی تحقیق حاصل ہونی چاہیے کہ دین و دنیا کے ہر کام کے لئے بے شمار خواص کی حامل علیحدہ علیحدہ آیات ہیں جن کے پڑھنے کی ترتیب بھی الگ الگ ہے، چنانچہ بعض آیاتِ امر بالمعروف ہیں، بعض آیاتِ نہی عن المنکر ہیں، بعض آیاتِ قصص الانبیا ہیں، بعض آیاتِ وعدہ و وعید ہیں، بعض آیاتِ منسوخ ہیں اور بعض آیاتِ ناسخ ہیں۔ بعض لوگ دعوت پڑھنے میں خود عامل و کامل ہوتے ہیں اور بعض حکم و اجازت میں کامل ہوتے ہیں (یعنی انہیں کسی عامل کامل کی طرف سے دعوت پڑھنے کا حکم و اذن ہوتا ہے) لیکن بہتر وہ ہے جو حکم و اجازت میں بھی کامل ہو اور خود بھی عامل کامل ہو۔ دعوت پڑھنا رجعت وزوال سے پاک اولیائے کاملین کا کام ہے کہ جب وہ دین و دنیا کے کسی بھی کام کے لئے دعوت پڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے انہیں دعوت پڑھنے کا اذن و حکم مل جاتا ہے۔ ایسی دعوت دو طرح سے پڑھی جاتی ہے، ایک اسمِ اللہ ذات کے تصور سے پڑھی جاتی ہے اور دوسری مزاراتِ اولیا اللہ پر پڑھی جاتی ہے۔ جو آدمی نہ تو اسمِ اللہ ذات کی دعوت سے واقف ہے اور نہ ہی اہلِ قبور کی دعوت سے باخبر ہے تو وہ دعوت پڑھنے کا اہل نہیں کہ دعوت پڑھنا علمِ تکسیر ہے جو دوسرے ہر علم اور ہر عالم پر غالب ہے۔ جان لے کہ علمِ تکسیر ایک دعوت ہے اور دعوت کے چار حروف ہیں اور ہر حرف کو طاعت و

شرائط کے اعتبار سے ایک خاص بزرگی و عزت و شرف حاصل ہے۔ وہ چار حروفِ دعوت یہ ہیں ''دع وت''۔ حرف ''د'' سے دل کو ذکرِ دوام سے دائم پاک رکھنا ہے اور ذکرِ دوام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود عطا فرماتے ہیں۔ حرف ''ع'' سے علمِ غیبی و فتوحاتِ لاریبی کہ جس کی تفصیل عالمِ غیب کے مؤکلاتِ رحمانی و روحانی سے حاصل ہوتی ہے۔ حرف ''و'' سے ورد و ظائفِ کلامِ الٰہی کو عزت و ادب و اعتقاد کے ساتھ ترتیب وار پڑھنا اور حرف ''ت'' سے ترک کرنا ہر اُس چیز کا جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے اصحابؓ پاک نے ترک کیا۔ ایسی دعوتِ کامل بھی ابتدائی درجے کی دعوت ہے۔ ہاں! یہ تو سچ ہے کہ کسی عامل کامل کے بغیر پارہ کشتہ نہیں ہوتا، اِسی طرح کسی عامل کامل صاحبِ علمِ دعوتِ قبور کے حکم و اجازت کے بغیر دعوت ہرگز رواں نہیں ہوتی۔ اگر کوئی ناقص دعوتِ قبور پڑھے گا تو دائمی رنج و رجعت کا شکار ہو جائے گا لیکن جب کوئی کامل دعوت پڑھے گا تو اُسے گنجِ جمعیت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی دائمی حضوری نصیب ہو جائے گی۔ صاحبِ دعوتِ کامل کو دعوت پڑھنے کی خاطر زکوٰۃ و نصاب، قفل دور مدور، بذل و ختم، شناختِ وقت و مقام، رجعت و رنج، عدد و حساب، ساعتِ نیک و بد اور جلالی و کمالی حیوانات کے گوشت سے پرہیز کی حاجت ہی کیا ہے؟ کہ یہ سب باتیں تو محض وسوسے اور خطرات ہیں جو صرف ناقصوں ہی کو پیش آتے ہیں کیونکہ وہ ترتیبِ دعوت کی اِبتدا و اِنتہا کو نہیں جانتے اور نہ ہی وہ نامِ باری تعالیٰ کو رضائے الٰہی کی خاطر پڑھتے ہیں۔

بیت:۔ ''وہ ناقص و خام لوگ تو مؤکلات سے راہنمائی حاصل کر کے یا دائروں میں اعداد کا حساب کر کے یا بروج و کواکب سے اِکتساب کر کے پیشین گوئیاں کرتے رہتے ہیں۔''

حالانکہ یہ سب کچھ تو ہے ہی اِنسان کے تابع اور اِنسان وہ ہے کہ جسے حضورِ حق سے اِلہام آتے ہوں، اِنسان نہ کبھی رجعت کھاتا ہے اور نہ کبھی پریشان ہوتا ہے۔ جان لے کہ دعوتِ کل و جز، دعوتِ ذکر، دعوتِ فکر، دعوتِ تجلیاتِ نورِ الٰہی اور دعوتِ منتہی کا تعلق اِس آیتِ کریمہ سے ہے کہ اِس میں اِسمِ اعظم "اَللّٰہُ" پڑھا جاتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ" (پس دوڑو اللہ کی طرف) ۔جو آدمی اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کا ہر کام جاری و رواں کر دیتا ہے کہ مندرجہ ذیل آیتِ کریمہ کی برکت سے اُس کی توجہ و وہم و خیال سب وصالِ حق سے ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ " اَللّٰہُ (اِسمِ اللہ ذات) مومنوں کا ایسا دوست ہے جو اُنہیں ظلمات سے نکال کر نور میں لے آتا ہے۔" ظلمات کے یہ چار مقامات ہیں یعنی مقامِ ازل، مقامِ ابد، مقامِ عقبیٰ اور مقامِ دنیا۔ اگرچہ اِن چاروں مقاماتِ ظلمات میں زندگی کی رونق ہے لیکن آخر کار اُسے موت کا شکار ہونا ہے، البتہ معرفتِ " اِلَّا اللّٰہُ " کو فنا نہیں بلکہ اثبات حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو اِن مقاماتِ ظلمات کی لذات سے منہ موڑ کر لذتِ وحدانیتِ ذات میں غرق ہو جائے۔ نورِ معرفتِ مولیٰ کے اُس روشن مرتبے پر پہنچنا خواص کا کام ہے۔ بندے کے لئے اِس سے بہتر اور کوئی رویہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دین و دنیا کے تمام معاملات اُس کے سپرد کر دے جیسا کہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:۔ "میں اپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک وہ اپنے بندوں کی نگہبانی فرماتا ہے۔" معرفتِ الٰہی میں عارف باللہ کے سات مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ " لَآ اِلٰہَ " کا مرتبہ ہے، یہ نفی کا مرتبہ ہے۔ دوسرا مرتبہ "اِلَّا اللّٰہُ" کا مرتبہ ہے، یہ اثبات کا مرتبہ ہے۔ تیسرا مرتبہ تصدیقِ دل کے ساتھ " مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" پڑھنا ہے۔ چوتھا مرتبہ آیاتِ قرآن کی تلاوت ہے۔ پانچواں مرتبہ دعائے سیفی کا

پڑھنا ہے، چھٹا مرتبہ اَسمائے باری تعالیٰ میں سے اِسمِ اعظم کا پڑھنا ہے اور ساتواں مرتبہ وحدانیتِ ذاتِ الٰہی میں غرق ہونا ہے۔ یہ سات خزانے ہیں اور ہر ایک خزانے سے مزید ستر خزانے کھلتے ہیں۔ اٰمَنَّـا وَصَـدَّقْنَـا (ہم نے مانا اور سچ جانا۔) غیر ماسویٰ اللہ پر یقین کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے۔ جو آدمی دعوت کے اِس انتہائی مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ عامل کامل عارف باللہ بن جاتا ہے، اُس کی نظر اور اُس کے دل کی توجہ بھی کامل ہو جاتی ہے، اُس کی زبان کا ہر حرف اللہ تعالیٰ کی تلوار ہوتا ہے، وہ جو کام بھی کرنا چاہتا ہے اُس کے لئے وہ لب بھی نہیں ہلا پاتا کہ بارگاہِ خداوندی سے وہ کام پورا ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:۔ '' فقرا کی زبان اللہ کی تلوار ہے۔ '' عارفوں کی زبان اُس وقت تک اللہ کی تلوار نہیں بنتی جب تک کہ وہ ترتیبِ دعوت سیکھ کر کسی ولی کامل کے مزار کی ہم نشینی میں دعائے سیفی نہیں پڑھ لیتے۔ ایسی دعوتِ کامل پڑھنے پر قادر شہسوارِ قبر عامل کامل جب کسی غوث وقطب کے مزار پر جذب وغضب وغصہ کی حالت میں دعوت پڑھتا ہے تو کرمِ الٰہی سے اُس کی ہر دینی و دنیوی مشکل فوراً حل ہو جاتی ہے اور وہ فوراً اپنے مقصود کو پا لیتا ہے اور وہ اُسی وقت بلا تاخیر صاحبِ وصال عارف باللہ بن جاتا ہے۔ جان لے کہ موکلات اور جنوں کی تسخیر کے لئے دعوت پڑھنا ناقص وخام وعام لوگوں کا کام ہے اور اُن کا طریقہ ہی اور ہے جب کہ انبیا و اولیا مثل غوث وقطب وشہدا، عارف باللہ درویش فقرا کی ارواح کی حاضرات وتسخیر کے لئے دعوت پڑھنے کا طریقہ اور ہے۔ ایسی دعوت پڑھنے کے لئے جب کوئی عامل کامل قبور پر ایک خاص ترتیب سے '' اُحْضُرُوْا لِلْمُسَخَّرَاتِ بِحَقِّ مَلَکِ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ۔ پڑھتا ہے تو تمام اہل قبور کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں۔ ایسی دعوت کی راہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اذن وحکم سے کھلتی ہے اور اُنہی کے حکم واجازت سے

صاحبِ راز مرشد کے ذریعے ابدالآباد تک جاری و رواں رہتی ہے۔

بیت:۔ ''بے مرشد آدمی شیطان کا مرید ہوتا ہے جب کہ با مرشد آدمی مرتبۂ بایزیدؒ کا مالک ہوتا ہے۔''

دعوتِ حضور اور دعوتِ قبور سے سخت تر اور بہتر دعوت اور کوئی نہیں لیکن بزرگوں کی قبروں کے آداب کو مدِنظر رکھنا بھی عظیم ذمہ داری ہے۔ جان لے کہ اگر ایک طرف آگ ہو اور دوسری طرف قبر ہو تو آگ پر قدم رکھ دے مگر قبر پر قدم نہ رکھ کہ اگر کوئی نفسانی آدمی کسی روحانی کی قبر پر قدم رکھ دے تو روحانی سے اُسے ایسا آسیب رجعت لاحق ہو جاتا ہے کہ وہ دیوانہ ہو کر مر جاتا ہے اور اگر وہ آگ میں قدم رکھ دے اور جل جائے تو چند روز میں تندرست ہو جائے گا۔ چونکہ روحانی نفسانی پر غالب ہوتا ہے اِس لئے روحانی کی قبر پر دعوت وہ شخص پڑھے جو غالب اولیا ہو اور ''مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا'' کے مراتب سے گزر چکا ہو، بلکہ روحانی کو تو نو آسمانوں اور سات زمینوں کے تمام طبقات میں ہر جگہ حاضر ہونے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ ثوابِ فاتحہ سے روحانی میں اِس قدر طاقت آجاتی ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب آجاتا ہے کیونکہ روحانی کے نزدیک تو دنیا کی ہر زندہ چیز بھی فانی و مردہ ہوتی ہے، اِس کے برعکس عام دنیا دار زندہ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ روحانی قبر میں پڑا ہوا محض ایک مردہ ہے لیکن اصل زندگی وہ ہے جو زندہ دل عارف طالبِ مولیٰ میں گزارتے ہیں اور اُن کے بارے میں فرمایا گیا ہے:۔ ''خبردار! اولیا اللہ مرتے نہیں۔'' جس شخص کو جیتے جی روحانی کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اِس لائق ہو جاتا ہے اور اُس پر لازم بھی ہو جاتا ہے کہ وہ کسی زندہ دل روحانی کی قبر پر دعوت پڑھے۔

ابیات:۔ (۱) '' شہسوارِ قبر کوئی فقیر کامل اور باعمل عالم ہی ہو سکتا ہے۔''(۲)

''جسے دعوتِ اہلِ قبور پڑھنے پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے وہ اہلِ حضور ہو جاتا ہے۔'' (۳) ''جو دعوتِ اہلِ قبور پڑھنا سیکھ لیتا ہے وہ ہر دو جہان کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔'' (۴) ''دعوتِ اہلِ قبور ایک ننگی تلوار ہے جس سے فنا فی اللہ فقیر موذیوں کو قتل کرتے ہیں:۔''

جب کوئی صاحبِ دعوت کسی زندہ دل عارف کی قبر پر سوار ہو کر قرآن پڑھتا ہے تو کلامِ الٰہی کی برکت سے صاحبِ قبر روحانی کا مرتبہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ تُو اِس بات پر تعجب مت کر کہ روحانی کی قبر کو قرآن خوانی سے عزت نصیب ہوتی ہے کیونکہ قرآن افضل ہے روحانی اور روحانی کی قبر سے کہ قرآن غیر مخلوق ہے اور روحانی اور روحانی کی قبر مخلوق ہے۔ جو شخص کسی عظیم و بزرگ ولی اللہ کی قبر پر سوار ہو کر قرآن خوانی کرتا ہے تو اُس کا یہ عمل دریا کی طرح رواں ہو جاتا ہے اور قیامت تک نہیں رکتا لیکن چاہیے کہ صرف تین مقاصد کے لئے قبر پر سوار ہو کر قرآن میں سے اُسی قدر پڑھا جائے جتنا کہ یاد ہو۔ (۱) اُس بادشاہِ اسلام کی فتح و نصرت کے لئے یہ عمل کیا جائے جو دارِ حرب میں دشمنانِ اسلام سے برسرِ پیکار ہو۔ (۲) ہر خاص و عام مسلمان کی نفع رسانی کے لئے ایسا کیا جائے۔ (۳) اہلِ بدعت ملحد و بے دین لوگوں کے دفعیہ کے لئے یہ عمل کیا جائے۔ اِن تین اسلامی کاموں کے لئے شہسوارِ قبور عامل کامل صاحبِ دعوت کو چاہیے کہ وہ رات کے وقت تنہائی میں کسی غوث قطب یا شہید کی پُر عظمت و پُر ہیبت قبر پر اس طرح دعوت پڑھے کہ سب سے پہلے وہ اپنے اِرد گرد حصار کھینچے، پھر قبر کے اِرد گرد ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' سے شروع کر کے آخر تک اذان پڑھے، اذان پڑھتے ہی اہلِ قبر روحانی اُس کی قید میں آ کر حاضر ہو جاتا ہے اور بذریعہ وہم و خیال اُسے آواز دیتا ہے۔ اگر اہلِ دعوت غالب الاولیا ہے تو قبر پر پاؤں سے ٹھوکر مار کر کہتا ہے ''قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ'' (اُٹھ اللہ کے حکم سے) اور خود ذکر اللہ میں غرق ہو کر اپنے

آپ سے بے خبر ہو جاتا ہے تو روحانی اُسے جواب باصواب دیتا ہے اور اُسی وقت اُس کے کام کو شروع کر دیتا ہے اور اگر قبر پر اذان پڑھنے اور '' قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ '' کہنے کے باوجود اہل قبر روحانی حاضر ہو کر جواب باصواب نہیں دیتا اور اہل دعوت کے قابو میں نہیں آتا تو سمجھ لیں کہ یا تو روحانی غالب ہے یا اہل دعوت دولت ونعمت کے حصول کے لیے قرآن پڑھ رہا ہے۔ کیونکہ اگر اِس غرض سے دعوت پڑھی جائے تو روحانی کام کرنے احتراز کرتا ہے اِس لئے اہل دعوت کو چاہیے کہ وہ روحانی کی قبر کی پائنتی کی طرف کھڑے ہو کر قرآن پڑھے یا قبر پر سوار ہو کر قرآن پڑھے تاکہ روحانی عاجز ہو کر اُس کے قابو میں آجائے۔ اِس طرح کے سخت اقدام سے روحانی اُسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر فریاد کرتا ہے لیکن بحکمِ خدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اُسے حکم فرماتے ہیں کہ جاؤ اور اہل دعوت سے موافقت کر کے اُس کا کام پورا کرو۔ چنانچہ اُسی وقت روحانی اہل دعوت کا رفیق با توفیق بن کر اُس کے اُلجھے ہوئے مسائل حل کرتا ہے اور اُس کے تمام مطالب ومقاصد پورے کرتا ہے۔ اِسی لئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے :- '' جب تم کسی معاملہ میں حیران ہو جایا کرو تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔ '' اِس قسم کی دعوت پڑھنا کسی شہسوارِ قبر ہی کا کام ہے اور یہ دعوت وہ شخص پڑھ سکتا ہے جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اِس کی اجازت دے دیں۔

ابیات:- (۱) '' جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے دعوت پڑھنے کی اجازت نہ ہو اُسے دعوت پڑھنے سے سوائے مشقت کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔ '' (۲) '' جسے حضورِ حق سے دعوت پڑھنے کی رخصت نہ ہو وہ اہل قبور سے یہ مراتب کہاں پا سکتا ہے؟ ''

اِس کے علاوہ دعوت پڑھنے کی ایک ترتیب یہ بھی ہے کہ اہل دعوت جونہی دعوت پڑھنا شروع کرتا ہے تو عرش سے تحت الثریٰ تک اٹھارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق صاحبِ دعوت کی قید میں آجاتی ہے۔ سب سے معظم و مکرم دعوت یہ ہے کہ قرآن پر اعتبار کر کے اُسے پیشوا و شفیع بنایا جائے، اِس طرح قرآن پڑھنے والا جب بحرِ قرآن میں غوطہ زن ہوتا ہے تو چاروں حاملین عرش فرشتے اور جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام جیسے چاروں مقرب فرشتے چاہنے لگتے ہیں کہ وہ زمین کو اُلٹ دیں اور تمام مقدس روحانی حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے ہیں کہ خداوندا! اِس اہل دعوت کی دعوت کو قبول کر کے جلدی سے اِس کا کام کر دے تا کہ ہم اِس کی قید سے چھوٹ سکیں۔ اِس دعوت سے سخت تر دعوت اور کوئی نہیں ہے۔

بیت:- ''اے باھُو! تجھے خدا و رسول کا واسطہ، کسی اہل ہوس کو دعوت اہل قبور کا علم مت سکھا۔''

پس اِس قسم کی دعوت کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ ہی کوئی پڑھتا ہے سوائے اُس شخص کے کہ جو ہر رات و ہر ساعت و ہر دم اور ہر لحظہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ یہ مرتبہ اُس منتہی عامل کامل اہل دعوت کو حاصل ہوتا ہے جو حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ظاہر باطن پر نظر رکھتا ہو جیسا کہ سورۃ کہف میں درج ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نظر ظاہر کے گناہ پر رہی اور حضرت خضر علیہ السلام کی نظر باطن کے صواب پر رہی اِس لئے خضر علیہ السلام نے فرمایا:- ''اب میں اور آپ ایک دوسرے

سے علیحدہ ہوتے ا ہیں۔'' جان لے کہ عامل کامل منتہی صاحب دعوت وہ ہے کہ جس کے طالب پہلے ہی روز دعوت میں عامل کامل ہو جائیں، جو نر شیر کی طرح دلیر وشہ زور شہسوار قبر ہو اور جسے زمین و آسمان کی ہر زیر و زبر کی حقیقت معلوم ہو۔ جان لے کہ کلامِ الٰہی کے پڑھنے کے لئے پاکیزگی شرط ہے اس لئے کوئی پاک آدمی ہی کلامِ الٰہی کو پڑھنے کے لائق ہو سکتا ہے، اگر کوئی نجس آدمی کلامِ الٰہی کو پڑھے گا تو دیوانگی و پریشانی کا شکار ہو جائے گا۔ پاک کون ہے اور نجس کسے کہتے ہیں؟ جان لے کہ نفس امارہ نجس ہے جو شیطان کا بادشاہ ہے اور شیطان نجس ہے کہ اُس کا تعلق جیفۂ مردار سے ہے اور جیفہ کا طالب کتا ہے۔ اِس کے برعکس وہ دل پاک ہے جو ہر وقت ذکر اللہ میں غرق رہتا ہے، جب دل پاک ہو تو روح بھی پاک ہو جاتی ہے اور پاک تر اسمِ اللہ ذات پاک دل اور پاکیزہ روح کو سر سے قدم تک نورِ الٰہی میں غرق کر کے زندہ کر دیتا ہے۔ ایسا ہی زندہ دل آدمی اس لائق ہوتا ہے کہ وہ قبر پر سوار ہو کر دعوت پڑھے اور مرشد وہ لائق ارشاد ہے جو معرفت مولیٰ تک پہنچائے۔

ابیات:۔(۱)''خام آدمی دعوت سے رجعت کھا کر خراب ہوتا ہے جبکہ کامل آدمی دعوت سے اپنا ہر مطلب حاصل کر لیتا ہے۔''(۲) ''جو آدمی اہل قبور کی زندگی سے آگاہ

ا :۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ بھی طالبانِ مولیٰ کی تربیت کا ایک اہم سبق ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کی پاسداری کرنے والے باعمل عالمِ دین کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور حضرت خضر علیہ السلام کو صاحب باطن عارف باللہ مرشد کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ عالمِ دین کا فرض ہے کہ وہ خلاف شریعت نظر آنے والے امور پر گرفت کرے جبکہ عارف باللہ فقیر کو باطنی حقائق کے مطابق بھی عمل کرنا ہوتا ہے جو حقیقت میں برحق ہوتا ہے۔ یہاں علمائے ظاہر کے لیے سبق ہے کہ اگر وہ کسی عارف باللہ فقیر سے بظاہر کوئی خلاف شریعت عمل دیکھیں تو تیغ پا ہونے کی بجائے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے عارف باللہ فقیر سے اس کی حکمت جاننے کی کوشش کریں۔

ہو جاتا ہے اُس کا جسم پاک ہو کر ایک خاص نور میں ڈھل جاتا ہے۔'' (۳) ''اے باھُو! دعوتِ اہلِ قبور ایک مشکل کشا عمل ہے کہ جب یہ دعوت پڑھی جاتی ہے تو قبر سے اہلِ دعوت کو پاکیزگی کا نور حاصل ہوتا ہے۔''

یاد رہے کہ اہلِ قبر کا روحانی جسم اُس کی قبر کو سواری بنا کر اس طرح سوار رہتا ہے جس طرح کہ کوئی گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ اگر اہلِ قبور اس دنیا سے ایمان سلامت لے جائے تو وہ سعید ہے اور اُس کا ٹھکانہ مقامِ علیین میں ہے۔ اِس حالت میں اُس کا مرتبہ ونظرو جمعیت عرش سے بالا ہوتی ہے اور وہ ہر وقت انبیا و اولیا کی مجلس میں اُن سے ہم کلام رہتا ہے لیکن اگر وہ شقی و بدبخت ہے تو اُس کا ٹھکانہ تحت الثریٰ کے مقامِ سجین میں ہے جہاں اُس کے قدموں کے نیچے آگِ جہنم بھڑکتی رہتی ہے جس کے عذاب سے رات دن اُس کا وجود دیگ کی طرح کھولتا رہتا ہے۔ پس جب کوئی اہلِ دعوت کسی معذب شخص کی قبر پر سوار ہو کر قرآن پڑھتا ہے تو تلاوتِ قرآن کی برکت سے روحانی کو عذاب سے نجات مل جاتی ہے اور اہلِ دعوت کا رکا ہوا کام روحانی سے حل ہو جاتا ہے اور اگر اہلِ قبر روحانی کوئی بزرگ ہے اور اہلِ دعوت اُس کی قبر پر سوار ہو کر قرآن پڑھتا ہے تو تلاوتِ قرآن کی برکت سے اُس کی عزت و توقیر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ انبیا و اولیا اللہ کی مجلس میں جا پہنچتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ بزرگوں کی قبر کا ادب و احترام کرنا چاہیے، اُن کی قبر پر سوار ہونا بہت بڑی بے ادبی ہے تو ایسا کہنے والا اہلِ نفس ہے جو روحانیوں کے حالات سے واقف ہی نہیں، اس سے پوچھا جائے کہ کیا قبر کا مرتبہ زیادہ ہے یا قرآن کا؟ یقیناً قبر کا مرتبہ کم ہے اور قرآن کا مرتبہ زیادہ ہے اِس لئے کم مرتبہ قبر پر بلند مرتبہ قرآن پڑھنا معیوب نہیں کہ تلاوتِ قرآن کی برکت سے کم مرتبہ چیز کا مرتبہ بھی بڑھ جاتا ہے اِس لئے صاحبِ قرآن کا مرتبہ بھی بڑھ

جاتا ہے۔ دورانِ دعوت اہل دعوت کو بذریعہ الہام روحانی کی طرف سے جواب باصواب ملتا رہتا ہے، کبھی تو یہ جواب زبانِ غیب سے بہتر زبانِ قرآن میں آتا ہے، کبھی بذریعہ دلیل دل سے دل میں آتا ہے، کبھی بذریعہ خیال روح سے روح میں آتا ہے اور کبھی بذریعہ وہم سرّ سے سرّ میں آتا ہے۔ اِسی لئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:۔ ''جب تم اپنے معاملات میں حیران ہو جایا کرو تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔'' پس یہ حقیقتِ احوالِ قبور وہی آدمی جانتا ہے جسے مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری حاصل ہو اور جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے دعوت پڑھنے کی اجازت بھی حاصل ہو اور وہ تمام انبیا و اولیا کی مجلس میں مشہور بھی ہو۔

ابیات:۔ (۱) ''اولیا اللہ کے لئے قبر اُن کے جسم و جان کی مثل ہے لہٰذا اُن کو قبر میں سویا ہوا ہی جانو۔'' (۲) ''قبر میں سونے والے اولیا اللہ کو بیدار کر کے اُن سے گفتگو کرو اور اُن سے دوستی بڑھاؤ۔'' (۳) دل دل سے ہم کلام ہو کر گفتگو کرتا ہے اور یہ گفتگو سراسر الہامی کلام ہوتا ہے۔'' (۴) ''جب کسی اہل قبر روحانی کا کلام دل میں سنائی دینے لگے تو سمجھ لو کہ قبر میں کوئی زندہ دل عارف رہتا ہے۔'' (۵) ''جب تم پر کوئی مشکل وقت آن پڑے تو اُسے پکار کر تو دیکھو کہ وہ پل بھر میں تمہاری مدد کو آ پہنچے گا۔'' (۶) ''دعوتِ اہل قبور میں یہ تاثیر ہے کہ لاکھوں مؤکل فرشتے اہل دعوت کے اِرد گرد جمع ہو جاتے ہیں۔'' (۷) ''اے مومن! مَیں تجھ سے مخاطب ہوں، میری بات غور سے سن کہ روحانی زیرِ زمین جا کر ہر خوف و غم سے آزاد ہو جاتے ہیں۔'' (۸) ''اُن کے جسم قبر میں ہوتے ہیں لیکن ارواح بالائے عرش ہوتی ہیں، ایسے پاک باز لوگوں کو روضے بنوانے کی حاجت نہیں ہوتی۔'' (۹) ''ایسے صاحبِ نظر لوگ اپنے اجسام کو بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنا نام و

نشان چھوڑے بغیر گمنام قبروں میں گم ہو جاتے ہیں۔'' (۱۰) ''اے باھُو! اس سے بڑا اور کوئی شرف نہیں کہ تیرے لئے صرف الف ''اَللّٰہُ'' ہی کافی ہو۔''

تصرف تین ہیں، ایک تصرفِ دنیا ہے جو لوگوں کی نظر میں بہت بڑا خزانہ ہے، دوسرا تصرفِ عقبیٰ ہے اور اُسے بھی لوگ بہت بڑا خزانہ سمجھتے ہیں لیکن ایک عارف باللہ فقیر کی نظر میں یہ دونوں تصرفات محض مصیبت ہیں کہ دنیا و عقبیٰ دونوں غیر ماسویٰ اللہ ہیں جن کی طرف رجوع کرنا باعثِ رجعت و زوال ہے۔ ایک واصل باللہ عارف کا طالب اُس وقت تک بامراد نہیں ہو سکتا جب تک کہ مرشد اُسے اپنی توجہ سے سیراب نہیں کر دیتا۔ مرشد اگر ناقص ہو تو اُس کی ایک ہفتہ کی توجہ سے طالب کو اُس کے مقصود تک پہنچاتا ہے، اگر کامل ہو تو اُس کی تین دن کی توجہ طالب کے لئے کافی ہو رہتی ہے، اگر مکمل ہو تو اُس کی ایک دن کی توجہ طالب کے لئے کافی ہوتی ہے، اگر اکمل ہو تو اُس کی ایک ساعت کی توجہ طالب کے لئے کافی ہوتی ہے اور اگر جامع سروری قادری ہو تو اُس کی دم بھر کی توجہ طالب کے لئے کافی ہوتی ہے، ایسے اہلِ حضور مرشد کی توجہ اور دعوت قیامت تک جاری رہتی ہے۔ جان لے کہ دعوتِ اہلِ قبور پڑھنے کے لائق صرف وہی شخص ہے جس کا باطن آباد ہو کہ دعوتِ قبور سے معرفتِ الٰہی اور قربِ حضور نصیب ہوتا ہے۔ جان لے کہ دعوت سے سات خزانے حاصل ہوتے ہیں اور خزائن کی یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ہاتھ آتی ہے۔ اُن میں سے پہلا خزانہ یہ ہے کہ کلام اللہ اور دعائے سیفی سیف اللہ پڑھنے سے بعض اہلِ دعوت کے وجود کا تانبا کیمیائے زر بن جاتا ہے اور بعض کی نظر کیمیا اثر ہو جاتی ہے۔ دوسرا خزانہ یہ ہے کہ دل کو جواہرِ علمِ قبور سے جمعیت نصیب ہوتی ہے۔ تیسرا خزانہ یہ ہے کہ علمِ فیضِ قبور سے روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ چوتھا خزانہ یہ ہے

کہ نفس پاکی و پاکیزگی اختیار کر لیتا ہے۔ پانچواں خزانہ یہ ہے کہ اہل دعوت پر علمِ غیب کھل جاتا ہے۔ چھٹا خزانہ یہ ہے کہ وجود خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے اور ساتواں خزانہ یہ ہے کہ توفیقِ الٰہی نصیب ہو جاتی ہے۔ لیکن چار قسم کی رجعت سے بھی خبردار رہنا چاہیے کہ علما کو علم کے خلاف عمل کرنے سے رجعت ہوتی ہے، فقرا کو اسمِ اللہ ذات کے خلاف عمل کرنے سے رجعت ہوتی ہے کہ اُسے تو چاہیے کہ وہ جو بات بھی کرے اللہ کا نام لے کر کرے، جاہل کو سیاہ دلی کی وجہ سے رجعت ہوتی ہے اور غنی کو کثرتِ مال کی وجہ سے رجعت ہوتی ہے۔ جان لے کہ جو شخص رضائے الٰہی کی خاطر دعوت نہیں پڑھتا بلکہ بادشاہ و اُمرا کا منظورِ نظر بننے کے لئے دعوت پڑھتا ہے تو دعوت سے اُسے بادشاہ و اُمرا کا قرب تو حاصل ہو جائے گا لیکن اُس کے بعد اُس پر راہِ دعوت بند ہو جائے گی اور دوبارہ جاری نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس اگر کوئی رضائے الٰہی کی خاطر دعوت پڑھتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اُسے راہِ حق پسند ہے، اُس کی دعوت شروع سے آخر تک کبھی بھی بند نہ ہو گی۔ وہ دین و دنیا کے جس کام کے لئے بھی دعوت پڑھے گا وہ کام سرانجام پا جائے گا۔ اُس کی دعوت کسی بھی مہم میں عاجز نہیں ہو گی۔ کسی ولی اللہ کی قبر کی ہم نشینی میں ایک رات دعوت پڑھنا چالیس چلّہ ہائے ریاضت سے بہتر ہے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ دولت و نعمت و بزرگی اور دین و دنیا کے تمام خزانے محنت و مشقت کے بغیر اُسے مل جائیں، نفس امارہ زیر ہو جائے، شیطانِ لعین کے شر سے محفوظ ہو جائے، جملہ جہان اُس کا غلام ہو جائے، کل و جز کی تمام خلقِ خدا اُس کی طرف رجوع کرے، قرآن مجید سے اسمِ اعظم مل جائے، مؤکلات آواز و الہام سے اُسے علمِ تکسیر و علمِ تاثیر و علمِ روشن ضمیر اور علمِ کیمیا نظیر کی ترکیب و تفصیل سمجھا دیں اور ہر کام کے لئے تعویذات کے نقش سکھا دیں، مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری سے مشرف

ہو جائے اور اصحابِ کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت سے سرفراز ہو جائے تو اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا حوصلہ اتنا وسیع و پختہ کرلے کہ جو جو اسرارِ الٰہی اُس پر کھلتے جائیں یا جو جو سلک سلوکِ ہدایت مرشد اُسے دکھاتا جائے یا سونے چاندی اور دیگر نعمت ہائے الٰہی کے جو جو خزانے زیرِ زمین ہیں یا روئے زمین پر موجود ہیں بحکمِ خدا واضح و روشن ہو کر اُسے نظر آنے لگیں تو کسی پر بھی ظاہر نہ کرے۔ جو شخص فقر کے اِس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے وہ دل کا غنی ہو جاتا ہے اور ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتا ہے۔ وہ ایک لا یحتاج فقیر بن جاتا ہے جو بظاہر عاجز اور در در کا سوالی نظر آتا ہے لیکن باطن میں صاحبِ معرفت اور واصل بخدا ہوتا ہے۔ اِس قسم کے مراتب و درجاتِ حضوری کسی ولی اللہ کی قبر کی ہم نشینی میں دعوتِ اہلِ قبور پڑھنے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ دعوت گویا ایک ننگی دو دھاری تلوار ہے جو اگر کسی خام آدمی کے ہاتھ میں ہو تو کسی بھی طرف چل سکتی ہے لیکن اگر کسی کامل کے ہاتھ میں ہو تو وہ صرف اُس موذی و منافق کو قتل کرے گی جو دینِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا دشمن ہوگا۔ جان لے کہ موت و حیات کی ہر حالت میں وجود کو پاکیزہ رکھنے کی بنیاد یہ ہے کہ تفکرِ باطنی سے دل پر بار بار اسمِ اللہ ذات یعنی "اَللّٰهُ، اَللّٰهُ" لکھا جائے اور جب اِس مشق سے دل زندہ ہو جائے اور بلند آواز سے "یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ" کا وِرد کرنے لگے تو پھر دل پر اِسمِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نقش کرے اور جب ایسا ہو جائے تو تب اِنسان دعوتِ اہلِ قبور پڑھنے کے لائق بنتا ہے۔ جان لے کہ اہلِ دعوت کا دعوتِ اہلِ قبور پڑھنا چار حکمت سے خالی نہیں ہوتا یعنی یا تو اہلِ دعوت رجعت میں گرفتار ہو جاتا ہے، یا جس کے لئے دعوت پڑھی جاتی ہے اُس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے اور وہ جمعیتِ جاودانی کی دولت سے مالا مال ہو جاتا ہے، یا جس کے لئے دعوت پڑھی جاتی ہے وہ رجعت میں گرفتار

ہوکر پریشان حال ہو جاتا ہے، یا دعوت پڑھنے والا اور جس کے لئے دعوت پڑھی جاتی ہے وہ دونوں رجعت کا شکار ہو کر خراب ہوتے ہیں۔ کامل صاحبِ دعوت وہ ہے کہ جس کی دعوت سے صاحبِ دعوت اور جس کے لئے دعوت پڑھی جاتی ہے دونوں کو جمعیتِ کشائشِ دارین حاصل ہو۔ دعوت تب رواں ہوتی ہے جب کوئی زندہ دم اور زندہ قلب آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رخصت واجازت سے دعوت پڑھے اور اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت کے بغیر ہی دعوت پڑھی جائے تو اہلِ دعوت خراب ہوتا ہے۔ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے یہ انتہائی دعوت پڑھ لیتا ہے وہ ایک کامل و عالمگیر فقیر بن جاتا ہے۔ جونہی صاحبِ دعوت دعوت پڑھنا بند کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیر نگرانی چار قسم کے لشکر اُس کی حفاظت کے لئے اُس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں جو بظاہر دکھائی بھی نہیں دیتے کہ یہ چاروں باطنی لشکر ہیں۔ پہلا لشکر اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور منظوری کا لشکر ہے، دوسرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی و منظوری کا لشکر ہے، تیسرا موکل فرشتوں اور جنات کا لشکر ہے اور چوتھا ارواحِ شہدا کا لشکر ہے۔ ایسے صاحبِ دعوت ولی اللہ کے اِردگرد ہر قسم کے ہتھیار مثلاً تلواریں، نیزے، تیر کمان، چھریاں، بندوقیں اور خنجر وغیرہ غیبی طور پر ہر وقت ہوا میں موجود رہتے ہیں، اگر اُسے کسی پر غصہ آجائے تو یہ غیبی ہتھیار اُسے ایسا گھاؤ لگاتے ہیں کہ وہ مرتا مر جاتا ہے مگر تندرست نہیں ہوتا لیکن ایسے کامل صاحبِ دعوت کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ خلقِ خدا کا بوجھ تو اُٹھائے مگر اُسے دکھ نہ دے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ادا کرتے ہوئے دعا مانگے:۔ ''الٰہی! میری قوم اَنجان ہے، اُسے ہدایت بخش دے ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔

بے شمار خزائن الٰہی سے بھرپور یہ کتاب اختتام پذیر ہوئی، کوئی شہسوار طالب ہی اِس کان سے خزانے نکالے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اِس متبرک کتاب کا ترجمہ میں نے بارہ اکتوبر ۱۹۹۷ کو کمالیہ میں مکمل کیا۔ بانیٔ اِصلاحی جماعت سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب کے حکم و اجازت سے جناب پروفیسر سیّد احمد سعید ہمدانی صاحب ساکن نوشہرہ، وادی سون سکیسر ضلع خوشاب سے اِصلاح کروا کے اِسے شائع کیا ہے۔

مترجم:- سید امیر خان نیازی سروری قادری

ساکن ڈَرے خیلاتوالہ چھدرو روڈ میانوالی

حال سرگودھا غربی چکوال -

WWW.ALFAQR.NET